مُصنّف

حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب قاسمی ندوی خیرآبادی

مُرتّبین

مولانا راشد عمار خیرآبادی

مولانا زین العابدین سلطانپوری

کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

إن من البيان لسحراً

ضیاء الخطاب

مصنف

حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب قاسمی ندوی خیرآبادی

مولانا راشد عمار خیرآبادی و مولانا زین العابدین سلطانپوری

تفصیلات

کتاب : **ضیاء الخطاب**

مصنف : مولانا ضیاءالدین قاسمی ندوی خیرآبادی

مرتب : راشد عمار خیرآبادی، زین العابدین سلطانپوری

کمپوزنگ : نوشاد احمد معروفی منبع العلوم خیرآباد مئو

تعداد : 1100

ناشر : مکتبہ نعیمیہ دیوبند

مطبع :

قیمت : .....

ملنے کے پتے

- مکتبہ ضیاء الکتب خیرآباد ضلع مئو
- مکتبہ الفہیم صدر چوک مئوناتھ بھنجن
- مکتبہ احسان لکھنؤ
- مفتی مطیع الرحمٰن قاسمی ندوی (معیاری کتب خانہ) گورکھپور

فہرست مضامین

انتساب

ناچیز اپنی اس کتاب کو اپنی علمی وفکری اور ادبی تربیت گاہ

مدرسہ عربیہ منبع العلوم خیرآباد، مئو

دارالعلوم مئو ناتھ بھنجن ضلع مئو

دارالعلوم دیوبند سہارنپور

اور

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

کے ان باکمال، نوابغ روزگار اساتذۂ کرام کی بارگاہِ علم وادب سے منسوب کرتا ہے کہ آج جو کچھ شناخت ہے، ان ہی اساتذہ کے فیض کرم کے طفیل ہے، مجھے فخر وناز ہے اپنے ان اساتذہ پر کہ آج بھی ان میں سے جو باحیات ہیں، اپنے حقیر شاگرد پر نظر شفقت ومحبت رکھتے ہیں اور جو اساتذہ اپنے محبوب حقیقی سے جا ملے، وہ بھی تاحیات بندہ عاصی سے راضی اور خوش تھے۔ ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

اللہ رب العزت میرے محسن اساتذہ کرام کے درجات کو بلند کرے اور مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ میں اپنے ہر مربی ومحسن استاذ کی شان میں کہوں گا کہ وہ اپنے فن، ذوق علم، شفقت ومحبت، افادۂ عام، انداز تربیت، رجال سازی اور مردم گری میں منفرد تھے اور سب نے اپنا مثبت اثر ڈالا ہے۔ ؎

ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

فجزاهم الله أحسن الجزاء

طالب دعا

ضیاء الدین قاسمی ندوی خیر آبادی

نعت پاک

نتیجۂ فکر: حضرت مولانا **فضل حق** صاحب عارفؔ خیرآبادی
استاذ مدرسہ عربیہ منبع العلوم خیرآباد، مئو

مدینہ میں ہم جاکے سرشار ہوں گے
نہ مدہوش ہوں گے نہ ہشیار ہوں گے
کہیں ہوں گے دلکش مناظر احد کے
کہیں پرکشش کوچے بازار ہوں گے
جو دیکھیں گے آنکھوں سے روضے کی جالی
بصد شوق ہم محو دیدار ہوں گے
رسولِ خدا جب کریں گے سفارش
تو جنت میں ہم سب گنہگار ہوں گے
جو گذریں گے پیشِ رسول دوعالم
وہ لمحے حقیقت میں باکار ہوں گے
بوقتِ مناجات آنسو کے قطرے
مری موت کے بعد گلزار ہوں گے
گنہگار مَیں! وہ ہیں رحمت سراپا
مرے حال پر وہ کرم بار ہوں گے
جو مدحت میں ان کی کہو گے اے عارفؔ
وہی کام کے تیرے اشعار ہوں گے

○○○

دل کی بات

از مرتب: **زین العابدین** سلطان پوری
متعلم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

حضرت الاستاذ مولانا ضیاء الدین صاحب قاسمی ندوی دامت برکاتہم کی تقاریر کے مجموعہ کی ترتیب میں ''شریک مرتب'' کی حیثیت سے شامل ہونا میرے لیے قابل فخر اعزاز اور دیرینہ تمنا کی خوش گوار تکمیل ہے۔ حضرت الاستاذ میرے ان محسنین ومربیین میں سے ہیں، جن کی شفقت ومحبت کا نتیجہ ہے کہ آج میں بین الاقوامی شہرت کے حامل ادارہ ندوۃ العلما لکھنؤ میں زیر تعلیم ہوں۔ یوں تو اپنے تمام اساتذہ کا احسان منداور شکر گذار ہوں، لیکن جو خصوصی توجہات وعنایات حضرت الاستاذ کی تھیں اور ہیں اور ان شاء اللہ تا حیات رہیں گی، اس کا بدلہ میں کبھی نہیں ادا کر سکتا۔ دوران تعلیم حضرت اقدس دامت برکاتہم میرے لیے خاص طور پر تقریریں رقم فرماتے اور یاد کراتے، پھر اس کو سن کر لب ولہجہ بتاتے، اس طرح ان کی تقریروں کا اچھا خاصا ذخیرہ میرے پاس محفوظ تھا، میرے اوپر ایسے نازک ادوار واحوال بھی آئے کہ دل برداشتہ ہو کر تعلیم کو ترک کرنے کا ارادہ کرلیا تھا، مگر حضرت والا نے سمجھایا، تعلیم کی اہمیت کا احساس دلایا، حوصلہ بڑھایا، ہر طرح سے تعاون فرمایا اور مجھ کو محنت کرنے، دل شکستہ نہ ہونے کی تاکید فرمائی۔

الحمد للہ آج میں دار العلوم ندوۃ العلما میں دل جمعی کے ساتھ زیر تعلیم ہوں اور ان ہی کی بدولت ندوہ کے اساتذہ کی خاص توجہات مجھ پر رہتی ہیں؛ کیوں کہ سب ہی ان سے واقف ہیں اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

حضرت الاستاذ مولانا ضیاء الدین صاحب قاسمی ندوی، ندوۃ العلما کے قدیم اساتذہ کے ہر دل عزیز شاگرد ہیں، سب ان کی ذہانت وصلاحیت اور فرماں برداری کی

تعریف کرتے ہیں، ان سے محبت کرتے ہیں، اس کا تجربہ اور مشاہدہ میں نے ساتھ رہ کر بار بار کیا ہے۔ اس وقت ندوۃ العلما کے بہت سے اساتذہ ان کے ہم درس یا ہم عصر ہیں، کیوں کہ پانچ سال تک استاذ محترم نے ندوۃ العلما سے کسب فیض کیا ہے اور حضرت ناظم صاحب، حضرت مہتمم صاحب، حضرت مولانا واضح رشید صاحب حسنی ندوی، حضرت مولانا نذر الحفیظ صاحب ندوی، حضرت مولانا سید سلمان حسینی ندوی ادام اللہ برکاتہم وفیوضہم نیز دیگر اساتذہ کرام کے بحر علوم وفنون سے سیراب ہوئے ہیں اور ان یکتائے زمانہ بزرگوں کی نظر کرم اور محبت وشفقت سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔

حضرت والا کے صاحبزادے مولانا راشد عمار صاحب قاسمی کے اخلاص ومحبت کا میں کیسے حق ادا کرسکتا ہوں کہ انھوں نے فرمایا کہ تم اپنی محفوظ تقریریں دے دو، میں اپنے پاس محفوظ تقریروں کے ساتھ ملا کر ''ضیاء الخطاب'' کا مجموعہ تیار کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، جس کے ہم دونوں مرتب ہوں گے، اس سے بڑھ کر میرے لیے اور کیا سعادت ہوسکتی تھی، میں تو برسوں سے یہی سوچ رہا تھا کہ ندوہ جاؤں گا تو اس کام کو کروں گا۔

اب تک حضرت الاستاذ کی تقریروں کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں، چونکہ طلبہ عزیز کی اصلاح وتربیت اور تحریر وتقریر کے میدان میں ان کو نمایاں کرنے میں آپ اچھی شہرت رکھتے ہیں، لہذا اکثر مجموعوں کے مرتب ان کے باکمال تلامذہ ہی ہیں، آج ہندوستان کے اکثر دینی اداروں، تعلیمی مراکز اور عربی مدارس میں ان کی مقبول عام کتابیں موجود ہیں، جو مقبولیت ان کی کتابوں کو اللہ رب العزت نے دی ہے وہ ایک مثال ہے، لب ولہجہ، انداز بیان اور الفاظ وعبارات میں دار العلوم ندوۃ العلما کی تربیت کا پورا پورا اثر جھلکتا ہے، ان کی کتابیں ایک قاسمی کی سنجیدگی ومتانت اور ایک ندوی کی فصاحت وسلاست اور زبان وبیان پر قادر فاضل کی لیاقت کا شاہ کار ہیں۔

میں خوش نصیب ہوں کہ ایک دیرینہ خواب شرمندۂ تعبیر ہونے والا ہے، میری دلی آرزو پوری ہونے جارہی ہے، یہ سب برادر محترم مولانا راشد عمار صاحب قاسمی کی محبت وعنایات کا ثمرہ ہے، وہ میرے بڑے بھائی کے مانند ہیں، سنجیدہ، خاموش طبع، لیکن سراپا اخلاص ومحبت ہیں، خود بھی اپنے والد محترم کے مانند تقریروں کا اچھا ذوق رکھنے والے ہیں۔

ہم شکر گذار ہیں گرامی قدر جناب ڈاکٹر محمد اکرم صاحب ندوی، آکسفورڈ برطانیہ، حضرت مولانا حشمت اللہ صاحب ندوی سابق استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ اور حضرت مولانا وسیم احمد صاحب شیروانی قاسمی استاذ جامعہ حسینیہ لال دروازہ جون پور کے کہ انھوں نے ہماری درخواست پر تقریظ بلیغ تحریر فرمائی۔ اللہ ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین

اسی طرح میں محبّ گرامی برادرم قاری محمد تابش صاحب خیر آبادی اور برادر عزیز عبداللہ فرحان خیر آبادی متعلم مدرسہ عربیہ منبع العلوم خیر آباد، مئو کا مشکور ہوں کہ حضرت الاستاذ سے خصوصی تعلق اور ہم دونوں سے محبت کے پیش نظر ''ضیاء الخطاب'' کی ترتیب میں مکمل تعاون فرمایا اور نہایت دلچسپی سے تقریروں کو بار بار پڑھ کر کمپوزنگ کی اغلاط کو دور کر کے، اس کی عبارتوں کو درست کیا۔ اللہ ان کے تعاون کو قبول فرمائے۔ آمین

اور اخیر میں، خاص طور پر ہم گرامی قدر حضرت مولانا ضیاء الحق صاحب قاسمی خیر آبادی دامت برکاتہم مدیر تحریر مجلّہ ''رشد و ہدایت'' وصدر المدرسین مدرسہ دارالعلوم تحفیظ القرآن سلٹھی مبارکپور، اعظم گڑھ کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ان ہی کی توجہ و ترغیب اور رہنمائی میں ہم نے تقاریر کی ترتیب کا کام کیا، انھوں نے نہایت قیمتی مقدمہ تحریر فرما کر ہمیں حوصلہ بخشا۔ اللہ ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین

مجھے اللہ کی ذات سے پوری امید ہے کہ ہمارا یہ مرتب کردہ گلدستہ ضرور بالضرور طلبۂ مدارس کے دلوں میں ایمان ویقین کی خوشبو بکھیرے گا، ان کی زبان کو سلاست وفصاحت کے ساتھ، حق کا پیغام سنانے پر قادر بنائے گا، وہ ''ضیاء الخطاب'' کے ذریعہ سحر آفریں خطیب بننے کی لیاقت وصلاحیت سے بہرہ ور ہوں گے ان شاء اللہ۔ اسی کے ساتھ یہ کتاب ہم دونوں مرتبین اور سبھی معاونین کے لیے اجر وثواب اور ترقیات کا باعث ہوگی۔

طالب دعا

زین العابدین غازیؔ

متعلم دارالعلوم ندوۃ العلما لکھنؤ

ساکن: اَسُرَ وَن، رام گنج ضلع سلطان پور (یوپی)

۲۵/جنوری ۲۰۱۷ء = ۲۶/ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ/یوم چہارشنبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُقَدِّمَہ

مولانا ضیاء الحق خیرآبادی
دارالعلوم تحفیظ القرآن، سِکھٹی، مبارکپور، اعظم گڈھ

تقریر وخطابت وہ عظیم الشان فن ہے جس کے ذریعہ اپنی بات کو عمدہ طریقے اور بہترین انداز میں دوسروں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، ''علماء کا یہ فریضہ ہے کہ وہ شریعت مقدسہ کو پیکر جمیل کی صورت میں عوام کے سامنے پیش کریں تا کہ وہ اس کے حسن وجمال سے متاثر ہوکر اس کی جانب لپکیں''، اور یہ بات بغیر عمدہ تقریر وخطابت کے حاصل نہیں ہوسکتی، تقریر وخطابت کی اہمیت ہر دور میں مسلّم رہی ہے اور اس دور میں جب کہ باطل کی یلغار ہر چہار طرف سے جاری ہے تو اس کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ سپہ سالاروں کی تلواروں نے وہ کام نہیں کیا جو خطباء کی شعلہ فشانیوں اور آتش نوائیوں نے کردیا، ابھی تقسیم ہند سے پہلے ہم دیکھتے ہیں کہ آسمان خطابت پر ایک سے ایک آفتاب وماہتاب جلوہ فگن تھے، انھیں کی ضیا پاشیوں کی برکت تھی کہ انگریزی حکومت کی تاریکیاں ختم ہوئیں اور آزادی کا سورج طلوع ہوا، ان میں سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، مولانا احمد سعید دہلوی، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی وغیرہ ایسے لوگ ہیں، کہ خطابت کی تاریخ انھیں کبھی فراموش نہیں کرسکتی، اردو زبان جب تک زندہ رہے گی خطابت کی محراب میں ان کا نام گونجتا رہے گا۔

تقریر وخطابت کی اسی اہمیت کے پیش نظر مدارس اسلامیہ میں دیگر علوم وفنون کی

تحصیل کے ساتھ اس کی مشق وتمرین پر بھی خاصی توجہ دی جاتی ہے، اکثر مدارس میں اس کیلئے طلباء کی انجمنیں ہیں، جس کے زیر اہتمام اساتذہ کی نگرانی میں جمعرات کو طلباء تقریروں کی مشق کرتے ہیں، ہماری مادر علمی، مشرقی یوپی کی ممتاز ومنفرد درسگاہ مدرسہ منبع العلوم خیرآباد میں......جس کا تعلیم وتربیت کی دنیا میں ایک خاص مقام اور وقار ہے......دیگر علوم وفنون کی تحصیل کے ساتھ تقریر وخطابت پر بھی خاص توجہ دی جاتی ہے۔ باقاعدگی کے ساتھ اسبوعی اور شہریہ پروگرام منعقد ہوتے ہیں، سال کے اختتام پر پوری پابندی کے ساتھ طلباء کا سالانہ پروگرام بھی ہوتا ہے، جس میں قصبہ کے لوگوں کے ساتھ قرب وجوار کی ایک بڑی تعداد طلباء کی حوصلہ افزائی کے لئے موجود رہتی ہے۔

یادش بخیر! ہم لوگوں کی طالب علمی سے بہت پہلے اور بعد تک انجمن اصلاح اللسان کی بیشتر سرگرمیاں جس ذات گرامی کی مرہون منت تھیں وہ استاذ محترم مولانا ضیاء الدین صاحب قاسمی ندوی کی متحرک وفعال شخصیت تھی، انجمن کے پروگرام کو مرتب کرنا، اس سلسلے میں طلباء کی رہنمائی کرنا، ان کے لئے تقریریں لکھنا، مکالمے تیار کرنا، اس کی مشق کرانا، ان کے اردو وعربی مجلّے کی نگرانی کرنا، ان سب میں مولانا پوری دلچسپی لیتے تھے، اور اپنے قیمتی اوقات کا بڑا حصہ بغیر کسی گرانی کے اس جذبے کے ساتھ صرف کرتے تھے کہ یہ نونہالان ملت آگے چل کر ملت کے محافظ و پاسبان بنیں۔ طلباء کی حوصلہ افزائی اور ان کے اندر آگے بڑھنے کا جذبہ وولولہ پیدا کرنا مولانا موصوف کی خاص صفت اور فن ہے۔ ایک خاص بات مولانا کے یہاں میں نے یہ دیکھی کہ کسی نے تقریر کا مطالبہ کیا، کسی نے مضمون لکھنے کیلئے کہا، کسی مکالمے کی فرمائش کی، اور اکثر ایک ساتھ یہ سارے تقاضے مولانا سے کئے جاتے تھے، لیکن مولانا نے کبھی انکار نہیں کیا، بلکہ اکثر تو اسی وقت فی البدیہہ لکھ کر دیدیا، ایسا لگتا ہے جیسے سارے موضوع ہر وقت مستحضر رہتے ہوں اور الفاظ ہاتھ باندھے کھڑے رہتے ہوں۔ اور استغنا کا عالم یہ ہے کہ جس نے مانگا لکھ کر دیدیا، کبھی اپنے کسی مضمون یا تحریر کی حفاظت کی فکر ہی نہیں کی، بلا مبالغہ مولانا کی سیکڑوں ایسی تحریریں میرے علم میں ہیں جو لکھوانے والوں نے اپنے نام سے شائع کی ہیں، لیکن مولانا ان سب سے بے نیاز لکھنے پڑھنے میں منہمک رہتے

ہیں۔مولانا کی لکھی ہوئی تقریروں کی اچھی خاصی تعداد جمع ہوچکی تھی اور اس کی اہمیت وافادیت کا بھی سب کو اعتراف واقرار تھا،لیکن مولانا کا جومزاج تھا کبھی اس کی اشاعت کا خیال بھی ان کے ذہن میں نہ آتا تھا،منجانب اللہ ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے،ایک عرصہ کے بعد مولانا کے شاگردوں ومتعلقین کے ذہن میں یہ بات آنے لگی کہ ان تقاریر کو شائع کرنا چاہئے،چنانچہ اس سلسلے میں پیش رفت ہونے لگی۔

اللہ جزائے خیر دے مولانا کے شاگرد رشید مولانا حافظ آفتاب عالم صاحب زاہد رہتاسی کو......جو اپنے زمانے میں منبع العلوم کے ممتاز طلباء میں سے تھے........اللہ نے دولت وثروت سے بھی ان کو نوازا تھا، انھوں نے سب سے پہلے مولانا کی تقریروں کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا، ورنہ اس وقت تک نہ جانے کتنی تقریریں ضائع ہوچکی تھیں، ان کو جتنی تقریریں دستیاب ہوئیں، اس کا مجموعہ انھوں نے ''**سحر البیان**'' کے نام سے ۱۹۹۵ء میں شائع کیا، یہ ان کے خلوص کی برکت تھی کہ اللہ نے اسے قبول دوام عطا فرمایا اور ان کی بنائی ہوئی راہ پر چل کر بعد کے لوگوں نے متعدد مجموعے مرتب کر کے شائع کئے۔اس مجموعے میں کل ۲۰؍تقریریں ہیں، اور یہ ۲۰۴؍صفحات پر مشتمل ہے۔اب تک اس کے بیسوں اڈیشن شائع ہوچکے ہیں۔مولانا اپنے اس اولین مجموعۂ تقاریر کے بارے میں لکھتے ہیں:

''زیر نظر کتاب ''سحر البیان'' کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں، یہ بعض دوستوں اور عقیدت مند شاگردوں کے دل کی صدائے بازگشت ہے........خوش عقیدگی کے باعث یہ لوگ مجھ سے تقریریں لکھواتے رہے، شدہ شدہ تقاریر کی خاصی مقدار جمع ہوگئی تو اسے کتابی شکل دینے پر بضد ہوگئے۔انھیں محبین ومخلصین کی سعی وکوشش سے یہ تقریری مجموعہ تیار ہوگیا جو قلم برداشتہ لکھی گئی ہیں........بہر حال یہ حقیر پیش کش ہے جو محض طلبہ کی فکری وداعیانہ صلاحیتوں کی درستگی کے لئے کی گئی۔اللہ رب العزت اسے طالبان علوم نبویہ کے لئے مفید وکارآمد بنائے اور میرے لئے ذخیرۂ آخرت۔ ورنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

مولانا آفتاب عالم رہتاسی کے بعد مولانا کے کئی شاگردوں کو اس کا حوصلہ ہوا کہ تقریروں کو جمع کریں، چنانچہ سحر البیان کی اشاعت کے دوسال بعد ۱۹۹۷ء میں مولانا داؤد

سہرساوی نے ''سحر اللسان'' کے نام سے دوسرا مجموعہ شائع کیا، اس میں کل ۱۵ر تقریریں ہیں اور اس کے صفحات ۱۹۲ ہیں۔

اس مجموعہ کے دو سال بعد مولانا سرفراز احمد گریڈیہہ کی عنایت وتوجہ سے تیسرا مجموعہ ''سحر الکلام'' کے نام سے ۱۹۹۹ء میں شائع ہوا، اس میں کل ۱۵ر تقریریں ہیں، جس میں نویں تقریر مرتب نے کسی اور کی شامل کی ہے۔ اس کے صفحات ۱۲۳ ہیں، اس میں بڑی کمی یہ ہے کہ فہرست نہیں ہے۔

چوتھا مجموعہ ''اصلاح البیان'' کے نام سے ۲۰۰۰ء میں شائع ہوا، جس کے مرتب مولانا محمد کلیم اللہ چمپارنی ہیں، اس میں ۱۷ر تقاریر ہیں، اس کے صفحات ۲۵۶ ہیں، اس میں ۴ر تقاریر مولانا عبدالرزاق قاسمی گریڈیہہ کی ہیں۔

پانچواں مجموعہ ''اصلاح اللسان'' ہے، مولانا محمد کلیم اللہ چمپارنی اور مولانا فیضان احمد اعظمی کی ترتیب کے ساتھ ۲۰۰۰ء میں شائع ہوا، اس میں کل ۲۰ر تقریریں ہیں، دوسرے مجموعہ کی طرح یہ بھی فہرست سے خالی ہے، جو ایک کمی ہے۔ اس کے صفحات ۱۶۴ ہیں۔

چھٹا مجموعہ ۲۰۰۱ء میں ''اصلاح الکلام'' کے نام سے شائع ہوا، اس کے مرتب مولانا ڈاکٹر محمد ارشد اعظمی (فیملی ہیلتھ لال گنج) اور مولانا ثاقب اختر اعظمی ہیں، اس میں ۱۸ر تقریریں ہیں، یہ ۱۵۲ر صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں مرتب نے عرض مرتب میں مولانا کی تقاریر کا بہت عمدہ تعارف کرایا ہے۔

ساتواں مجموعہ ''ضیاء اللسان'' ۲۰۱۳ء میں شائع ہوا، اس کے مرتب مولانا کے صاحبزادے مولانا راشد عمار اور ان کے دوست مولانا عبداللہ عدنان ہیں، اس میں کل ۱۹ر تقریریں ہیں، آخری تقریر راشد عمار سلمہ کی مرتب کی ہوئی ہے۔ اس کے صفحات ۱۳۶ ہیں، یہ عام کتابی سائز پر چھپی ہے، اس کے علاوہ سارے مجموعے چھوٹی سائز پر چھپے تھے۔

آٹھواں مجموعہ ''ضیاء البیان'' ۲۰۱۵ء میں شائع ہوا، اس کے مرتب بھی مولانا کے صاحبزادے مولانا راشد عمار اور ان کے دوست مولانا عبداللہ عدنان ہیں، اس میں کل ۲۰ر تقریریں ہیں، اس کے صفحات بھی ۱۳۶ ہیں، یہ بھی عام کتابی سائز پر چھپی ہے۔

اب یہ نواں مجموعہ ''ضیاء الخطاب'' کے نام سے ۲۰۱۷ء میں شائع ہورہا ہے، اس کے مرتب بھی مولانا کے صاحبزادے مولانا راشد عمار اور مولانا زین العابدین سلطان پوری ہیں، اس میں کل ۲۴ر تقریریں ہیں، اس کے صفحات ۱۷۶ ہیں۔

مولانا اردو اور عربی دونوں زبان میں لکھتے رہتے ہیں، عربی تقاریر کا بھی ایک مجموعہ ''الخطب الضیائیة'' کے نام سے ۲۰۱۵ء میں شائع ہو چکا ہے، اس کے مرتب مولانا مفتی جنید احمد القاسمی ہیں، جو خود بھی عربی زبان وادب کا اچھا ذوق رکھتے ہیں۔ اس میں کل ۲۴ر تقریریں ہیں، یہ ۱۱۲ر صفحات پر مشتمل ہے، اور عربی خطابت وتقریر کے مجموعے میں ایک اہم اضافہ ہے۔

مولانا سے استفادہ کرنے والوں کی ایک بھیڑ ہے، جیسا کہ میں نے پہلے لکھا کہ مولانا نے افادہ کے سلسلے میں کبھی کسی قسم کے بخل سے کام نہیں لیا، جس نے جب تعاون چاہا مولانا پوری بشاشت کے ساتھ اس کا تعاون کرتے۔ دوسرے طلباء نے مولانا سے کتنا استفادہ کیا اور کس قدر فیض حاصل کیا اسے تو وہی بتا پائیں گے، میرے اوپر مولانا کی عنایت وتوجہ اس وقت سے ہے جب میں پرائمری درجات میں تھا، اسی وقت سے مجھے مطالعہ کا بہت شوق تھا، ہر قسم کی کتابیں اور رسالے پڑھتا تھا، پابندی سے لائبریری جاتا تھا، مولانا نے یہ دیکھا تو بہت تحسین کی اور حوصلہ افزائی فرمائی، انھیں نے پہلی مرتبہ لکھنے کی ترغیب دی اور قلم پکڑنا سکھایا، پرائمری درجہ پانچ کے زمانے میں مولانا کی رہنمائی میں کئی مضامین لکھے جو دہلی سے نکلنے والے بچوں کے مشہور رسالہ ''پیام تعلیم'' میں شائع ہوئے، یہ ۱۹۸۸ء سے ۱۹۹۰ء کے درمیان کی بات ہے، اسی وقت میں نے مولانا کا انٹرویو بھی لیا، جو پیام تعلیم میں چھپا، اس پر مجھے سو روپئے کا انعام بھی ملا تھا۔ اس کے بعد تحریر کی مشق وتمرین کا سلسلہ چلتا رہا، فارسی اور عربی اول کے زمانے میں مولانا تقریریں لکھ کر دیتے رہے، جس سے تقریر وخطابت کی مشق ہوتی رہی، لیکن مجھے تقریر وخطابت سے زیادہ تحریر وانشا سے دلچسپی رہی، اس لئے اسی طرف توجہ زیادہ رہی۔ بعد میں اللہ نے محض اپنے فضل سے استاذی واستاذ العلماء حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی علیہ الرحمہ جیسی عظیم وباکمال شخصیت کی خدمت بابرکت میں پہنچادیا

جہاں بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا، اس کی ایک الگ داستان ہے۔ میری تحریری کاوش انھیں دونوں بزرگوں کی محنت اور توجہ کا نتیجہ ہے۔ باری تعالیٰ انھیں اپنے شایان شان اجر عطا فرمائے۔ آمین

مولانا سے جو ربط وتعلق آج سے تیس سال پہلے قائم ہوا تھا آج بھی الحمدللہ ویسے ہی قائم ہے، مولانا کی وہی شفقت وتوجہ آج بھی اس سیہ کار پر اسی طرح باقی ہے، جو کہ روز اول تھی۔ آج بھی جب کسی قسم کی رہنمائی اور تعاون کی ضرورت پڑتی ہے تو بے تکلف مولانا کے دَر پر حاضر ہوتے ہیں اور تین دہائی پہلے والی صورت آج بھی موجود رہتی ہے۔ آج جب مولانا نے حکم دیا کہ ان کے اس دسویں مجموعہ تقاریر پر مقدمہ لکھ دوں تو جو کچھ ذہن میں آتا گیا بے تکلف لکھتا گیا اس میں کسی قسم کے تصنع، آورد اور عبارت آرائی کا دخل نہیں، بس یہ جذبات دل ہیں جنھوں نے نقوش وحروف کی شکل اختیار کر لی ہے:

حدیث عشق خوش بود است وشبلی خوشترک کرد است
شنیدن می تواں زیں حرف رنگین داستانے را

یہ مولانا کا دسواں مجموعہ تقاریر ہے، جو زیور طباعت سے آراستہ ہو رہا ہے، اس سے پہلے اردو کے آٹھ اور عربی کا ایک مجموعہ شائع ہو چکا ہے، میرا ارادہ ہے کہ تمام مجموعوں کو سامنے رکھ کر تین ساڑھے تین سو صفحات پر مشتمل ایک جامع انتخاب تیار کروں، اور اس میں گوشۂ اطفال وگوشۂ خواتین کا کالم بھی رکھوں جس میں بچوں اور بچیوں کے لئے دس دس مختصر تقاریر ہوں، جو زیادہ سے زیادہ چار پانچ منٹ کی ہوں۔ انشاء اللہ اِس کی طباعت کے بعد اُس پر کام شروع ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ صحت وعافیت کے ساتھ مولانا کے سایۂ شفقت کو ہمارے سروں پر باقی رکھیں اور ان کے فیوض علمیہ سے مستفید فرمائیں۔

ضیاء الحق خیر آبادی
دار العلوم تحفیظ القرآن، سِکھٹی، مبارکپور، اعظم گڈھ
۲۰؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۸ھ مطابق ۱۸؍ فروری ۲۰۱۷ء شنبہ

تقریظ بلیغ

گرامی قدر حضرت مولانا **وسیم احمد** صاحب قاسمی دامت برکاتہم
مدیر تحریر مجلّہ ترجمان شیراز ہندو استاذ شعبہ عربی جامعہ حسینیہ جون پور، یوپی

تقریر و خطابت کا یہ خوب صورت گلدستہ بنام ''ضیاء الخطاب'' استاذ محترم حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب قاسمی ندوی خیرآبادی کے رشحات قلم کا فیض بے مثال ہے، اس سے پہلے اردو اور عربی تقریروں کے کئی شاہکار مختلف ناموں سے منظر عام پر آچکے ہیں، جن سے اہل علم بالخصوص طلبۂ مدارس واقف ہیں؛ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ آج اکثر نوجوان مقررین جو میدان خطابت میں کچھ بھی اپنی شناخت رکھتے ہیں، وہ حضرت مولانا کی تصنیفات سے استفادے کا انکار نہیں کر سکتے۔

مولانا راشد عمار قاسمی، حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب ندوی کے فرزند ارجمند ہیں، الولد سر لأبیہ کا مصداق ہیں، لکھنے پڑھنے کا ذوق رکھتے ہیں، اپنے والد محترم کی تقریر و تحریر کو جو بلاشبہ ہزاروں عنوانات کے تحت بے شمار صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں، زیورِ طبع سے آراستہ کرنا اور اہل علم کی خدمات میں پیش کرنا ان کی ترجیحات میں شامل ہے۔

یہ تقریری مجموعہ جو نادر و نایاب مضامین پر مشتمل ہے، انداز تحریر گزشتہ کتابوں کی طرح دل نشیں اور اچھوتا ہے، بلکہ بڑھ کر ہے، مولانا راشد عمار صاحب قاسمی کی توجہ اور کوشش سے آپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے، جس میں خاص کر عزیزم زین العابدین سلطان پوری متعلم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، عزیزم قاری محمد تابش خیرآبادی اور عزیز القدر عبداللہ فرحان بن مولانا کمال اختر صاحب خیرآبادی نے تعاون کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو صفت خلیلی اور ذبیحی سے نوازیں اور اس گلدستہ علمی کو قبولیت عامہ عطا فرمائیں اور ہم سب طالب علموں کے لیے استفادہ کو آسان بنائیں۔ آمین

وسیم احمد قاسمی شیروانی

خادم تدریس جامعہ حسینیہ لال دروازہ جون پور (یوپی)

تعارف

عالی مرتبت جناب **ڈاکٹر محمد اکرم** صاحب ندوی دامت برکاتہم
آکسفورڈ، برطانیہ

ہماری پس ماندگی زبان زد خاص و عام ہے، ہر صحافی، مقرر و شاعر اس ادبار کا داستان سرا، اور اس کے حل کے لیے بے چین اور فکر مند ہے، پر بہت کم نفوس ایسے ہیں جو تخلف وزوال کے اسباب وعلل کی تفتیش کر کے اس کے علاج کی کوشش کرتے ہیں، سطحی، کم ظرف و پُرغرور لوگوں کی نگاہیں صرف سیاسی کمزوری، سیم وزر کی قلت اور مادی طاقت کے فقدان کی طرف جاتی ہے اور مسلسل ناکامی کے باوجود انھیں عبرت حاصل نہیں ہوتی:

بشر کی سادہ لوحی تجربوں سے بھی نہیں جاتی
ذرا شب مسکرائی اور یہ سمجھا سحر آئی

اہل علم ودانش اور انسانی تاریخ کے ماہرین جانتے ہیں کہ ان چیزوں کا قوموں کے عروج وزوال سے صرف جزئی بلکہ بسا اوقات وہمی تعلق ہوتا ہے، خاص طور سے امت مسلمہ جس کے عناصر ترکیبی دوسرے اقوام وشعوب سے مختلف ہیں اور جس کی علت غائی منفرد وعدیم المثال ہے، اسے غیروں پر قیاس کرنا اس کی بیماری بڑھانا اور اس کے مسائل دوچند کرنے کے مرادف ہے۔ آج خدا سے بغاوت، عبادت میں کوتاہی، علم کی کمی، راہ عمل سے فرار اور اخلاقی زوال کے جو آثار ومظاہر ہیں ان کی موجودگی میں کسی اصلاح کی توقع اور کسی عروج کی امید، ریت پر محل تعمیر کرنے اور شیخ چلی کے منصوبوں سے زیادہ خود فریبی، دیدہ حیرانگی، بلکہ کور بینی ہے: کجا بود منزل کجا تاختم

ان مایوس کن حالات میں اللہ کے کچھ بندے اس کی کتاب مقدس، اس کے نبی

صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات اور تاریخ ملل واقوام کی روشنی میں، صحیح اسباب وعلل کی تحقیق کرکے، ادبار وزوال کے مرض مزمن کے علاج کے لیے کوشاں ہیں، اور اس امت کو اس کا اعتماد واعتبار واپس کرنے کی جد وجہد میں مصروف اور اس کے لیے ان تمام طریقوں اور ذریعوں کا استعمال کرتے ہیں جو اس راہ میں معاون ہو سکتے ہیں۔

ہم ابھی اور بھی کچھ روز پریشاں ہوں گے
کام مشکل ہیں تو مشکل ہی سے آساں ہوں گے

ان ذرائع میں ایک اہم ذریعہ، خطابت ہے۔افراد ومعاشرہ کی اصلاح اور انسانی واسلامی قدروں کو راسخ کرنے میں تقریروں اور خطبوں کا جو کردار ہے اس سے کون انکار کرسکتا ہے؟ تقریر وخطابت کی اس تاثیر کا نتیجہ ہے کہ خدا کے پیغمبروں نے بھی اسی کے ذریعہ دعوت واصلاح کا کام لیا، سلف صالح اور ہر عہد کے علمائے ربانیین نے وعظ گوئی سے افراد اور معاشروں کے اندر حیرت انگیز تبدیلیاں پیدا کیں، ان میں بعض وہ ماہرین فن تھے جن کے مسحور کن مواعظ بجلی کا اثر رکھتے تھے اور جن کے الفاظ وکلمات دلوں کو گرماتے اور روحوں کو تڑپاتے تھے، ان میں ایک نام امام ابن الجوزیؒ کا ہے، جن کے متعلق مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ رقم طراز ہیں:

”ان کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ان کے انقلاب انگیز مواعظ اور مجالس درس ہیں، ان مجالس وعظ نے سارے بغداد کو زیروزبر کررکھا تھا، خلفاء وسلاطین، وزراء اور اکابر علماء ان میں بڑے اہتمام اور بڑے شوق سے شرکت کرتے، ہجوم کا یہ حال تھا کہ ایک ایک لاکھ آدمی ایک ایک وعظ میں شمار کئے گئے ہیں، دس پندرہ ہزار آدمیوں سے تو کسی طرح کم نہ ہوتے۔تاثیر کا یہ عالم تھا کہ لوگ غش کھا کھا کر گرتے، وجد وشوق میں گریبان پھاڑتے، لوگوں کی چیخیں نکل جاتیں، آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں، توبہ کرنے والوں کا کچھ شمار نہ تھا، اندازہ کیا گیا ہے کہ بیس ہزار یہودی اور عیسائی ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور ایک لاکھ آدمیوں نے توبہ کی“۔

[تاریخ دعوت وعزیمت، ج:۱، ص:۲۳۲، ۲۳۳]

نہایت تکلیف دِہ امر ہے کہ آج اس میدان میں جاہل، گمراہ اور پیشہ ور مقررین کا تسلط اور غلبہ ہے، جو موضوع احادیث وخرافات پر مشتمل صدیوں پرانے مواعظ کو دہراتے رہتے ہیں، مسلمانوں نے احادیث وروایات کی تحقیق میں عظیم کارنامے انجام دیئے ہیں، اور اسی طرح انسانی دنیا نے علوم وفنون کے ہر میدان میں ایسی برق رفتار ترقی کی ہے کہ نہ تاریخ اس کی کوئی مثال پیش کرسکتی ہے اور نہ انسانوں کی قوت واہمہ اس کا تعاقب کرسکتی ہے؛ لیکن ہندوستان کے مقررین وواعظین عروج وزوال کے ہر فلسفہ سے بے نیاز ہیں اور اصول ارتقا سے غافل وبے خبر، انھیں اپنے ماحول اور وقت کی ضرورت کا احساس نہیں اور نہ کوئی اصلاح وتبدیلی مقصود، بلکہ عام طور پر وعظ گوئی وخطابت کی حیثیت صرف تفریح طبع، تسلی خاطر ولذت گوش کی ہے۔

ضرورت تھی کہ دین کے دوسرے شعبوں: تدریس وتعلیم اور تصنیف وتالیف کے ساتھ، صحیح العقیدہ، علوم قرآن وسنت میں رسوخ سے متصف ماہر فن علما اس طرف بھی توجہ دیتے، نئی نسل کی صحیح تربیت کرتے اور نوجوانوں کو خطابت ووعظ کے لیے تیار کرتے۔ خوشی کی بات ہے کہ برصغیر کے ایک ثقہ عالم برادر مکرم مولانا ضیاء الدین صاحب قاسمی ندوی نے اس خلا کو پُر کیا اور اس موضوع پر متعدد مجموعے تیار کرکے تقریر وخطابت سے دلچسپی رکھنے والے طلبہ وعلما کی خدمت کی، ان میں تازہ مجموعہ ''ضیاء الخطاب'' ہے۔ یہ تقریریں جہاں ایک طرف مولانا کی شخصیت وفکر کی عکاسی کرتی ہیں، وہیں دوسری طرف ان سے موصوف کے کمالات وفضائل کا اندازہ ہوتا ہے۔

مولانا ضیاء الدین صاحب کی شخصیت علمی حلقوں میں معروف ہے، چونکہ موصوف میرے ہم درس ہیں، ندوۃ العلما میں طویل رفاقت رہی ہے اور ان کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا ہے؛ اس لیے ان سے قریبی واقفیت ہے۔ اور یہاں ان کی بعض خصوصیات کی طرف اشارہ فائدے سے خالی نہیں ہوگا۔

ایک اہم خصوصیت حصول علم کی جد وجہد اور ہل من مزید کی تڑپ ہے، دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے باوجود ندوۃ العلما کے اساتذہ اور ماحول سے استفادہ کیا اور تقریباً

پانچ سال ندوہ میں قیام کیا، اور علم وفضل کا حجاب، استفادہ کی راہ میں حائل نہیں ہوا۔ جب کہ علمی ترقی کی راہ میں ایک اہم رکاوٹ پندار عام اور غرور ہے۔ دوسری اہم خصوصیت شرافت نفسی، سادگی، فروتنی اور خاکساری ہے۔ یہ وہ اہم خصوصیت ہے جو آج کمیاب سے کمیاب ہوتی جارہی ہے، اور افسوس اس کا ہے کہ قائدین ملک وملت اور علما ودانشوروں میں یہ صفت عنقا ہے، یہ فضائل انسان سازی کے لیے علم سے زیادہ اہم ہیں، کاش کہ ملک وملت کی کسی خدمت سے پہلے اہل علم ودانش ان کے حصول کی طرف توجہ کرتے!۔ اور تیسری خصوصیت افادہ اور نفع رسانی کا حقیقی اور مخلصانہ جذبہ ہے۔ تقریباً تیس سال سے موصوف تدریس وتصنیف اور طلبہ کی تعلیم وتربیت میں مشغول ہیں، جس کا نتیجہ ہے کہ شاگردان گرامی وفیض یافتگان کی ایک بڑی تعداد ملک کے طول وعرض میں پھیل کر دین وملت کی خدمت کا فریضہ انجام دے رہی ہے۔

مولانا ضیاء الدین صاحب کی تقریروں کے مجموعے ایک عرصہ سے علما وطلبہ کے درمیان مقبول ہیں، ان تقریروں سے کتنے لوگوں نے وعظ گوئی سیکھی اور فن خطابت میں ملکہ پیدا کیا، مولانا وسیم احمد قاسمی مدیر مجلّہ ''شیراز ہند'' تقریظ میں فرماتے ہیں:

> ''آج اکثر نوجوان مقررین جو میدان خطابت میں کچھ بھی اپنی شناخت رکھتے ہیں، وہ حضرت مولانا کی تصنیفات سے استفادے کا انکار نہیں کر سکتے''۔

برادر عزیز زین العابدین سلطانپوری کے الفاظ میں:

> ''آج ہندوستان کے اکثر دینی اداروں، تعلیمی مراکز اور عربی مدارس میں ان کی مقبول عام کتابیں موجود ہیں، جو مقبولیت ان کی کتابوں کو اللہ رب العزت نے دی ہے وہ ایک مثال ہے''۔

موصوف کے قلم میں اہل علم وحکمت کی متانت وسنجیدگی کے ساتھ، ایک ماہر فن خطیب کا جوش اور ولولہ موجود ہے، جو سامعین کو صحیح سمت میں رکھتے ہوئے جرأت جدوجہد سے ہم آہنگ کرتا ہے، تقریروں کے مضامین وقت کے مناسب اور سامعین ومخاطبین کے حالات وضروریات کے مطابق ہیں، اگرچہ تقریریں عمیق علمی مباحث کی متحمل نہیں ہوسکتی

ہیں؛اس کے باوجود موصوف کا یہ کمال ہے کہ انھوں نے عام واعظین ومقررین کی روش سے ہٹ کران تقریروں کے ذریعہ تعلیم یافتہ طبقہ کی ذہن سازی اور صحیح اسلامی فکر کی اشاعت کے فریضے کی ادائیگی بڑی خوبی سے کی ہے۔

ایک تقریر کا عنوان ہے:''توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے''،اس تقریر میں بڑے دلنشیں انداز میں توحیداور شرک کی حقیقت بیان کی ہے،اور کتنی جامعیت اور خوبی کے ساتھ شرک کے متعلق عقیدہ وکلام کے طویل مباحث کواس مختصر جملے میں سمیٹ دیا ہے:

''شرک کی ہر قسم مبغوض وناپسندیدہ ہے،شرک فی العبادت بھی حرام،شرک فی العادت بھی حرام،شرک فی التصرف بھی حرام،شرک فی الذات بھی حرام،شرک فی الصفات بھی حرام ہے''۔

اس تقریر میں سامعین وقارئین کواس مہتم بالشان مسئلہ کی تفصیلات جاننے کا شوق پیدا کرتے ہوئے، برصغیر میں تصنیف کی گئی اس موضوع کی اہم ترین کتاب سے رشتہ جوڑتے ہوئے فرماتے ہیں:

''تفصیل مطلوب ہوتو تقویت الایمان پڑھئے''۔

''محمد عربی ﷺ رسول انقلاب'' کے عنوان سے ایک تقریر میں میلاد النبی کے مواعظ اور رسمی تقریروں سے بلند ہوکر نبی کریم ﷺ کے ذریعہ برپا کئے گئے صحیح انقلاب کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے گویا ہیں:

''انقلاب محمدی نے دلوں کو جوڑا،رشتوں کو جوڑا،لوگوں کو جوڑااور بنیانٌ مرصوص بنادیا،سب کچھ اسلامی رنگ میں رنگ دیا،لہٰذا تجارت بھی اسلامی بن گئی،کاروبار میں بھی اسلامی رنگ آ گیا،زراعت بھی اسلامی،معاشرت بھی اسلامی،آداب بھی اسلامی،لباس بھی اسلامی،کلام بھی اسلامی اور چال ڈھال بھی اسلامی''۔

جوفلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلادیا چند اشاروں میں

عوام بلکہ بہت سے خواص کے ذہنوں میں محبت رسول کا مفہوم کتنا تنگ وغیر واضح

ہے، بلکہ کس قدر تحریف و بے اعتدالی کا شکار ہے، اس کا ہمہ وقت تحریروں اور تقریروں میں مظاہرہ ہوتا رہتا ہے۔ اس کے صحیح معنی کی تشریح کرتے ہوئے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عنوان سے ایک تقریر میں یہ حقیقت اس طرح واضح کی ہے:

صحابہ کی محبت سچی محبت تھی، وہ محبت جو اطاعت کا سلیقہ سکھاتی ہے، عبادت کا ذوق پیدا کرتی ہے، محبوب کی اداؤں کو اپنانے کا جذبہ پیدا کرتی ہے اور محبوب کو نمونۂ عمل بنا دیتی ہے۔

صحابہ کرام کی عظمت ایمان کا ایک حصہ ہے، اس کے بغیر دین کا اتباع ناممکن ہے۔ اس پر مصنف نے اچھی طرح روشنی ڈالی ہے اور کتنی خوبی کے ساتھ صحابی کی تعریف اور فضائل کا خلاصہ پیش کیا ہے:

''سراپائے رسول کا دیدار کرنے والا، حالت ایمان میں لقائے رسول سے شرف یاب ہونے والا ہر فرد، مقام صحابیت پر فائز ہے اور اس کائنات ارضی پر انبیاء و مرسلین علیہم الصلاۃ والتسلیم کے بعد سب سے بہتر و افضل ہے''۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اہل سنت والجماعت کے تاریخ نویس وسوانح نگار بھی بخل سے کام لیتے ہیں، اس مجموعہ میں اس کی تلافی ہے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت شان کے عنوان سے ایک تقریر میں فرماتے ہیں:

''حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کو کاتبین وحی صحابہ میں ممتاز جگہ عطا فرمائی، یہ امیر معاویہ کی صداقت وامانت، احساس ذمہ داری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر حد درجہ اعتماد و بھروسہ اور خود امیر معاویہ کا رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے غایت درجہ محبت کرنے کا ایسا ثبوت ہے، جس کو کوئی رد نہیں کر سکتا''۔

عام طور سے مسائل ومشکلات کے حل کے لیے لوگ انسانی افکار وتجربات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ مولانا موصوف نے ''ہماری مشکلات کا قرآنی حل'' کے عنوان سے ایک تقریر میں کتنی قیمتی بات کی طرف رہنمائی کی ہے:

''ایسے خطرناک ترین دور میں اگر ہم کو کہیں نجات مل سکتی ہے تو قرآن کریم کے سایہ میں''۔

اسی طرح خدا کے محبوب بندوں اور مبغوض بندوں کی پہچان کے لیے قرآن کریم کو معیار قرار دیتے ہوئے ''اللہ کے محبوب ومبغوض بندوں کی پہچان'' کے عنوان سے ایک تقریر میں فرماتے ہیں:

''قرآن کریم جو ہمارے لیے اصول بندگی اور قانون زندگی ہے، جو ہمارے لیے کسوٹی کا درجہ رکھتا ہے کہ قیامت کے دن اسی قرآن کریم پر بندوں کو پرکھا جائے گا، وہ کتاب مبین خاصان خدا کی فہرست جاری کرتا ہے''۔

ہندوستان میں جہیز نے جو تباہی مچا رکھی ہے اور جس طرح حرص ولالچ نے کتنے گھروں اور خاندانوں میں آگ لگائی ہے، اس سے ہر صاحب دل فکرمند ہے۔ مولانا موصوف نے اس مسئلہ کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے ''جہیز کی لعنت'' کے عنوان سے ایک تقریر اس مجموعہ میں شامل کی ہے؛ تاکہ مقررین اس مسئلہ پر خصوصی توجہ کریں اور اسے معاشرہ کی اصلاح کے ضمن میں کی جانے والی کوششوں کا موضوع بنائیں۔ اس تقریر میں گویا ہیں:

''جہیز کی لعنت کا اثر اور نقصان کہ آج شادی خانہ آبادی نہیں بربادی ہے''۔

مدارس کا کردار کیا ہے؟ عام طور سے اسے نظرانداز کیا گیا ہے، بلکہ مدارس کے بہت سے فارغین بھی مدارس کے مقاصد سے صحیح طور سے واقف نہیں ہیں؛ اس لیے اس وقت مدارس اور مدارس کے نصاب کی اصلاح کی جو کوشش کی جارہی ہے، وہ مدارس کو اس کے حقیقی مقصد سے جدا کرنے کی ایک خطرناک مہم ہے۔ ''مدارس اسلامیہ کی ضرورت واہمیت'' کے عنوان سے ایک تقریر میں کتنی عمدہ اور بلند پایہ بات کی ہے:

''وہ انسان تیار کئے جاتے ہیں جو عبد کامل ہوتے ہیں، جو اللہ کے مطلوب ومحبوب انسان ہوتے ہیں، جن کے دل ودماغ میں انسانیت کا احترام اور آدمیت کا اکرام ہوتا ہے''۔

صدیوں سے ہمارے معاشرہ میں عورتوں کو علم وتعلیم اور دعوت واصلاح کی عظیم

ذمہ داریوں سے بے تعلق کر دیا گیا ہے۔ ''معاشرہ کی اصلاح میں خواتین کا کردار'' کے عنوان سے ایک تقریر میں فرماتے ہیں:

''اسلام نے نہ صرف عورت ذات کو انسان مانا اور آدم وحوا کی بیٹی کہا؛ بلکہ اس کو اس کے تمام حقوق عطا کئے، اس کی اہمیت کا احساس پیدا کیا، اور مردوں کے ساتھ ساتھ عورت کو بھی معاشرہ کی تشکیل اور ترتیب میں برابر کا شریک ٹھہرایا''۔

اس مجموعہ میں مولانا موصوف نے اصلاح وتربیت کے ہر موقع کو استعمال کیا ہے؛ چنانچہ ''یوم جمہوریت اور آزاد ہندوستان'' کے عنوان سے ایک تقریر میں یاددہانی کی ہے:

''یوم جمہوریت ہم سب سے فریاد کرتا ہے کہ تم نے کس کے ہاتھوں میں ملک کو سونپ دیا؟ کن بے ایمانوں، گھپلہ بازوں، لٹیروں کو اپنا پاسبان بنادیا ہے؟''

یہ تقریریں مدلل ہیں، علم صحیح، روح عمل اور حکمت ودانش پر مشتمل ہیں، ان موضوعات سے متعلق ہیں جن کی ہندوستان کے ماحول میں سخت ضرورت ہے، ہر مضمون میں ایک درد شورانگیز ہے اور ہر بیان میں زندگی اور تازگی ہے۔

ہم مولانا ضیاء الدین صاحب کے شکرگزار ہیں کہ انھوں نے اس مفید سلسلے کو جاری کر کے قوم کی عظیم خدمت کی ہے۔ امید ہے کہ علما اور طلبہ اس مخلصانہ کوشش کی قدر کریں گے اور اس سے کما حقہ استفادہ کریں گے۔ **وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسوله الكريم، وعلى آله وصحبه أجمعين.**

ڈاکٹر محمد اکرم ندوی

آکسفورڈ، برطانیہ

تأثر بلیغ

گرامی منزلت حضرت مولانا حشمت اللہ صاحب ندوی مدظلہ العالی
سابق استاذ ادب عربی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، مقیم حال قطر

برادر محترم جناب مولانا ضیاء الدین قاسمی ندوی کے مجموعہ تقاریر ''ضیاء الخطاب'' پر برادرم ڈاکٹر محمد اکرم صاحب ندوی کی ''تحریر'' گراں قدر، پُر اثر اور بڑی جامع ہے، اس میں انھوں نے اس مجموعہ کی تمام خصوصیات کا احاطہ اور صاحب مجموعہ کے علمی کمالات، دینی، علمی، دعوتی سرگرمیوں اور تعلیمی خدمات کا تذکرہ بڑے دلکش اور پُر خلوص انداز میں حقیقت پسندی کے ساتھ کیا ہے۔

برادر محترم مولانا ضیاء الدین صاحب دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ہمارے رفیق درس تھے، ہم نے کئی سال ایک ساتھ پڑھا اور ساتھ رہے، وہ زمانہ طالب علمی میں بڑے محنتی، ذہین، سنجیدہ، اپنے اساتذہ کرام کا احترام کرنے والے، ملنسار، خوش اخلاق، متواضع اور دین دار طالب علم تھے، انھوں نے دارالعلوم کے علمی ماحول اور اساتذہ کرام کی رہنمائی سے خوب فائدہ اٹھایا، درسی کتب کے علاوہ خارجی مطالعہ سے بھی انھیں دلچسپی تھی، اس وقت بھی وہ اچھے مضمون نگار اور پُر جوش مقرر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنے دین اور علم دین کی خدمت کا موقع دیا، فراغت کے بعد ہی وہ تدریس سے وابستہ ہوگئے اور تا حال مسلسل اپنے علم وفضل سے تشنگان علم وعرفان کو فیض یاب کر رہے ہیں اور ان کی دینی، علمی اور فکری رہنمائی کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

میں نے ان کے مجموعہ تقاریر پر جب ایک نظر ڈالی تو ایسا محسوس ہوا کہ وہ ایک سچے

مومن کے دل کی آواز ہے، جو توحید کا علم بردار، داعی الی الخیر اور شرک و بدعت اور غلط رسم و رواج کے خلاف شمشیر برہنہ ہے۔ عام طور پر پیشہ ور مقررین اور واعظین اپنے مواعظ میں زور اور اثر پیدا کرنے کے لیے فرضی واقعات بناتے اور سناتے ہیں؛ تاکہ سامعین سے دادِ تحسین وصول کریں اور اپنی صلاحیت کا لوہا منوائیں، ایسی تقریروں کا اثر دیرپا نہیں ہوتا، لوگ جب حقیقت حال سے واقف ہوجاتے ہیں تو ان واعظین سے بھی دور ہوجاتے ہیں۔

اس کے برعکس ''ضیاء الخطاب'' اسم بامسمیٰ ہے، اس میں زور خطاب بھی ہے اور زبان و بیان کی حلاوت بھی، ہر بات مدلل اور ہر واقعہ مستند ہے؛ اس لیے یہ مجموعہ طلبہ اور علما کے لیے قیمتی علمی تحفہ ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی خدمت اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(مولانا) حشمت اللہ ندوی
سابق استاذ ادب عربی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
مقیم حال قطر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ. وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ. مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ. أَمَّا بَعْدُ:

فأعوذ باللّٰه من الشيطٰن الرجيم، بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم

﴿وَقَالَ اللّٰهُ لاتَتَّخِذُوْا إِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ، إِنَّمَا هُوَ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ، فَإِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ﴾

[سورہ حجر، آیت:۵۱]

توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے آساں نہیں مٹانا نام ونشاں ہمارا

صدر محترم وعزیزانِ ملت!

اللہ رب العالمین نے اس کائنات میں، انسان وجنات کی تخلیق اس لیے فرمائی ہے کہ اس کی الوہیت ووحدانیت پر ایمان لاکر، اپنی اطاعت وبندگی کو صرف ایک اللہ کے لیے خاص کرلیں، اسی میں زمین وآسمان کی اصلاح اور انسان وجنات کی فلاح ہے، توحید باری تعالیٰ ہی تمام عبادات کی اصل روح ہے، غیر اللہ کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت میں شریک کرنا سب سے بڑا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ [لقمان] لہذا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے بڑے سے بڑا گناہ بخش سکتا ہے، لیکن اس کا شرک جیسا عظیم گناہ کسی بھی حالت میں نہیں بخشا جائے گا۔ ارشاد خداوندی ہے: ﴿إِنَّ اللّٰهَ لايَغْفِرُ أَن يُّشْرَكَ بِهٖ، وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَن يَّشَاءُ﴾ [سورہ نساء]

اس دنیا میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ شرک وکفر سے پاک زمانہ تھا، پھر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے شرک وکفر کا راستہ اختیار کیا، ایک اللہ کو چھوڑ کر سیکڑوں معبودانِ باطل کی پوجا کرنے لگے، تب اللہ نے نوح علیہ السلام کو رسول بنا کر

مبعوث فرمایا، آپ ساڑھے نوسو سال تک توحید کا پیغام سناتے رہے، اپنی قوم کو اللہ کی طرف بلاتے رہے، رات و دن ان کو سمجھاتے رہے، پھر بھی وہ بد بخت قوم ایمان نہیں لائی تو اللہ تعالیٰ نے پوری قوم کو شرک و کفر کی پاداش میں ایک عظیم الشان طوفان میں غرق کر دیا۔

ذرا حضرت نوح علیہ السلام کی بے چینی و فکرمندی دیکھئے، ان کی دل سوزی و دردمندی دیکھئے، کہ قوم کو دعوت دے رہے ہیں، کامیابی کی طرف بلا رہے ہیں، مگر قوم بھاگ رہی ہے، تب حضرت نوح علیہ السلام رب العالمین سے شکایت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں:

﴿قَالَ رَبِّ إِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلاً وَّنَهَاراً، فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَائِيْ إِلَّا فِرَاراً﴾ [سورہ نوح] کہا: اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو بلایا رات و دن، مگر میرے بلانے پر وہ توحید سے بھاگتے ہی رہے۔

آگے فرمایا:

﴿ثُمَّ إِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَاراً، ثُمَّ إِنِّيْ أَعْلَنْتُ لَهُمْ وَأَسْرَرْتُ لَهُمْ إِسْرَاراً، فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ، إِنَّهٗ كَانَ غَفَّاراً﴾ [سورہ نوح]

پھر میں نے ان کو کھلم کھلا دعوت دی، پھر میں نے ان سے اعلان کر کے بھی کہا اور چپکے چپکے بھی بلایا کہ اپنے رب سے مغفرت طلب کرو، وہ بہت مغفرت کرنے والا ہے۔

اور جب قوم نہیں مانی اور حضرت نوح علیہ السلام کو ستانے سے باز نہیں آئی، تب حضرت نوح علیہ السلام نے ان کی ہلاکت و بربادی کی دعا فرمائی، اللہ تعالیٰ ان کے دعا کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لاتَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّاراً﴾ [نوح]

اور نوح علیہ السلام نے کہا: اے میرے رب! زمین پر ایک بھی کافر کا گھر مت چھوڑیئے گا، سب کو ہلاک کر دیجئے۔

میرے دوستو!

اسی طرح شرک و کفر کے سبب طوفانِ نوح کا عذابِ عام آیا تھا، اسی شرک کے سبب قوم عاد و ثمود کو ہلاک کیا گیا تھا، اسی شرک و کفر کے باعث قوم لوط اور قوم شعیب کو ہلاک

کیا گیا، اسی شرک وکفر کے باعث فرعون کو غرق اور نمرود کو تہہ و بالا کیا گیا، اسی شرک وکفر کی وجہ سے قارون کو زمین میں دھنسایا گیا، اسی شرک کے سبب بڑی بڑی قوموں اور بستیوں کو نیست و نابود کیا گیا اور اسی شرک وکفر نے بڑے بڑے ناموروں کو ہلاک و برباد کیا۔

میرے بھائیو!

توحید وہ نسخۂ کیمیا ہے، جس نے قوموں کو عروج بخشا، توحید وہ ہتھیار ہے جس نے شیطان کو ناکام کیا، توحید ہی کی بدولت گمراہ قوموں نے اپنے حقیقی خالق و مالک کو پہچانا، توحید ہی کے سبب سے عربوں نے قیصر وکسریٰ کو تہہ و بالا کیا، توحید ہی کی وجہ سے عربوں نے ہواؤں اور دریاؤں پر اپنا حکم چلایا اور توحید ہی کے سبب سے عربوں نے فتح وکامرانی کے جھنڈے لہرائے۔

ذرا غور کیجئے، اسلام کے اعلانِ توحید سے پہلے، رسول اللہ ﷺ کے پیغام وحدانیت سے پہلے، عربوں کا کیا حال تھا؟ وہ انسان ضرور تھے؛ مگر ننگ انسانیت تھے، وہ آدمی کی شکل میں درندے اور بھیڑیے تھے، لیکن جب ان کے کانوں میں رسول کائنات ﷺ کا پیغامِ توحید پہنچا: يَـا أَيُّهَا النَّاسُ قُوْلُوا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا. تو ان کے دلوں کے بند دروازے کھل گئے، لات وہبل کے پجاری اللہ واحد کے سامنے جھک گئے، اللہ نے ان کو راہ زن سے راہ بر بنا دیا، شتربانی سے ہٹا کر حکمرانی پر لگا دیا، قتل و غارت گری کی زندگی سے نکال کر محبت والفت کی زندگی میں پہنچا دیا، فقر وفاقہ کی زندگی سے نکال کر خوش حالی و مالداری کی زندگی میں پہنچا دیا، نفرت وعداوت کی زندگی سے نکال کر پیار ومحبت کی زندگی میں پہنچا دیا، جہنم کے دہانے سے بچا کر جنت کے راستے پر لگا دیا اور شرک کے متوالے جب توحید کے دیوانے بن گئے تو تاریخ انسانیت کے فرزانے کہے جانے لگے۔

یہ کس کا کمال تھا؟ ذرا غور تو کیجئے! یہ رسول اللہ ﷺ کی دعوتِ توحید کا اثر تھا۔

معلوم ہوا کہ دنیا وآخرت کی عزت، توحید کے اقرار اور اسلام کے ماننے پر ہے، توحیدِ خدا کا متوالا صرف ایک در پر سر جھکاتا ہے اور ساری دنیا اس کے قدموں پر سر جھکاتی

ہے۔علامہ اقبال کہتے ہیں: ؎

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے　　ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

میرے دوستو اور بزرگو!

اللہ تعالیٰ کی الوہیت ووحدانیت کا اقرار، ہر انسان پر لازم ہے، کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کی وحدانیت پر دلالت کرتا ہے، یہ شمس وقمر، حجر وشجر، نباتات وجمادات، بہتے دریا، گرتے آبشار، ابلتے چشمے، مہکتے پھول، کھلتی کلیاں، جگمگاتے ستارے، چلتے سیارے، الغرض ہر چیز ایک خالق ومالک کی ذات پر دلیل وعلامت ہے۔ ذرا ان کے نظام کو دیکھئے، ہر چیز اپنی فطرت واصل پر قائم ہے، ہر شئ ایک نظام کے تحت مرتب ومنظّم ہے، سورج مشرق سے نکلتا ہے، مغرب میں ڈوبتا ہے، رات دن ادلتے بدلتے رہتے ہیں، کہیں کوئی گڑ بڑ نہیں ہے، یہ ثبوت ہے اس بات کا، کہ سب کا خالق ومالک صرف ایک اللہ ہے، اگر کئی خدا ہوتے تو آپس میں اختلاف ہوتا، سب معبود اپنی اپنی مرضی چلاتے، ایک کہتا کہ سورج پورب سے طلوع کروں گا تو دوسرا کہتا کہ پچھّم سے نکالوں گا، لہذا فساد پیدا ہوتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللهُ لَفَسَدَتَا﴾ [انبیاء]

اگر آسمان وزمین میں کئی خدا ہوتے، ایک خدا کے علاوہ، تو درہم برہم ہو جاتے۔

جیسا کہ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ حکمراں آپس میں لڑتے ہیں، بلکہ گھروں میں اپنا اپنا حکم چلانے پر جھگڑا ہوتا ہے، اسی پر قیاس کر لیجئے کہ کیا حال ہوتا؟

میرے بزرگو اور بھائیو!

شرک کی ہر قسم مبغوض وناپسندیدہ ہے، شرک فی العبادت بھی حرام، شرک فی العادت بھی حرام، شرک فی التصرف بھی حرام، شرک فی الذات بھی حرام، شرک فی الصفات بھی حرام ہے۔

تفصیل مطلوب ہو تو ’’تقویۃ الایمان‘‘ پڑھئے۔ بس ان ہی باتوں پر اپنی بات ختم کرتا ہوں۔　وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد عربی ﷺ رسول انقلاب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلىٰ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ، وَآلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ.

زباں پہ بارِ الٰہا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کے لیے

عظیم المرتبت صدر جلسہ، گرامی منزلت حکم صاحبان، قابل قدر مہمانان عظام اور معزز سامعین!

مسابقۂ خطابت کے اس روح پرور اجلاس میں میرا موضوع خطاب ''محمد عربی رسول انقلاب'' ہے، امام کائنات، فخر موجودات، رسول انقلاب کی سیرت بیانی ہو کہ سیرت نگاری، ایک مومن کے لیے اس سے بڑا کوئی اعزاز نہیں، تاریخ اسلام کے مایۂ ناز مؤرخ، قرطاس وقلم اور زبان وادب کے بادشاہ علامہ شبلی نعمانی نے جب سیرت النبی پر قلم اٹھایا تو اسی کو اپنے خاتمہ بالایمان کا عنوان قرار دیا اور کہا: ؎

عجم کی مدح کی، عباسیوں کی داستاں لکھی
مجھے چندے مقیمِ آستانِ غیر ہونا تھا
مگر لکھ رہا ہوں سیرتِ پیغمبر خاتم
خدا کا شکر یوں خاتمہ بالخیر ہونا تھا

دانشورانِ ملت!

یہ لمحہ میرے لیے ساعت ہمایوں ہے کہ میں آسمانِ رشد وہدایت کے آفتاب وماہتاب اوردریائے علم ومعرفت کے ماہرشناوروں، چمنستان زبان وادب کے باغبانوں اور گلشن رسالت کے ہزاروں عنادل کے سامنے، سب سے بابرکت وپاکیزہ موضوع پر لب کشائی کی سعادت سے بہرہ ور ہورہا ہوں۔ لہذا میں امید کرتا ہوں کہ میری گذارشات ومعروضات کومحبت وعقیدت سے سنا جائے گا اورادنیٰ طالب علم کی بات سمجھ کرنظرانداز نہیں کیا جائے گا؛ کیوں کہ اگرچہ زبان میری ہے مگر باتیں اس ذات اقدس کی ہیں، جوجبینِ کائنات پرعنوان کن فکاں ہے، جومحسن انسانیت اورامام کائنات ہے، جوسید الرسل، امام السبل اور ہادئ کل بن کرآیا، اور عالم انسانیت کوحیات نو سے سرفراز کرگیا، جس نے عرب کے صحرانوردوں پرنگاہ رحمت ڈالی تو ان کونجوم ہدایت بنادیا، جس نے ریگستان عرب کے شتربانوں پرتوجہ فرمائی تو ان کو جہانبان وحکمراں بنادیا، اور دنیائے انسانیت کے سب سے ذلیل وپست افراد کواپنی انقلاب آفریں تعلیمات سے ہم دوشِ ثریا کردیا، وہ محمدعربی فداہ ابی وامی ﷺ کی ذات اقدس ہے، جن کورب العالمین نے رحمۃ للعالمین بناکرمبعوث فرمایا اور شاہدومبشر، طٰہٰ ومدثر کے خطاب سے نوازا۔

حضرات سامعین!

اس دنیا میں ہزاروں، لاکھوں نبی ورسول، ہادی ورہبرآئے اوراپنی تعلیمات سے ضلالت وجہالت کی تاریکی میں ہدایت کا چراغ روشن کیا، گمراہ قوموں کوصراط مستقیم پرلگایا، مگرسب کا اثر محدود تھا، سب اپنے اپنے علاقے وزمانے تک خاص رہے، لیکن جواصلاحی تحریک اور انقلابی مشن محمدعربی ﷺ اس دنیا میں لے کرآئے، وہ عالم گیر وہمہ گیر تھا اور قیامت تک رہے گا؛ کیوں کہ آپ رحمۃ للعالمین بن کرآئے تھے، زمان ومکان اورقوم ووطن کی حدود وقیود سے بلندتر، قیامت تک کے لوگوں کا رسول بناکررب کائنات کومبعوث فرمانا تھا، آپ رسول اعظم، رہبراعظم اورمحسن اعظم ہیں، **صلی اللہ علیہ وسلم**۔

جہاں میں آئے ہزاروں رہبر، نہیں ہے کوئی تمہارا ہمسر
تم ہی ہو سب سے بلند و برتر، درود تم پر سلام تم پر

حضرات گرامی!

کسی مصلح وداعی کی کامیابی کو اس کے کارناموں سے جانا جاتا ہے، اور رسول کائنات ﷺ کی انقلاب آفریں تعلیمات کی کامیابی کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ آپ نے محض ۲۳ سال کی قلیل مدت میں ایک ایسی قوم کی کایا پلٹ دی، تاریخ بدل دی، جس کے بارے میں تمام مؤرخین و محققین کا فیصلہ ہے کہ وہ اپنے دور میں دنیائے انسانیت کی سب سے ناکارہ قوم تھی، ہر وہ خرابی وبرائی جس کا کوئی تصور کرسکتا ہے، عربوں میں پائی جاتی تھی، ضلالت وجہالت، رذالت وقساوت کے پیکر تھے، قمار بازی، شراب نوشی، بدکاری وفحاشی کے خوگر تھے، خوں ریزی، خوں آشامی اور درندگی ان کا شوق تھا، انھیں اپنی بے رحمی وسنگ دلی پر ناز تھا، بچیوں کو زندہ درگور کرنے پر فخر کرتے تھے، تہذیب وتمدن سے ناآشنا اور شرافت وانسانیت سے نابلد تھے، خاندانی برتری، قبائلی نخوت اور نسلی تفاخر جن کا شعار تھا، ذرا ذرا سی بات پر لڑنا اور خون بہانا شیوہ تھا، وہ محض شکل وصورت میں انسان لگتے تھے، ورنہ تمام حیوانی صفات اور شیطانی اعمال ان میں پائے جاتے تھے، عملی زندگی میں اتنے بگڑ چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا﴾ [آل عمران]

اور تم جہنم کے کنارے کھڑے تھے کہ اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا۔

حضرات گرامی قدر!

رسول انقلاب، امام کائنات محمد عربی ﷺ نے اپنے اخلاق وکردار، اپنی تعلیمات وہدایات، اپنی دعوت وتبلیغ سے عربوں کی زندگی میں ایسا عظیم انقلاب برپا کردیا، جس کی نظیر تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔

انقلاب محمدی غار حرا سے شروع ہوتا ہے اور برق بے امان بن کر ایوان باطل پر گرتا

ہے،تو لات وہبل کے پرستاروں میں افراتفری مچ جاتی ہے،شرک وکفر کے قلعے زمیں بوس ہوجاتے ہیں، پھرحق و باطل کے درمیان کشمکش کا آغاز ہوتا ہے، چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی ٹکراتا ہے، جیسا کہ ہر انقلاب کی تاریخ ہے کہ ایک تہذیب فنا ہوتی ہے اور دوسری تہذیب جنم لیتی ہے، ایک قوم کا زوال ہوتا ہے تو دوسری کا عروج ہوتا ہے، ایک نظام جاتا ہے تو دوسرا اس کی جگہ لے لیتا ہے۔

حضرات گرامی!

انقلاب محمدی کیا تھا؟ تاریخ انسانیت کا نیا سفر تھا، آپ نے زندگی کے ہر پہلو کو یکسر بدل دیا تھا، آپ کے برپا کردہ انقلاب نے عربوں کی تہذیب بدل دی، ان کے افکار وخیالات بدل دیئے، زندگی کے رجحانات اوردلوں کے میلانات بدل دیئے، ابھی کل تک جو عرب لات وہبل کے نعرے لگارہے تھے، وہی اللہ اکبر کی صدائے دل نواز کی سرمستیوں میں مگن ہونے لگے، جن کی پیشانیاں ہزاروں معبودان باطل کے سامنے جھکتی تھیں، وہ اب خدائے واحد کے سامنے سرنگوں نظر آتی تھیں، جو سنگ دلی و بے رحمی کے پیکر تھے، وہی محبت ورأفت کے پیکر بن گئے، شراب وکباب کے رسیا افراد ایسے بدلے کہ اپنے ہاتھوں سے شراب کے مٹکے توڑنے لگے، لات وہبل کے پجاری ایسا سدھرے کہ اپنے ہاتھوں سے لات ومنات کو توڑنے لگے، بچیوں کو درگور کرنے والے ان کے وجود پر فخر کرنے لگے، ضلالت وجہالت کی زندگی بسر کرنے والے رہبر کامل اور نجوم ہدایت بن گئے، قرآن مجید کو ساحری وشاعری کا نام دینے والے مفسر قرآن وترجمان قرآن بن گئے، رسول عربی ﷺ کی جان کے دشمن خود رسول عربی ﷺ پر جان نچھاور کرنے لگے۔

یہ کیسا انقلاب تھا؟ جس نے اخلاق وکردار بدل دیئے، خیالات وافکار بدل دیئے، تصورات ونظریات بدل دیئے، جذبات واحساسات بدل دیئے، یہاں تک کہ تاریخ کا دھارا اور اس کا رخ بدل گیا، بغض وعداوت اور نفرت ومنافرت کے ناپاک ارادوں کے بجائے، محبت وعقیدت اور الفت وشیفتگی کے پھول کھلنے لگے۔

حضرات گرامی!

یہی انقلاب محمدی تھا، دنیا نے آج تک ہزاروں انقلابات دیکھے ہیں، مگر اثر آفرینی، سرعت ووسعت اور شدت وقوت میں انقلاب محمدی کا مقابلہ کرنے سے عاجز و قاصر ہیں، رسول کائنات ﷺ نے عالمی انقلاب کی اساس مکہ میں رکھی تھی، پھر یہ دینی وروحانی، اخلاقی وتمدنی، فکری ونظریاتی انقلاب وسیع تر ہوتا گیا، ایک ایسا جامع ومکمل انقلاب جس نے رنگ وخون کے بتوں کو توڑ کر ملت واحدہ میں گم کر دیا، جس نے وطنیت وعلاقائیت اور قومیت کے اختلافات ختم کر کے صرف اسلام اور اسلامیت کو زندہ وباقی رکھا، ایک ایسا انقلاب جس میں نہ گورے کو کالے پر، نہ کالے کو گورے پر فضیلت ہے، نہ عربی کو عجمی پر، نہ رومی کو چینی پر، بلکہ سب خدائے واحد کے بندے ہیں اور معیارِ فضیلت صلاح وتقویٰ ہے، ایک ایسا انقلاب جس نے بلال حبشی کو صدیق اکبر کے برابر کھڑا کر دیا اور سلمان فارسی کو فاروق اعظم کے گلے سے لگا دیا، ایک ایسا انقلاب جس نے ابوجہل کو ذلت کے غار میں پہنچا دیا اور بلال حبشی کو بیت اللہ کی چھت پر کھڑا کر دیا، ایک ایسا انقلاب جس نے لاکھوں افراد کو ایک عقیدہ ونظریہ پر جمع کر دیا تھا، جن کا جینا، مرنا، کھانا، پینا صرف اللہ کے لیے تھا، یہی کمال ایمان تھا۔ رسول کائنات ﷺ نے فرمایا:

مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ وَأَعْطَىٰ لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ. [أبوداؤد: ٤٦٨١]

جس نے صرف اللہ کے لیے محبت کی اور صرف اللہ کے لیے بغض رکھا، صرف اللہ کے لیے دیا اور صرف اللہ کے لیے نہیں دیا تو وہ کمال ایمان کو پہنچ گیا۔

دانشورانِ ملت!

انقلاب محمدی نے دلوں کو جوڑا، رشتوں کو جوڑا، لوگوں کو جوڑا اور بنیانٌ مرصوص بنا دیا، سب کچھ اسلامی رنگ میں رنگ دیا، لہذا تجارت بھی اسلامی بن گئی، کاروبار میں بھی اسلامی رنگ آ گیا، زراعت بھی اسلامی، معاشرت بھی اسلامی، آداب بھی اسلامی، لباس بھی

اسلامی، کلام بھی اسلامی اور چال ڈھال بھی اسلامی، کیوں کہ رسول کائنات ﷺ نے مسلمانوں کو قرآن وسنت کی شکل میں ایک جامع اور مکمل نظام حیات دیا اور فرمایا:

تَرَكْتُ فِيْكُمْ أَمْرَيْنِ: لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ. [المؤطا للإمام مالك]

میں تم کو دو چیزیں دے کر جا رہا ہوں، جب تک تم ان کو تھامے رہو گے، کبھی بھی گمراہ نہیں ہو گے، ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے اس کے نبی کی سنت ہے۔

یہی محمد عربی ﷺ کے برپا کردہ بین الاقوامی انقلاب کا سرچشمہ، امین اور دستور ہے، جو نہ کبھی فرسودہ ہوگا اور نہ بے اثر، جب تک اس پر عمل ہوتا رہے گا، انقلاب محمدی تر وتازہ رہے گا۔ اور ہر دور میں مسلمان انقلاب برپا کرتے رہیں گے، اور جب چھوڑ دیں گے تو پھر کہیں کے نہیں رہیں گے؛ لہٰذا آج دنیا کو اسی محمدی انقلاب کی ضرورت ہے اور خود مسلمانوں کو بھی۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

○○○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محبت رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْقَادِرِ الْجَبَّارِ، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ الْمُخْتَارِ، مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ الْأَطْھَارِ، وَأَصْحَابِہٖ الْأَخْیَارِ، وَأَتْبَاعِھِمِ الْأَبْرَارِ، إِلٰی یَوْمِ الْقَرَارِ.

أَمَّا بَعْدُ:

فَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: فَوَاللّٰہِ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِیَدِہٖ لایُؤْمِنُ أَحَدُکُمْ حَتّٰی أَکُوْنَ أَحَبَّ إِلَیْہِ مِن وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ.

[رواہ البخاري في باب حب الرسول من الإیمان]

عزت مآب صدر جلسہ، علمائے کرام اور حاضرین باتمکین!

رحمت عالم، نبی خاتم، ہادی اعظم، محمد عربی فداہ ابی وامی صلوات اللہ علیہ وسلامہ سے محبت وعقیدت رکھنا ہر فرد مومن کے ایمان خالص کا تقاضا ہے اور آپ ﷺ سے عقیدت ومحبت کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوسکتی، وہ ناقص ونا تمام جانا جائے گا، یہی وجہ ہے کہ علامہ مناوی تحریر فرماتے ہیں کہ

محسن انسانیت محمد عربی ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا ہر مسلمان مومن پر واجب ہے کہ نہ شکل وصورت میں آنحضور ﷺ سے بڑھ کر کوئی حسین وجمیل پیدا ہوا اور نہ قیامت تک پیدا ہوگا، نہ ہی آپ سے زیادہ کامل واکمل کسی کی سیرت ہوئی اور نہ قیامت تک ہوگی، آپ کی سیرت وصورت میں آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِيْكٍ فِيْ مَحَاسِنِهٖ
فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِيْهِ غَيْرُ مُنْقَسِمٖ

شاعر رسول سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے امام کائنات ﷺ کے حسن ظاہری و باطنی کے کمال و جمال کو اپنے اس شعر میں جمع کر دیا ہے:

وَأَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ
وَأَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

میری آنکھوں نے آپ سے زیادہ حسین کوئی شخص نہیں دیکھا، اور عورتوں نے آپ سے زیادہ خوب صورت کوئی انسان نہیں جنا، آپ کو ہر عیب اور گناہ سے پاک اور منزہ پیدا کیا گیا ہے، گویا آپ کی خواہش کے مطابق آپ کی تخلیق ہوئی ہے۔

حضرات گرامی!

عقل و فہم کے اعتبار سے بھی آنحضور ﷺ سے محبت و الفت رکھنا واجب ہے؛ کیوں کہ محبت کرنے کے تمام اسباب، اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات میں کامل و مکمل طور پر رکھے ہیں، اور روایت و درایت کے لحاظ سے بھی آپ ﷺ سے محبت رکھنا واجب و لازم ہے؛ لہٰذا آپ سے بغض و عداوت رکھنے والا یا تو کافر و مشرک ہوگا یا منافق ہوگا، کوئی مومن اپنے محسن و مربی رسول ﷺ سے بغض و کینہ رکھنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا، بلکہ آپ سے کمال محبت پیدا کرنے کی فکر و کوشش کرنا ایمان کا مطالبہ ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت اس درجہ غالب ہو کہ تمام لوگوں اور تمام چیزوں سے ارفع و اعلیٰ ہو جائے، ورنہ تم اپنے انجام کے بارے میں سوچ لو۔

سورہ توبہ کی آیت نمبر ۲۴، رکوع نمبر ۳، میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ومحبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

''اے رسول! آپ مسلمانوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ، دادا اور تمہارے بیٹے اور بھائی اور تمہاری بیویاں اور خاندان اور تمہارے جمع کردہ مال اور وہ تجارت جس کی کساد بازاری سے ڈرتے ہو اور تمہارے پسندیدہ ٹھکانے، تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں، تو تم انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ جائے، اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔''

سامعین کرام!

کیا اس سے بھی جامع اور واضح وارننگ ہو سکتی ہے! ان لوگوں کے لیے جو اللہ اور اس کے رسول کی محبت پر دنیا کی محبت کو ترجیح دیتے ہیں، ایسے تمام افراد جن کے دلوں میں مال و دولت کی محبت غالب ہے، جن کے دلوں میں عہدہ و منصب کی محبت راسخ ہے، جن کے دلوں میں اہل وعیال، گھر اور خاندان کی محبت بسی ہے، وہ رسول اللہ ﷺ سے محبت کا دعویٰ صرف زبان سے کرتے ہیں، صرف تذکروں اور نعروں سے محبت رسول کا اظہار کرتے ہیں اور جب محبت کا امتحان ہوتا ہے، تو مال و دولت کی محبت غالب آ جاتی ہے، رسول اللہ ﷺ کی محبت میں دولت خرچ کرنے کو تیار نہیں، اولاد کے مقابلے میں رسول کی محبت کو کنارے لگا دیتے ہیں، کاروبار و تجارت بڑھانے کے لیے محبت رسول کو قربان کر دیتے ہیں، اللہ کے نزدیک وہ محبت کے جھوٹے دعویدار ہیں، وہ گفتار کے غازی ہیں کردار و عمل سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے گھروں کو چھوڑ کر، وطن کو چھوڑ کر اور اہل وعیال کو چھوڑ کر ہجرت کرتے ہیں، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محبت کی سچی اور پکی مثال قائم کی ایک طرف اموال و اسباب اور کاروبار و تجارت کی پکار تھی، دوسری جانب اللہ اور رسول پر ایمان و یقین کی آواز تھی، ان

پاکیزہ نفوس کے دلوں میں ایمان کا نور کامل جلوہ گر تھا، محبت رسول کا چراغ روشن تھا۔

لہٰذا دنیا کی دولت ولذت اور اہل وعیال کی محبت والفت ان کے قدموں کو نہ روک سکی، وہ ہزاروں تکالیف اور مصائب جھیل کر بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتھ رہنا چاہتے تھے، اسی میں ان کو محبت تھی، وہ اللہ کے کلام کو پڑھ اور سن چکے تھے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا کہ

''تمہارا ایمان اس وقت تک کامل ہوگا جب میری محبت ماں باپ، بیٹے بھائی، دوست واحباب اور دنیا کی ہر چیز پر غالب آجائے۔''

ایک سچے عاشق کے لیے سب سے بڑا سرمایہ محبوب کی ذات ہوتی ہے، وہ بڑی سے بڑی چیز کو محبوب کے ادنیٰ سے اشارے پر قربان کر دیتا ہے۔

حضرات گرامی!

دنیا نے عشق ومحبت کی بہت داستانیں سنی ہیں، محبت کے ہزاروں قصے پڑھے اور ہزاروں واقعات دیکھے ہیں، لیکن جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کا ذکر ہوتا ہے، تو لیلیٰ مجنوں کی محبت پھیکی پڑ جاتی ہے، کیوں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت، ایمانی محبت تھی، دینی محبت تھی، روحانی محبت تھی، ان کی محبت اطاعت والی محبت تھی۔ اس لیے کہ محبت کی حقیقت یہ ہے کہ عاشق ومحبّ اپنے محبوب کی اطاعت وفرمانبرداری کو سب سے بڑا اعزاز تصور کرے، وہ محبوب کے اشاروں پر چلنے لگے، اس کے حکموں پر عمل کرنے لگے اور اس کی باتوں کو تمام لوگوں کی باتوں پر فوقیت دے، اگر پوری دنیا کہے کہ تم مشرق کی طرف چلو اور محبوب کہے کہ تم مغرب کی طرف جاؤ، تو وہ آنکھ بند کر کے مغرب کی طرف چل پڑے، اس کو سچی محبت کہتے ہیں اور اس وقت تو یہ اطاعت، عبادت بن جاتی ہے جب کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ حکم دیتے ہیں وہ اللہ کی مرضی ہوتی ہے، گویا رسول کی اطاعت، اللہ کی اطاعت ہے، رسول کا فرمان، اللہ کا فرمان ہے، اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَن يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ﴾ [سورہ نساء] یعنی جس نے رسول کی

اطاعت کی، اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

حضرات گرامی!

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام و مرتبہ کو کون پا سکتا ہے؟ کون ان کے بلند درجات کی برابری کر سکتا ہے؟ ان کی شان تو یہ ہے کہ انھوں نے اپنی آنکھوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کا دیدار کیا ہے، انھوں نے اپنے محبوب کی ایک ایک ادا کو دیکھا ہے، ایک ایک لمحہ کو آنکھوں میں بسایا ہے اور انھوں نے بہت تفصیل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت و سیرت کو مزے لے لے کر بیان کئے ہیں۔ اور آپ یہ بھی جان لیں کہ صحابہ کرام کوئی شاعری نہیں کرتے تھے اور نہ مبالغہ آرائی کرتے تھے، جو کچھ کہتے سچ کہتے تھے۔ اس دور کے جھوٹے عاشقوں کی طرح نہیں تھے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنی ٹوٹ کر محبت کی ہے، اگر اس کا ہزارواں حصہ بھی ہم کو مل جائے تو ہم دنیا کے سب سے بڑے عاشق رسول کہلائیں گے، صحابہ کی شان یہ تھی کہ وہ محبت رسول میں غرق تھے، محبوب کی ایک ایک ادا کو دل میں بسا لیتے تھے، پھر اپنے کو اسی انداز میں پیش کرتے تھے، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ایسی اطاعت کی، ایسی فرماں برداری کی ہے کہ اللہ نے ان کو محبت کا معیار قرار دیا ہے۔

حضرات گرامی!

دنیا میں بڑے مشہور عاشق گذرے ہیں، لیکن وہ بھی کسی نہ کسی موقع پر اپنے محبوب سے کبیدہ خاطر ہوئے، کسی نہ کسی موقع پر ان کی بات نہیں مانی، اور کسی نہ کسی وقت ان کی مخالفت کی، مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ حال تھا کہ محبوب خدا کے لیے ماں باپ کو چھوڑ دیا، رسول خدا کے لیے دولت کو ٹھوکر مار دی، رسول خدا کے لیے جان قربان کر دینا فخر سمجھتے تھے، ان کو پوری دنیا کی ناراضگی منظور تھی، لیکن رسول خدا کی ادنیٰ سی بے توجہی بھی برداشت نہ تھی، ہر حال میں ان کو راضی کرنا، ان کے لیے سب کچھ نچھاور کر کے راضی کرنا سعادت جانتے تھے۔

میں آپ حضرات کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے پناہ محبت کے کچھ واقعات سناتا

ہوں، اور صحابہ کرام کی جانثاری، فداکاری اور وفاداری کے کچھ نمونے پیش کرتا ہوں، جس سے ہم اور آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو عزت ورفعت کی بلندیوں پر کیوں پہنچایا؟ حکومت وقیادت کے منصب پر کیوں بٹھایا تھا؟ دولت وثروت کے انبار ان کے قدموں پر کیسے آتے تھے؟ فتح ونصرت کے دروازے ان کے لیے کس وجہ سے کھلے تھے؟ اصل بات یہ ہے کہ جو شاعر مشرق نے کہہ دی ہے:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

حضرات گرامی!

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نظر سے دیکھتے تھے؟ اس کا اندازہ ان احادیث سے کر سکتے ہیں، جو شمائل نبوی سے متعلق ہیں، یہ تو سب جانتے ہیں کہ محبّ کی نگاہ میں محبوب سے حسین وجمیل کوئی نہیں ہوتا اور ہر عاشق اپنے معشوق کے حسن وجمال کو جب بیان کرتا ہے تو مبالغہ آرائی میں انتہا کو پہنچ جاتا ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ کی شان یہ ہے کہ آپ کے اوصاف وشمائل بیان کرنے والا خواہ جتنا بھی مبالغہ کرے، وہ پھر بھی حسن محمدی کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ اس دنیا میں آپ سے زیادہ حسین وجمیل کوئی نہیں، سراپائے رسول ہو یا سیرت رسول، بہر صورت ہم سب کو اعتراف کرنا پڑتا ہے:

يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَيَا سَيِّدَ الْبَشَرْ
مِن وَّجْهِكَ الْمُنِيْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرْ
لايُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهُ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ چاندنی رات میں آنحضور ﷺ سرخ دھاری دار جوڑا زیب تن فرمائے ہوئے میری نظروں کے سامنے تھے، میں کبھی چمکتے دمکتے چاند کو دیکھتا تھا اور کبھی پیکر حسن وجمال آپ کے رخ انور کا دیدار کرتا تھا، میں نے یہی

فیصلہ کیا کہ بدر کامل کا حسن، میرے محبوب کے حسن کے سامنے ہیچ ہے۔[شمائل ترمذی]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے محبوب ﷺ کا بدن مبارک اتنا صاف وشفاف اور حسین وجمیل تھا، گویا آپ کا بدن چاندی سے ڈھالا گیا ہے۔[شمائل ترمذی]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ شب تاریک میں میرے محبوب ﷺ کا رخ انور فرط حسن سے اتنا روشن ہوتا تھا کہ میں نے آپ کے چہرہ انور کی روشنی میں اپنی گم شدہ سوئی تلاش کی۔

حضرات گرامی!

امت مسلمہ کی ماں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے محبوب ﷺ کی شان میں یہ شعر کہے ہیں:

لَـوَاحِـيْ زُلَيْـخَـا لَـوْ رَأَيْـنَ جَبِيْـنَـهُ
لَآثَـرْنَ بِـالْـقَـطْـعِ الْـقُلُوْبَ عَلَى الْأَيْدِيْ

یعنی زلیخا کی سہیلیاں اگر میرے محبوب کے رخ زیبا کو دیکھ لیتیں تو ہاتھوں کے بجائے اپنے دلوں کو کاٹ ڈالتیں۔

یہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن فروزاں کو دیکھنے کے بعد، زنانِ مصر نے مدہوشی میں پھل کے بجائے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں کاٹ لی تھیں اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا: ﴿حَاشَ لِلّٰهِ! مَا هٰذَا بَشَراً﴾ اللہ کی پناہ! یہ انسان نہیں، فرشتہ ہے۔ مگر آنحضور ﷺ کا حسن، حسنِ یوسف سے بڑھ کر ہے، کسی نے اس مفہوم کو اردو میں کہا ہے:

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مرنے والے

حضرات گرامی!

یہ حقیقت بھی ذہن میں رہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کسی حال میں بھی جھوٹ نہیں بولتے تھے، جیسا کہ آج کے دور کے شعراء خیالات وتصورات کی دنیا میں جھوٹ ہی

بولتے ہیں، بلکہ شعر میں جتنا زیادہ جھوٹ ہوگا، اتنا ہی جان دار وشان دار ہوگا۔

سامعین کرام!

آیئے اب، محمد عربی ﷺ کے عشاق صحابہ کرام کی باتیں کریں، ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام میں سے ہر ایک کا یہ حال تھا کہ رسول کائنات ﷺ پر جان ودل قربان کرنے کو بے قرار رہتا تھا، اور محبوب بھی ایسا نرالا کہ کسی عاشق رسول کو اس کی بے التفاتی کا شکوہ نہیں، یہاں تک کہ ہر ایک صحابی کو یہ احساس تھا کہ میرا محبوب مجھ ہی کو سب سے زیادہ مانتا ہے، بیک وقت لاکھوں جانثار کو راضی اور خوش رکھتا، کسی میں رقابت وحسد کا نہ پایا جانا آنحضور ﷺ کے معجزات میں سے ہے۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو مشرکینِ مکہ نے گرفتار کرلیا تھا، سولی دینے کے لیے مکہ سے باہر لائے، اور سولی پر لٹکانے سے پہلے ابوسفیان نے پوچھا: خبیب! کس چیز کی تمنا ہے؟ تو جواب دیا اور کہا:

کہا مجھ کو کسی شی کی نہ حاجت ہے نہ رغبت ہے
فقط حبّ نبی کا ذوق ہے شوق عبادت ہے

ابوسفیان نے پوچھا: کیا تم یہ پسند کروگے کہ تم کو آزاد کردیا جائے اور تمہاری جگہ (نعوذ باللہ) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سولی دی جائے؟ تو خبیب کا جواب تھا: ابوسفیان! تم محمد کی بات کرتے ہو؟ خدا کی قسم! مجھ کو تو یہ بھی برداشت نہیں ہے کہ میری جان اس شرط پر بچ جائے کہ میرے محبوب کے پیروں میں کانٹا چبھے، ابوسفیان کی زبان سے بے ساختہ نکلا: میں محمد کے صحابہ سے زیادہ محمد سے محبت کرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرات گرامی!

یہ ایک دشمن کا اقرار واعتراف تھا، پھر وہی ابوسفیان ایمان لاکر آپ کے سچے عاشق بنتے ہیں۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ بن مسعود ثقفی نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فداکاری کا منظر دیکھا تھا اور قریش سے بیان کیا تھا کہ میں نے محمد کے اصحاب سے زیادہ

فدا کار و جانثار کسی کو نہیں دیکھا، محمد جب تھوکتے ہیں تو ان کے دیوانے اس تھوک کو زمین پر گرنے سے پہلے اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں اور چہروں پر مَلتے ہیں، اور جب وضو کرتے ہیں تو پانی زمین پر گرنے نہیں دیتے اور اپنے ہاتھوں میں، دامن میں، کپڑوں میں روک لیتے ہیں اور پورے جسم پر مَلتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہم کو اپنے ماں باپ اور اولاد اور پیاس کے عالم میں سرد وشیریں پانی سے زیادہ عزیز تھی۔

ایک انصاری صحابیہ کے باپ، بھائی، شوہر غزوۂ احد میں شہید ہوگئے، یکے بعد دیگرے ان کو شہادت کی خبر ملتی تھی اور ہر بار وہ یہی پوچھتی تھیں کہ بتاؤ میرے آقا، میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ لوگوں نے کہا: بعافیت ہیں، فرمایا: مجھے دکھاؤ تب قرار آئے گا، اور جب لوگوں نے دیدار کرایا تو ان کے انداز کو علامہ شبلی نے یوں بیان فرمایا:

کہا چل کر دکھاؤ مجھ کو صورت کملی والے کی
کہ ان تاریک آنکھوں کو ضرورت ہے اجالے کی
بڑھ کے اس نے رخ انور کو جو دیکھا تو کہا
آپ سالم ہیں تو پھر ہیچ ہیں سب رنج والم
میں بھی اور باپ بھی، شوہر بھی اور بھائی بھی فدا
اے شہِ دیں! تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

حضرات گرامی!

جب آفتاب رسالت افق عالم سے روپوش ہوگیا، ذات رسول نگاہوں سے اوجھل ہوگئی، زبان نبوت خاموش ہوگئی، تو وفات کا یہ غم فدا کاروں کو برداشت نہ ہوسکا، عاشقوں کو اپنے محبوب کی جدائی کا یقین ہی نہ آیا، حضرت عمر فاروقؓ کے ہوش وحواس گم ہوگئے اور شدت غم میں وفات رسول کا انکار کرنے لگے، تلوار سونت لی اور کہنے لگے: اگر کسی نے کہا کہ رسول خدا وفات پا گئے تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔ حضرت عثمان غنیؓ کو ایسا جھٹکا لگا کہ آوازیں

بند ہوگئیں۔حضرت عبداللہ بن زید انصاریؓ کوتو آنحضور ﷺ کی وفات کی خبر ملی تو دعا کی، اے اللہ! میری بصارت سلب کر لے، اب میں رسول اللہ ﷺ کے بعد ان آنکھوں سے کسی کو نہیں دیکھنا چاہتا، اللہ نے ان کی دعا قبول کر لی اور اسی وقت نابینا ہو گئے۔

حضرات! ایسے سیکڑوں واقعات، تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں، انسان تو انسان، جانوروں کو بھی آپ سے بے پناہ محبت تھی، درختوں کو آپ کی جدائی برداشت نہیں تھی، آپ ﷺ جمعہ کا خطبہ کھجور کے ایک موٹے تنے کا سہارا لے کر دیا کرتے تھے، جب لکڑی کا منبر تیار ہو گیا تو اس تنے کو کنارے کھڑا کر دیا گیا، جب آپ نے اس پر سہارا نہیں لیا تو بچوں کی طرح سسک سسک کر رونے لگا، مسجد میں سب نے اس کو روتے ہوئے سنا، رسول اللہ ﷺ اس کے پاس گئے، سینے سے لگایا، ہاتھ پھیرا، تب جا کر رونا بند کیا۔

حضرات گرامی!

صحابہ کی محبت سچی محبت تھی، وہ محبت جو اطاعت کا سلیقہ سکھاتی ہے، عبادت کا ذوق پیدا کرتی ہے، محبوب کی اداؤں کو اپنانے کا جذبہ پیدا کرتی ہے اور محبوب کو نمونۂ عمل بنا دیتی ہے، یہاں تک کہ صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے عقیدت و محبت کو عملی شکل میں پیش کیا ہے، چلتے تھے تو رسول اللہ ﷺ کے انداز میں چلتے تھے، بولتے تھے تو رسول اللہ ﷺ کے انداز میں بولتے تھے، عبادت کرتے تھے تو رسول خدا ﷺ کے انداز میں عبادت کرتے تھے، لباس ہو کہ کھانا، ہنسنا ہو یا مسکرانا، ہر ہر ادا کو اختیار کر لیا تھا، وہ محبوب خدا کی محبت میں سرشار تھے، اور نعروں سے نہیں، عمل و کردار سے محبت کا ثبوت دیتے تھے، آپ کی محبت کے آگے ہر چیز کی محبت ہیچ تھی، جب مال کا مطالبہ ہوا تو مال لا کر قدموں میں نچھاور کر دیا، جب جان کا مطالبہ ہوا تو جہاد میں جان قربان کر دی، جب وطن چھوڑنے کو کہا تو وطن چھوڑ دیا، ہر وہ کام کیا جو محبوب نے کرنے کو کہا، اور ایسا کرنے والوں پر ہی اللہ کی رحمت برستی ہے، اللہ نے ان پر فتح و نصرت کے دروازے کھول دیئے۔

ایک ہم بھی محبت کا دم بھرتے ہیں، نعتیں سنتے ہیں اور واہ واہ کرتے ہیں، نعرے

لگاتے ہیں اور جھنڈے لہراتے ہیں، لیکن عملی زندگی میں محبوب کا کوئی انداز نہیں لاتے۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ''میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے''، لیکن ہم کہتے ہیں: آپ سے محبت ہے، مگر نماز والی نہیں، آپ سے محبت ہے، مگر اطاعت والی نہیں، آپ سے محبت ہے، لیکن عبادت والی نہیں۔ ہماری محبت جلسوں والی ہے، نعروں والی ہے، نعتوں والی ہے، تقریروں والی ہے، آپ کا نام لے کر لڑنے اور جھگڑنے والی محبت ہے، آپ کی محبت کے نام پر ایک دوسرے کو کافر کہنے والی اور آپ کے نام پر کھانے اور کمانے والی محبت ہے۔

بتایئے کیا یہ محبت ہے یا بے وفائی؟ بلکہ رسول خدا ﷺ سے غداری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین والی سچی اور پکی محبت سے نوازے۔ آمین

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

○○○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت شان

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهِ الْعَمِيْمِ، إِلٰى يَوْمٍ عَظِيْمٍ.
أَمَّا بَعْدُ:

فأعوذ باللّٰه من الشيطٰن الرجيم، بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم
قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ، وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ، أُولٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُوْنَ، فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً، وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ [سورة الحجرات: ۸،۷]

فداکارانِ اصحاب مصطفی!

میں نے ابھی ابھی جس آیت کریمہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا ہے، یہ آیت اول تا آخر رسول کائنات، امام الانبیاء، محمد عربی ﷺ کے اطاعت شعار، فرمانبردار، وفادار وجانثار متوالوں کی شان اقدس میں اللہ رب العزت نے نازل فرمائی ہے، جن کو رب کائنات نے امام کائنات کی صحابیت ومعیت کے لیے خاص کر کے تمام لوگوں پر فضیلت دی تھی، سراپائے رسول کا دیدار کرنے والا، حالت ایمان میں لقائے رسول سے شرف یاب ہونے والا ہر فرد، مقام صحابیت پر فائز ہے اور اس کائنات ارضی پر انبیاء ومرسلین علیہم الصلاۃ والتسلیم کے بعد سب سے بہتر وافضل ہے، جس کے مقام ومرتبہ پر ملائکہ بھی رشک کرتے

ہیں اوران پر محبت کی نگاہ ڈالتے ہیں۔

شیدائیانِ اصحاب رسول!

صحابہ گلشن رسالت کے وہ مشک بار پھول ہیں، جنھوں نے بلاواسطہ معلم انسانیت، فخر آدمیت، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے کسب فیض کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش شفقت ورحمت میں تربیت پائی ہے، لہذا بلاتفریق ہر ایک کے دل میں خدائے ذوالجلال نے ایمان کو جمایا اور مزین کیا تھا، ہر ایک صحابی رسول کا قلب مومن صرف اور صرف رب العالمین کی عظمت اور رسول عربی کی محبت میں دھڑکتا تھا، ایمان ہی اس کا سرمایۂ زندگی اوراطاعت رسول ہی اس کا مایۂ حیات تھا۔

مذکورہ بالا آیت کا مصداق جس طرح ابوبکر وعمر ہیں، اسی طرح عثمان وعلی ہیں، جس طرح اس کا مصداق سلمان فارسی اور ابوذر غفاری ہیں، بالکل اسی طرح امیر معاویہ اور عمرو بن العاص ہیں، جس طرح خالد بن ولید اور معاذ بن جبل ہیں، اسی طرح ابوسفیان بن حرب اور مغیرہ بن شعبہ ہیں، ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کا مصداق بنایا ہے، رضی اللہ عنہم أجمعین۔ اوررسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کی شان میں فرمایا ہے:

أَصْحَابِي كَالنُّجُوْمِ، بِأَيِّهِم اقْتَدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ. میرے صحابہ مانند ستاروں کے ہیں، تم جن کی بھی اقتدا کروگے ہدایت پا جاؤ گے۔

اور ان کی شان میں گستاخی کرنے اور ان کی تحقیر وتنقیص کرنے پر اپنی خفگی وناراضگی سے ڈرایا ہے، خواہ وہ معاویہ بن سفیان ہوں یا علی بن ابی طالب ہوں، خواہ صدیق اکبر ہوں یا فاروق اعظم ہوں، ان تمام میں سے ذرہ برابر بھی کسی کی تذلیل وتحقیر، بے ادبی وبے حرمتی نہ اللہ کو گوارا ہے اور نہ اس کے رسول کو برداشت ہے۔ فرمایا:

اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ أَصْحَابِيْ، لاتَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضاً مِّن بَعْدِيْ، مَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ أَحَبَّهُمْ، وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ أَبْغَضَهُمْ. [ترمذی]

میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے بعد ان کو ہدف ملامت مت بنانا، کیوں کہ جو ان سے محبت کرے گا وہ میری محبت کی وجہ سے ہی ان سے محبت کرے گا، اور جو ان سے دشمنی رکھے گا وہ میرے دشمنی کی وجہ سے ہی ان سے دشمنی رکھے گا۔

حضرات گرامی!

جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عنداللہ وعند الرسول فضیلت واہمیت پر آیات واحادیث سے مدلل ومختصر گفتگو، ''اصل موضوع تقریر'' سے پہلے ضروری تھی؛ تا کہ جس عظیم المرتبت صحابیِ رسول کے مناقب وفضائل پر مختصر روشنی ڈالنا مقصود ہے، اس کو زمرۂ صحابہ سے الگ کوئی دوسری شخصیت نہ سمجھ لیا جائے؛ کیوں کہ میں تاریخ صحابہ کے انتہائی مظلوم صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان عظمت پر کلام کروں گا، جن کے ساتھ ایک فرقہ نے معاندت ومخاصمت کی تحریک چلا رکھی ہے، مؤرخین اسلام کی بہت بڑی جماعت نے بھی ان کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا ہے، سیرت نگاروں نے بھی ناانصافی کی ہے تو اصلاحی تحریک چلانے والوں، منہج نبوت پر خلافت قائم کرنے کا مشن چلانے والوں اور حدیث رسول پر عمل کا دعویٰ کرنے والوں نے بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کسی نہ کسی پہلو سے اپنے افکار ونظریات کے تناظر میں نقد وتبصرہ کے تیر چلائے ہیں۔

دانشوران ملت بیضا!

شرف صحابیت میں تو تمام صحابہ کا مقام ومرتبہ ایک ہے، سب عدول وصدوق ہیں، سب مفلحون وراشدون ہیں، سب آیت کریمہ ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾ کے مخاطب ہیں؛ مگر امتیازی خصوصیات میں بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے، اور صلاحیت واستعداد میں ایک کو دوسرے پر کسی نہ کسی پہلو سے نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بہت سے جاں نثار صحابہ کو امتیازی خطاب سے نوازا ہے، ان کی صلاحیت کے لحاظ سے خاص ذمہ داری تفویض فرمائی ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کو کاتبین وحی صحابہ میں ممتاز جگہ عطا فرمائی، یہ امیر معاویہ کی صداقت وامانت، احساس ذمہ داری اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر حد درجہ اعتماد وبھروسہ اور خود امیر معاویہ کا رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے غایت درجہ محبت کرنے کا ایسا ثبوت ہے، جس کو کوئی رد نہیں کر سکتا، دوسری سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ کو اپنی مخصوص دعاؤں سے نوازا ہے: آپ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِياً مَّهْدِيّاً وَاهْدِ بِهٖ. اے اللہ! معاویہ کو ہدایت دینے والا، ہدایت یافتہ بنا اور ان سے لوگوں کو ہدایت دے۔[ترمذی]

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ، وَقِهِ الْعَذَابَ. [مجمع الزوائد] اے اللہ! معاویہ کو کتاب وحساب سکھا اور اس کو عذاب سے بچا۔

حضرات گرامی!

روافض وشیعہ کی بدبختی پر ماتم کیجئے، جماعت اسلامی والوں پر فاتحہ پڑھئے، غیر مقلدوں کے اکابر پر رحم کھائیے کہ ان سب کا کیا عبرت ناک حال ہوگا؟ آپ صرف رسول کائنات، فخر موجودات، صادق ومصدوق، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خاص دعا پر غور کیجئے کہ کس کو عذاب سے محفوظ رہنے کی دعا دی جارہی ہے، وہی معاویہ تو ہیں جن پر ملوکیت جاری کرنے اور یزید کو ولی عہد بنانے کا الزام ہے، وہی معاویہ تو ہیں جن کو روافض اسلام سے خارج مانتے ہیں، جن پر مولانا مودودی الزام لگاتے ہیں کہ انھوں نے یزید کو اپنے ذاتی مفاد کے لیے ولی عہد بنایا تھا۔ اور اس حقیقت سے انکار نہیں کہ یزید کی ولی عہدی کا مسئلہ ہمارے اس دور میں بہت نازک مسئلہ بن چکا ہے، مگر غور کیجئے کہ امیر معاویہ جیسا ہادی ومہدی صحابی اپنے لخت جگر کو ذاتی مفاد کے لیے ولی بنا سکتا ہے؟ پھر تو دعائے رسول ہی بے معنی ہو جائے گی۔

حضرات گرامی قدر!

ہمارے علماء محققین کا اتفاق ہے کہ حضرت امیر معاویہ کا یہ انتخاب، رائے اور تدبیر کی غلطی تو ہوسکتی ہے، لیکن نیت وارادے کی غلطی ہرگز نہیں ہوسکتی، واقعہ یہ ہے کہ امیر معاویہ نے اپنے تجربہ ومشاہدہ اور علم ودانش میں یزید کو خلافت کا اہل سمجھ کر ہی ولی عہد بنایا تھا، جب کہ ان کو عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ جیسے جہاں دیدہ صحابہ کی حمایت وتائید بھی حاصل تھی۔

اس کا مطلب یہ تو ہرگز نہیں کہ مابعد کے لوگ امیر معاویہ کو اپنی ناقص رائے سے مطعون کرنا شروع کر دیں، جس صحابی کے بارے میں اللہ کے رسول نے اللہ سے یہ دعا فرمائی ہے کہ ''اے اللہ! معاویہ کو علم سے بھر دے''۔ پھر دنیا کا بڑے سے بڑا عالم وفاضل کی بھی امیر معاویہ کے علم وتجربے کے سامنے خاک پا سے بھی کمتر حیثیت رکھتا ہے، اللہ کے رسول نے معاویہ سے فرمایا تھا: ''اے معاویہ! اگر تمہارے سپرد امارت کی جائے تو اللہ سے ڈرتے رہنا اور انصاف کرنا۔'' [الاصابہ ۳/۴۱۳]

حضرت معاویہ کی اصابت رائے کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر وعمر کو کسی مشورے کے لیے بلایا، مگر وہ دونوں حضرات کوئی مشورہ نہ دے سکے، تو فرمایا کہ معاویہ کو بلاؤ، وہ قوی وامین ہیں، یعنی مشورہ دینے پر قادر ہیں اور امانت داری کے ساتھ صحیح مشورہ دیں گے۔

غور فرمایئے، جس شخصیت کا یہ مرتبہ ہو، وہ یزید کو ذاتی مفاد کے لیے کیوں کر ولی عہد بنا سکتا ہے؟ پھر یزید کو جس طرح بدنام کیا گیا ہے، ان کی سیرت کو ایک بدکردار، فاسق نوجوان کی شکل میں بیان کیا گیا ہے، وہ بھی سراسر شیعی روایت پر موقوف ہے، یزید کو فاسق کہنا خود امیر معاویہ کے خلاف سازش ہے، اگر یزید فاسق ہوتا تو قسم خدا کی نہ معاویہ اس کو ولی عہد بناتے، نہ عمرو بن العاص اور مغیرہ بن شعبہ اس کی بیعت کرتے؛ اس لیے کہ اللہ نے اصحاب رسول کے بارے میں فرمادیا ہے کہ ﴿وَكَرَّهَ إِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ

وَالْعِصْيَانَ﴾ کسی صحابی کا فسق گوارا کرنا اور فاسق کو امیر تسلیم کرنے کا تصور بھی ناممکنات میں سے ہے، چہ جائے کہ امیر معاویہ جیسا مدعولۂ صحابی رسول جس کے علم وحکمت کا ثبوت دعائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

حضرات گرامی منزلت!

امیر معاویہ حلم وبردباری کے پیکر تھے، اپنی رعایا کے ساتھ خیر خواہ حکمراں جیسی محبت کرتے تھے، اہل شام ان پر جان چھڑکتے تھے، ان کی لیاقت وصلاحیت کا اعتراف ابوبکر وعمر کو بھی تھا، اسی وجہ سے حضرت عمر فاروق نے ان کو کسی بات پر معزول نہیں کیا۔ حضرت علی ومعاویہ کا اختلاف وتصادم بہت سی غلط فہمیوں اور سازش کرنے والوں کے سبب تھا، قصاص عثمان کا مسئلہ جذباتی مسئلہ تھا، جس کو بدخواہوں نے ابھار کر جنگ کرادی تھی، مگر اس سے نہ شان علی میں کمی آتی ہے اور نہ شان معاویہ متأثر ہوتی ہے، یہ ایک تقدیری عمل تھا، خدا کو یہی منظور تھا، اِس دور کے دانش وروں کو کہاں سے یہ حق حاصل ہوگیا کہ صحابہ کرام کی نیتوں اور ارادوں پر نقد وتبصرہ کر کے اپنے کو ان سے قابل وفاضل شمار کرائیں، جب کہ خود ذرا ذرا سی بات پر اس دور کے دانش وروں، عالموں، فاضلوں، مؤرخوں، محققوں کا ذاتی بغض وکینہ کھل کر سامنے آجاتا ہے کہ وہ خیر القرون کے صحابہ میں سے کسی کی شان میں لب کشائی کی جرأت وہمت کریں اور اپنی رائے ان کتابوں کو پڑھ کر دینے لگیں، جن میں سیکڑوں قسم کے تضادات پائے جاتے ہیں، امیر معاویہ کے بارے میں ہر سیرت نگار کی الگ رائے ملتی ہے۔ جب کہ یہ واقعہ ہے کہ اس دور میں صحابہ کرام کی بہت بڑی تعداد موجود تھی، کسی بھی صحابی رسول کا قول امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دیانت، امانت، صداقت، اخلاص وللّٰہیت، صلاح وتقویٰ، حلم وبردباری، اصابت رائے اور انداز حکومت کے سلسلے میں منفی انداز کا نہیں ملتا۔

علامہ احمد بن حجر ہیثمی لکھتے ہیں:

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جو واقعات ہوئے، کسی کے لیے جائز نہیں کہ ان کو ذکر کر کے ان کے نقص پر استدلال کرے۔'' [تطہیر الجنان واللسان]

نہ کسی نے مولانا مودودی صاحب کی طرح ان کی ملوکیت کو نشانہ بنایا، نہ کسی نے روافض کی طرح معاویہ و یزید کو فاسق و فاجر کہا، اتنا ضرور ہے کہ صحابہ کرام میں بہت سے حضرات یزید کو خلافت کا حق دار نہیں تسلیم کرتے تھے، مگر ان ہی میں سیکڑوں تھے، جنھوں نے یزید کے لیے بیعت کی تھی۔

بالیقین یزید، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقام و مرتبہ تک کسی صورت میں نہیں پہنچ سکتا تھا، حسین کا کوئی ثانی ہی نہیں تھا، لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ یزید کو فاسق و فاجر کہا جانے لگے، یزید کو جہنمی کہا جانے لگے، ہمارے عہد کے صالحین و عابدین اپنے لڑکوں کو ہزاروں قسم کی خرابیوں کے باوجود نیک و صالح قرار دے کر اپنا جانشین بنا دیتے ہیں، مگر کوئی صحابی اپنے فاسق لڑکے کو کسی صورت میں اپنا جانشین نہیں بنا سکتا، یہ اس کی صحابیت کے خلاف فیصلہ ہوگا، فسق و کفران کے نزدیک سب سے گھناؤنا عمل ہے۔ یزید کے بارے میں اہل سنت والجماعت کے بزرگ لوگوں کا یہی عقیدہ ہے کہ اس کو فاسق و فاجر بلا ثبوت نہیں کہہ سکتے؛ کیوں کہ اس کا فسق منصوص نہیں۔

لہذا امیر معاویہ کے انتخاب پر نکیر کرنا خلاف ثبوت ہوگا، جس سے امیر معاویہ کی شان میں گستاخی ہوتی ہے، اس لیے ہم کو ہر حال میں امیر معاویہ کی عظمت شان اور مقام و مرتبہ کے سامنے عقیدت و محبت سے سر جھکانا ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔

○○○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہماری مشکلات کا قرآنی حل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِيْ أَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ، لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ، مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰہِ الْأَمِیْنِ، وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ، إِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ.

وَبَعْدُ:

فأعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا عَلَیْکُمْ أَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اھْتَدَیْتُمْ﴾ [سورہ مائدہ، آیت:۱۰۵]

عزت مآب صدر اجلاس، گرامی منزلت مہمانان کرام اور سامعین باتمکین!

اگر میں اپنی اقبال مندی، خوش نصیبی پر فخر کروں تو حق بجانب ہوں، کہ خدائے لم یزل ولا یزال نے اس روح پرور ''مسابقۂ خطابت'' میں آسمان رشد وہدایت کے درخشاں ستاروں، اور کاروان علوم ومعارف کے سرخیلوں کے سامنے، اس ذرۂ بے مقدار کو کھڑا کر دیا ہے، وہ بھی پیغام حق سنانے اور ترانۂ توحید گنگنانے کے لیے،

ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء.

حضرات گرامی!

قرآن کریم ہمارے لیے دستور حیات اور قانون شریعت ہے، مصائب ومشکلات

میں دلیل راہ اور منارۂ نور ہے، جب ظلم وستم کی تاریکیاں گھیر لیں، شرور وفتن کی آندھیاں چلنے لگیں، مصائب ومشکلات کا تلاطم بڑھ جائے اور نجات کی تمام راہیں مسدود نظر آئیں، تو حکم ہے کہ قرآن کریم کا سہارا لو، اسی نسخۂ کیمیا میں مسائل کا حل تلاش کرو، اسی منبع ہدایت سے آب حیات حاصل کرو، اسی منارۂ نور کی روشنی میں سفر کی منزلیں طے کرو۔ پھر دیکھنا کہ کس طرح تمام مراحل آسان اور تمام راہیں آسان ہوتی جارہی ہیں؛ اس لیے کہ محسن اعظم، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ: لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ. [المؤطا للإمام مالك]

میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں، ان کو جب تک تھامے رہو گے بھٹکو گے نہیں، ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے اس کے نبی کی سنت۔

برادران ملت!

میں نے اسی کتاب حکمت وسعادت کی ایک آیت کو اپنی گفتگو کے لیے اساس بنایا ہے، ارشاد ربانی ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ اے مسلمانو! تم اپنے اصول وقانون، اپنے دستور وآئین، اپنے دین وشریعت کے ماتحت، اپنے اعمال وکردار اور سیرت واخلاق کو درست کرلو، اگر تم ہدایت پر رہو گے، دین پر عمل پیرا رہو گے، اتباع سنت کرتے رہو گے، تو ہمارا وعدہ ہے کہ تم کو کوئی گمراہ طاقت نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے، کوئی طاغوت تم پر غالب نہیں آسکتا، کوئی فرعون تمہارا بال بیکا نہیں کرسکتا، کوئی نمرود تم کو ہراساں نہیں کرسکتا؛ لہٰذا اگر تم شان وشوکت کے خواہاں ہو، اگر تم عظمت ورفعت کے طالب ہو، اگر تم اپنے مسائل کا حل چاہتے ہو، اگر تم مشکلات کے بھنور سے نکلنا چاہتے ہو، اگر مخالفتوں، عداوتوں اور نفرتوں کے طوفان میں عزت ووقار چاہتے ہو تو پھر ہر جگہ اور ہر حال میں اپنے کو پابند شریعت بناؤ، اپنی حالت کو سدھارو، اپنا محاسبہ کرو، اپنے اعمال کا جائزہ لو، کہ کہیں شریعت سے متصادم تو نہیں، کہیں قرآن سے ٹکراؤ تو نہیں، کہیں سنت

سے ہٹے تو نہیں، عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ نے ان تمام مفاہیم ومطالب اور معانی کو اپنے اندر سمولیا ہے، بہت جامعیت ہے، عَلَيْكُمْ فرمایا گیا، یعنی اپنی فکر اور اپنا محاسبہ کرنا، اپنے کو درست رکھنا تم پر لازم ہے، اس کے بغیر نجات کا کوئی راستہ نہیں، اس کے بغیر عزت ملنے کا کوئی سوال نہیں۔

حضرات گرامی!

آج کے دھماکہ خیز دور میں جب کہ مسلمانوں پر خطرات کی برسات ہے، عداوتوں کے شعلے بھڑک رہے ہیں، سازشوں کا بین الاقوامی جال بچھا ہوا ہے، فتنہ انگزیوں اور بہتان تراشیوں کا نہ رکنے والا سلسلہ ہے، یورپ وامریکہ کے تمام ممالک، اسلام کے خلاف متحد ہیں، میڈیا کی طاقت ان کے پاس ہے، ہتھیاروں کا ذخیرہ ان کے پاس، دولت کی فراوانی ان کے پاس، وسائل کی ارزانی ان کے پاس، اور ان سب کا منظّم طریقے پر مسلمانوں کے خلاف استعمال ہورہا ہے، سازش ہوتی ہے، تحریک چلتی ہے، فضا تیار کی جاتی ہے، ماحول بنایا جاتا ہے، پھر اسلام کو نشانہ بنایا جاتا ہے، کبھی اہانت رسول کے ذریعہ مسلمانوں کی دل آزاری کی جاتی ہے اور رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثال شخصیت کی کردارکشی کی جاتی ہے؛ تاکہ مسلمانوں میں ہیجان واضطراب پیدا ہو، کبھی مسلمانوں کو بم دھماکوں کا مجرم بتایا جاتا ہے، ان کو دہشت گردی کے جرم میں گرفتار کیا جاتا ہے، پھر منظّم طریقہ پر بدنام کیا جاتا ہے اور خوف وہراس میں مبتلا کیا جاتا ہے، کبھی فسادات کے ذریعہ جانی ومالی نقصان پہنچایا جاتا ہے، کبھی بیانات کے ذریعہ ذلیل کیا جاتا ہے، ہر طرف یلغار ہے، چوطرفہ یورش ہے، کسی دن سکون نہیں، مشرق ومغرب سے لے کر شمال وجنوب تک، ہر ملک اور ہر خطے میں، اسلام مخالف لہر دوڑ رہی ہے، مساجد پر پابندیاں، اذانوں پر اعتراض، حجاب پر بندش، پردے پر پابندی، اسکارف کی مخالفت، ڈاڑھی پر طنز، کہیں ٹوپی اتاری جاتی ہے تو کہیں پگڑی اچھالی جاتی ہے۔

حضرات سامعین!

اسلامی تاریخ کا آج سب سے خوفناک، المناک دور کا سامنا مسلمانان عالم

کررہے ہیں، کہیں انصاف نہیں، کہیں امن نہیں، غور کیجئے، مسلمان کتنے خطرات میں گھرے ہوئے ہیں، فتنہ انگزیاں، بہتان تراشیاں پے درپے ہورہی ہیں، ایک طرح سے پوری دنیا نے مسلمانوں کو مجرم، گنہ گار، قانون شکن، امن عالم کا دشمن اورانسانیت کا قاتل بنا کررکھ دیا ہے۔

ان شدید ترین مشکلات میں، نازک ترین حالات میں، خوفناک ترین ماحول میں، ہمارے لیے نجات کا راستہ کہاں ہے؟ اپنی بے گناہی کا ثبوت کیسے دیں؟ جب کہ دشمنان اسلام نے ہم کو مجرم تسلیم کرلیا ہے، بلکہ جان بوجھ کر مجرم بتایا جارہا ہے اور سازش کے تحت پھنسایا جارہا ہے۔

سامعین ذی وقار!

ایسے خطرناک ترین دور میں اگر ہم کو کہیں نجات مل سکتی ہے تو قرآن کریم کے سایہ میں، اگر کہیں پناہ مل سکتی ہے تو اسلام کے دامن میں، اگر کہیں انصاف مل سکتا ہے تو رب العالمین کے دربار میں، تو پھر کیا بات ہے کہ مسلمان اس عالی شان دربار کو چھوڑ کر، خود قاتلوں، جابروں اور ظالموں سے پناہ مانگ رہے ہیں، انصاف کے طالب ہیں!

برادران ملت!

ہمارے سامنے ایک طویل تابناک تاریخ ہے، ہمارے اسلاف کا روشن کردار ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کا نمونہ ہے، آپ تاریخ کے صفحات پلٹئے اور دیکھئے کہ آج جن حالات کا ہم کو سامنا ہے، ان حالات سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی گذرے، بلکہ آج کے دور سے زیادہ خوفناک اور دہشت ناک ماحول میں زندگی گذاری ہے، ان کو نیست ونابود کرنے کے لیے معاندین اسلام نے وہ تمام حربے استعمال کئے، جوان کے پاس تھے، افترا پردازی، فتنہ انگیزی، کردارکشی، ناکہ بندی، ایذا رسانی، جنگ وجدال، قتل وقتال، سازش وتحریک، سب کچھ مسلسل ہوتا رہا، موقع نہیں ہے کہ ہر ایک کو تفصیل کے ساتھ بیان کروں۔

مگر غور کیجئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہر محاذ پر کامیابی، ہر مشن میں کامرانی، ہر میدان میں سرخروئی نصیب ہوئی تھی، جتنا اسلام کو دبایا گیا اسلام اسی قدر ابھرتا گیا، صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم کوختم کرنے کا جو پلان تیار ہوا، وہ نا کام رہا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آگے بڑھتے رہے، بلندیوں کا سفر طے کرتے رہے، عزت وشوکت کے پرچم لہراتے رہے، یہاں تک کہ تمام مخالفینِ اسلام سرنگوں ہوگئے، تمام سازشیں نا کام رہیں، تمام منصوبے فیل ہوتے رہے، آفتاب اسلام نصف النہار پر پہنچا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نجوم ہدایت بن کر چمکے، قیادت وحکومت کے ایوان میں پہنچے، قیصر وکسریٰ کو قدموں میں جھکا دیا، اور فتح ونصرت، عظمت ورفعت کا یہ قافلہ دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیامیں چھا گیا۔

حضرات گرامی!

جانتے ہیں اس کی وجہ کیا تھی؟ وہی جوقرآن نے بتایا **عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ**، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہر مقام پر، ہر محاذ پر، ہر حال میں اسلام پر عمل کیا، سنت پر عمل کیا، وہ دنوں میں مجاہد تھے تو راتوں میں عبادت گذار ہوتے تھے، ہر معاملہ میں خدا کی طرف رجوع کرتے تھے، ایمان کی طاقت، اللہ کی نصرت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت، قرآن کریم کی ہدایت، یہی ان کا ہتھیار تھا، اگر کہیں نا کام ہوئے تو پہلے اپنے حالات کا جائزہ لیتے، اپنا محاسبہ کرتے کہ کسی جگہ کوتاہی تونہیں ہوئی، کہیں قدم راہ ہدایت سے بھٹکے تو نہیں، ورنہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، یقیناً پریشانیاں، مشکلات، نا کامیاں، رسوائیاں، یہ سب ہمارے اعمال کی کوتاہی کے سبب آتی ہیں۔

محترم حضرات!

لہذا آج کے پُرفتن دور میں ہم کوسب سے زیادہ اپنے اعمال کواسلامی بنانے کی ضرورت ہےاوراسی میں ہماری کامیابی وکامرانی اورفلاح وبہبودی کا رازمضمر ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين-

○○○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جہیز کی لعنت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلیٰ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ، مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ.

أَمَّا بَعْدُ:

فَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِيْ. [مسلم شریف]

نکاح میری سنت ہے، اورآقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عورت سے چار وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے: اس کے مال کی وجہ سے، یا اس کے حسن کی وجہ سے، یا اس کے خاندان کی وجہ سے، یا پھر اس کے دین دار ہونے کی وجہ سے۔ اے ابو ہریرہ! تم دین دار لڑکی سے شادی کرنا۔ [بخاری ومسلم]

حضرات گرامی!

جہیز کی لعنت کو جاننے سے پہلے، نکاح کی اہمیت وافادیت پر روشنی ڈالنا چاہوں گا؛ تاکہ معلوم ہو سکے کہ جہیز کا نکاح سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

عزیزان ملت!

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں نسل انسانی کی ترویج وترقی کے لیے ایک آسمانی نظام عطا فرمایا ہے کہ اس نے مرد وزن کو پیدا کیا اور ان کے باہمی اختلاط سے توالد وتناسل کا سلسلہ جاری ہے، دونوں میں فطری طور پر ایک دوسرے سے ملنے اور ازدواجی تعلق قائم کرنے کا

جذبہ رکھا ہے، مرد وزن کو میاں بیوی کا مرتبہ عطا کرنے کے لیے نکاح کرنے کا حکم دیا ہے، یعنی دونوں عاقل، بالغ، آزاد مرد وعورت آپس کی رضامندی اور خوشی سے گواہوں کی موجودگی میں ایک ساتھ میاں بیوی کی حیثیت سے رہنے کا عہد ایجاب وقبول کے ذریعہ کریں، اسی کو شرعی نکاح کہا جاتا ہے۔

نکاح انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے، نکاح جائز طریقہ پر ساتھ رہنے کا آسمانی قانون ہے، نکاح وہ پاکیزہ رشتہ ہے جو مرد وعورت کو بدکاری، زناکاری کی ذلت سے بچاتا ہے، نکاح وہ عہد وپیمان ہے جس سے دو اجنبی خاندان ملتے ہیں، پیار ومحبت کی فضا قائم کرتے ہیں، قرابت داری کی دولت سے ہم کنار ہوتے ہیں، نکاح سے طہارت وپاکیزگی کا مزاج بنتا ہے، نکاح سے مرد کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہوتا ہے، نکاح سے عورت کو اپنی عظمت کا پتہ چلتا ہے، کہ پہلے وہ صرف ایک لڑکی تھی، مگر نکاح نے اس کو بیوی بنادیا، ماں کا بلند مقام دے دیا اور اولاد کی تربیت کا ذمہ دار بنادیا۔

میرے دوستو!

دیکھئے! نکاح کی سنت نے کتنے فوائد ومنافع سے مالا مال کیا ہے، اسلام نے اس عظیم سنت کو انتہائی سادہ اور فطری انداز میں ادا کرنے کا حکم دیا ہے، اللہ کے رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَعْظَمَ النِّكَاحِ بَرَكَةً أَيْسَرُهُ مُؤْنَةً. [مشکوۃ]

سب سے زیادہ برکت والا نکاح وہ ہے جو آسان طریقہ پر کم خرچ والا ہے۔

یعنی مسجد میں یا کسی جگہ پر دونوں خاندان کے افراد جمع ہوں، لڑکے اور لڑکی سے رضامندی حاصل ہو، پھر قاضی صاحب ایجاب وقبول کرادیں، پھر استطاعت ہو تو شوہر ولیمہ کرے اور لڑکی کے والدین پسند کریں تو اپنی بیٹی کو کچھ گھریلو ضروری سامان دے دیں، ورنہ بیوی کا سارا خرچ اب شوہر کو پورا کرنا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس طرح کیا تھا کہ علی کو بلایا، مہر

کے لیے فرمایا، پھر مسجد نبوی میں نکاح پڑھادیا، اور کچھ سامان جیسے: گدّا، تکیہ، چکی اور چند برتن دیئے تھے، جس کو عربی میں جہیز کہا جاتا ہے۔

حضرات گرامی!

اسی جہیز کو سنت کا نام دے کر ہندوستان و پاکستان کے مسلمانوں نے جہیز دینے اور لینے کا رواج بنالیا ہے، حالانکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے جہیز سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہند و پاک کے جہیز کی رسم اور اس کا رواج خالص مشرکانہ رسم ہے، جس طرح ہندو دھرم میں لڑکی والے لڑکے کو تلک کے نام پر رقم دیتے ہیں، جہیز کے نام پر لاکھوں روپے کا سامان دیتے ہیں، ان ہی کی دیکھا دیکھی مسلمانوں نے بھی اس رسم کو اختیار کرلیا، پھر نکاح اور شادی، بیاہ تجارت بن گیا، نکاح مصیبت بن گیا، نکاح بدنام ہوگیا، نکاح کی حقیقت بدل گئی، بیاہ کی صورت بدل گئی، پاکیزگی ختم ہوگئی؛ اس لیے کہ آج کا مسلمان نکاح نہیں کرتا؛ بلکہ ڈاکہ ڈالتا ہے، بیاہ نہیں کرتا؛ بلکہ تجارت کرتا ہے، بیوی کے لیے شادی نہیں کرتا؛ بلکہ سامان کے لیے شادی ہوتی ہے۔ اس جہیز نے اسلام کو بدنام کردیا ہے، عزت وشرافت کو نیلام کردیا ہے، لڑکوں کو بیل، بھینس اور گائے، بکری بنادیا کہ ڈاکٹر ہے تو دس لاکھ میں بکے گا، انجینئر ہے تو پانچ لاکھ میں بکے گا، آفیسر ہے تو بیس لاکھ میں بکے گا، چپراسی ہے تو دو لاکھ میں بکے گا، اس طرح لڑکی والے رقم دے کر لڑکوں کو لڑکی کا غلام بناتے ہیں۔ اور جن لڑکیوں کے والدین جہیز کی رقم اور سامان دینے کی وسعت اور گنجائش نہیں رکھتے، ان کی بچیوں کو زندگی بھر عذاب جھیلنا پڑتا ہے، غریب لڑکیاں ذلیل کی جاتی ہیں، جلائی جاتی ہیں، ماری جاتی ہیں، قتل کی جاتی ہیں، بدنام کی جاتی ہیں اور گھروں سے نکالی جاتی ہیں، غریب ماں باپ رسوا کئے جاتے ہیں۔

جس طرح غیر مسلموں میں جہیز نہ ملنے پر بہوؤں کو ماردیا جاتا ہے، شوہر بیویوں کو جلادیتے ہیں، ساسیں ان کو قتل کردیتی ہیں، اسی طرح مسلمانوں میں بھی ہونے لگا ہے، ہندو سماج کی طرح مسلم معاشرہ میں بھی جہیز کی لعنت پھیل رہی ہے، لڑکے کھل کر دو چکہ، چار چکہ

مانگتے ہیں، کھل کر دو لاکھ مانگتے ہیں، بے حیائی اور بے شرمی سے سسرال والوں سے ہر روز کوئی نہ کوئی مطالبہ کرتے ہیں، جہیز کی وجہ سے طلاقیں ہورہی ہیں، جہیز کی وجہ سے مار پیٹ ہورہی ہے، جہیز کی وجہ سے جھگڑے ہورہے ہیں، اب نہ گھر اور خاندان کی شرافت ونجابت دیکھی جاتی ہے اور نہ پاکدامنی، بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ کتنا سامان ملا، شان کے ساتھ بارات لے جانا فیشن ہے، طرح طرح کے پکوان کھلانا فیشن ہے، سیکڑوں گاڑیاں لے جانا فیشن ہے، بینڈ باجا لے جانا فیشن ہے، بڑے بڑے دین دار لوگ، عالم وفاضل لوگ بھی ان رسموں کو پورا کرنا ضروری جانتے ہیں، جہیز لینا اور دینا ضروری مانتے ہیں، اور طرح طرح کے حیلے تلاش کرتے ہیں، اللہ کے رسول کی سنت کے نام پر خرافات ہوتی ہے، سنت کے نام پر مشرکانہ طریقہ اپنایا جاتا ہے، سچ تو یہ ہے کہ جہیز ایک ناسور بن گیا ہے، کینسر بن گیا ہے، جس نے اسلامی معاشرہ کو برباد کردیا ہے، گھروں کو ویران کردیا ہے، لڑکیوں سے وحشت پیدا کردی ہے، اب یہ حال ہے کہ کسی غریب ماں باپ کے گھر میں اگر لڑکی پیدا ہوتی ہے تو وہ خوشیاں منانے کے بجائے ماتم کرتے ہیں، کہ کہاں سے اس کو جہیز دیں گے، کس طرح اس بچی کی شادی کریں گے، یہی ڈراؤنا خوف پھیل رہا ہے، بنا جہیز کتنی بچیاں گھروں میں بے نکاحی بیٹھی ہوئی ہیں، ان کے رشتے نہیں آتے۔

اسی مجبوری نے مسلم لڑکیوں کو گھروں سے بھاگنے اور خودکشی کرنے پر مجبور کردیا ہے، اسی جہیز کی لعنت نے ہمارے ایمان کو کمزور کردیا ہے، جہیز کی لعنت نے شریعت کو بے وقعت بنادیا ہے، جہیز کی لعنت نے شادی کو عذاب بنادیا ہے، کتنے ماں باپ سود پر قرض لے کر اپنی بچیوں کی شادی کرتے ہیں، پھر زندگی بھر سود در سود بھرتے رہتے ہیں، جہیز کی لعنت سے گھر بار، کھیت باغ بکنے لگے ہیں، جہیز کی لعنت کی وجہ سے بے حیائی اور بدکاری پھیلنے لگی ہے، جہیز کی لعنت سے سرکشی اور بغاوت بڑھنے لگی ہے، جہیز کی لعنت سے بے حسی، بے رحمی اور سنگ دلی کا مزاج بن گیا ہے، لڑکوں کو جہیز سے مطلب ہے لڑکیوں سے مطلب نہیں، گھر والوں کو رقم سے مطلب ہے رشتہ داری سے نہیں، سسرال والوں کو بہو نہیں چاہئے بینک بیلنس

چاہئے، کہتے ہیں کہ ہم نے لاکھوں روپیہ خرچ کر کے اس کو ڈاکٹر بنایا ہے، انجینئر بنایا ہے، آخر اس خرچ کو لڑکی والے نہیں دیں گے تو کون دے گا؟ وہ بیوی بن کر آئے گی تو راج کرے گی، پھر ہمارا کیا ہوگا؟ اس لیے لڑکی کے ساتھ جہیز دو، نہیں تو لڑکی لے جاؤ۔

یہ ہے جہیز کی لعنت کا اثر اور نقصان کہ آج کی شادی خانہ آبادی نہیں بربادی ہے، اللہ اس کی بربادیوں سے بچائے۔

وآخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین۔

○○○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدارس اسلامیہ کی ضرورت واہمیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلیٰ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ، مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ، إِلیٰ یَوْمِ الدِّیْنِ.

أَمَّا بَعْدُ:

فأعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم

قَالَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالَیٰ: ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ، وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ، لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ﴾

[سورہ توبہ، آیت:۱۲۲]

یہ مدرسہ ہے کوئی مے کدہ نہیں ساقی
یہاں کی خاک سے انساں بنائے جاتے ہیں

حضرات گرامی!

میرے لیے فخر وناز اور سعادت کی بات ہے کہ اس عظیم الشان اجلاس میں سربراہان ملت، علماء امت اور ماہرین شریعت کی موجودگی میں آپ حضرات سے ’’مدارس اسلامیہ کی ضرورت واہمیت‘‘ پر طالب علمانہ خطاب کا اعزاز حاصل کررہا ہوں۔

حضرات سامعین!

اسلام علم وعمل کا دین ہے، اس نے سب سے پہلے تحصیل علم پر زور دیا ہے؛ تاکہ

اسلامی احکام ومسائل پر عمل کرنا ممکن اور آسان ہوجائے، کیوں کہ کسی بھی حکم کو جانے اور سمجھے بغیر، اس پر عمل کرنا اور اس کا حق ادا کرنا ممکن نہیں، اگر آپ کو جہاز چلانا ہے تو اس کو چلانے کا علم سیکھنا ہوگا، اگر موٹر گاڑی چلانا ہے تو چلانے کا علم سیکھنا ہوگا، اگر ڈاکٹر بننا ہے تو پہلے ڈاکٹری کا علم سیکھنا ہوگا، پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ عبادت کا طریقہ سیکھے بغیر عبادت ادا کرلیں، شریعت کا علم جانے بغیر شریعت پر عمل پیرا ہوسکیں۔

حضرات گرامی!

یہی وہ حکمت تھی کہ اسلام نے سب سے پہلے پڑھنے کا حکم دیا، ﴿إِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ﴾ [سورہ علق] اے محمد! پڑھئے اپنے اس پالنہار کا نام لے کر جس نے پیدا کیا۔

یہ پہلی آیت ہے جو رسول کائنات، فخر موجودات، امام المرسلین، خاتم النبیین محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی۔

اس پہلی سورت کے نزول سے اسلام نے یہ واضح کر دیا کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلاحی ودعوتی مشن اور رسالت ونبوت کی ایمانی تحریک کا آغاز درس وتدریس، تعلیم وتعلم اور قرأت وکتابت سے ہوگا۔ لہذا اسلام نے اپنے اولین پیغام سے عالم انسانیت کو مدرسہ کا تصور دیا ہے، اور تعلیم وتدریس کو انسانیت نوازی، مردم گری اور افراد سازی کا سب سے مؤثر ذریعہ قرار دیا ہے، خود رسول کائنات، فخر موجودات محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو جن بنیادی صفات کے ساتھ بھیجا گیا، وہ ایک مربی، ایک معلم اور ایک مفسر وشارح کی تھی، آپ کتاب الٰہی کے معلم بھی تھے اور کلام ربانی کے شارح بھی تھے، ارشاد خداوندی ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّيْنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ [سورہ جمعہ، آیت:٢]

وہی اللہ ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بنا کر بھیجا، جو ان پر قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، ان کے دلوں کا تزکیہ کرتے ہیں اور ان کو کتاب

وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

حضرات گرامی!

مدرسہ ہراس جگہ کو کہا جائے گا جہاں ایک پڑھنے والا اور ایک پڑھانے والا ہو، اگر خانہ خدا میں یہ کام ہو رہا ہے تو وہ جگہ مسجد بھی ہے اور مدرسہ بھی ہے، کسی درخت کے نیچے یہ عمل جاری ہے تو وہ جگہ مدرسہ ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانثاروں، فدا کاروں کو ہمہ دم اپنے ساتھ رکھا، ان کو دین سکھاتے تھے، قرآن پڑھاتے تھے، احکام سناتے تھے، آداب بندگی اور اصول زندگی سکھاتے تھے، آپ نے فرمایا: إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّماً. بیشک میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

حضرات گرامی!

مدرسہ کے تصور کے ساتھ پاکیزگی، اخلاص وللہیت، صلاح وتقویٰ اور علوم شریعت، علوم قرآن وحدیث کا تصور جڑا ہوا ہے، دین داری اور دین کی اشاعت، قرآن کی تلاوت اور اتباع سنت کا تصور وابستہ ہے، جس طرح اسکول کے لفظ کے ساتھ جدید تعلیم اور عصری فنون کا تصور آتا ہے، کسی اسکول کے ساتھ نماز، روزہ، تلاوت کا تصور نہیں آتا، اگرچہ وہاں دین داری اور پاکیزگی کا ماحول ہی کیوں نہ ہو، جب کہ مدرسہ اور اس کے اساتذہ وطلبہ کا ذکر ہوتا ہے، تو عوام الناس کے ذہن میں کرتا، پائجامہ، ڈاڑھی، ٹوپی، نماز کی پابندی، شرافت، ادب واحترام، پاکیزہ لباس کا تصور آتا ہے، وہ اس کو دلیل بناتے ہیں، ثبوت بناتے ہیں اور ان ہی اسباب کے تحت وہ مدرسوں کا احترام کرتے ہیں، مدرسوں کی امداد کرتے ہیں اور ان سے والہانہ تعلق رکھتے ہیں۔

حضرات!

یہ اعزاز واکرام صرف مدارس کو حاصل ہے، کیوں کہ ان کا تعلق براہ راست نورِ نبوت سے ہے، نور توحید سے ہے، غار حرا دنیا کا پہلا مدرسہ ہے جہاں زمین وآسمان کا نورانی تعلق قائم ہوتا ہے، رحمۃ للعالمین رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو رب العالمین بواسطہ جبریل

امین تعلیم دیتے ہیں، اقرأ کی تعلیم ہوتی ہے، علم وقلم کا ذکر ہوتا ہے، خدا کے نام سے تعلیم شروع کرنے کا حکم ہوتا ہے، یہ بتانے کے لیے کہ اسلام میں مدرسہ کو پہلا مقام حاصل ہے، مدرسہ کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے، کیوں کہ اقرأ کا کارواں یہیں سے چلے گا، نبوت کا قافلہ یہیں سے چلے گا، توحید کا نور یہیں سے پھیلے گا، شریعت کا پیغام یہیں سے گونجے گا۔ اسی کو علامہ حالی نے یوں فرمایا ہے:

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

معزز سامعین کرام!

رسول عربی نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلم انسانیت بنا کر پہلا اور آخری نصاب عطا کیا گیا اور بتایا گیا کہ اسی قرآن کی تلاوت وتعلیم، اسی قرآن کی تفسیر وتفہیم آپ کا مشن ہے، یہی قرآن مدارس کی تعلیم وتربیت کا مقررہ نصاب ہے، چاہے اس سے ہزاروں کتابیں تیار کرلیں، معیار یہی کتاب مبین ہوگی، اور تفسیر وتفہیم، توضیح وتشریح میں وہی معتبر ومستند ہوگی، جو رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے، گویا متن قرآن کی شرح سنت رسول ہوگی، قول رسول ہوگا۔

حضرات گرامی!

قرآن میں پہلی سورہ میں علم وقرأت اور قلم کا تذکرہ کرکے یہ اشارہ کردیا گیا کہ ان تینوں کا آپسی تعلق ہے، پڑھنا سیکھنا اور لکھنا عام کرنا، سکھانا اور پھیلانا ہی امت مسلمہ کا کام ہوگا؛ لہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیم وتربیت شروع کردی، دارِ ارقم مکہ مکرمہ میں پہلا مدرسہ تھا، پھر اسی مدرسہ کا فارغ ہر طالب علم درس وتدریس میں لگا تھا۔ ابوبکر صدیق کا صحن کھلا مدرسہ تھا، جہاں لوگ قرآن پڑھتے تھے اور مکہ کی عوام سنتی تھی، اور ان کے دلوں میں اس کی حقانیت اترتی تھی۔ خباب بن ارت خفیہ مشن پر قرآن سکھاتے تھے، اسی طرح ہر صحابی رسول معلم ومدرس تھا، ایمان لانے والوں کو اسلام سکھایا جاتا۔

ہجرت کے بعد مسجد نبوی باقاعدہ اسلامی تربیت گاہ اور درس گاہ بن گئی تھی، صفہ دارالاقامہ بن گیا، اسی تربیت گاہِ نبوت کے تلامذہ، اصحاب رسول تھے، جن میں کا ہر فرد مدرسہ چلاتا تھا، چلتا پھرتا مدرسہ، جہاں گئے درس قرآن دیتے، درس حدیث دیتے، بعض نے حلقہ بنایا، دور دور سے متلاشیان حق آتے تھے، اسی طرح ہر علاقہ میں مدارس بنتے گئے، اسلام کا کارواں بڑھتا گیا علم کا پرچم لہراتا گیا، نور علم جہالت کی تاریکیوں کو دور کرتا رہا۔

حضرات گرامی!

اسلام وشریعت کے ماہرین ان ہی مدارس سے پیدا ہوتے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے، اصحاب رسول ہوں کہ تابعین کرام، سب ان ہی مدارس کے فارغین ہیں، پھر امام اعظم، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام ابو یوسف، امام محمد، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، امام غزالی، امام رازی، پیران پیر عبدالقادر جیلانی، معین الدین چشتی اور نظام الدین اولیاء جیسے مشائخ ان ہی درس گاہوں سے نکلے اور قلوب کو منور کیا۔

حضرات گرامی!

مدارس سے مسلمان کی شان ہے، مدارس سے عقیدہ کی حفاظت ہے، مدارس سے شریعت کی پہچان ہے، مدارس سے قرآن کی حفاظت ہے، مدارس کے ذریعہ مسلمان خرافات وبدعات سے دور ہوئے اور ہوں گے، ان مدارس کا زوال مسلمانوں کا زوال ہے، ان مدارس کی ترقی سے مسلمانوں کی روحانی اور ایمانی ترقی وابستہ ہے۔

عزیزان ملت!

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مدارس ایسے کارخانے اور فیکٹریاں ہیں، جہاں صرف سامان اور آلات تیار نہیں کئے جاتے، بلکہ ان روحانی کارخانوں اور اسلامی فیکٹریوں میں وہ انسان تیار کئے جاتے ہیں جو عبد کامل ہوتے ہیں، جو اللہ کے مطلوب ومحبوب انسان ہوتے ہیں، جن کے دل ودماغ میں انسانیت کا احترام، آدمیت کا اکرام ہوتا ہے، جو اسلام وشریعت کے تابع زندگی گذارتے ہیں اور جو اسلام کے داعی، دین کے سپاہی، شریعت کے ترجمان،

قرآن کے محافظ ہوتے ہیں، جو رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے وارثین اور احادیث رسول کے شارحین ہوتے ہیں، جن سے امت کی اصلاح اور ملت کی فلاح کا کام لیا جاتا ہے، جن کو علما وحفاظ کا خطاب ملتا ہے، جن کی قیادت میں مسلمانوں کا کارواں چلتا ہے، جن سے معاشرہ کی اصلاح ہوتی ہے، جن پر عوام کو اعتماد ہوتا ہے، جہاں مدارس نہیں، جہاں یہ کارخانے نہیں، وہ جگہیں گویا اللہ کی رحمت سے محروم ہیں، ایسی جگہوں پر جہالت وضلالت پَر پھیلاتی ہیں، بدعات وخرافات رواج پاتے ہیں، برائیاں، خرابیاں عام ہوتی ہیں، اس لیے کہ ان کو روکنے والے نہیں ہوتے۔ مدارس اسلامیہ سے کٹ کر مسلم معاشرہ ترقی نہیں کرسکتا، مدارس سے دور رہ کر مسلمانوں کی اصلاح نہیں ہوسکتی۔

لہذا مدارس اسلامیہ کے وجود کو غنیمت سمجھنا چاہیئے کہ اس ہولناک وخطرناک دور میں اگر مسلمانوں میں دین داری ہے، خدا شناسی ہے، عبادت گذاری ہے، ایمان داری ہے، تو ان ہی مدارس کی برکات سے، ان ہی کے جیالے رات ودن تبلیغی جماعتوں میں سرگرم رہ کر عوام کو جوڑے ہوئے ہیں، ان ہی کے جیالے تصنیف وتالیف کے ذریعہ اسلام کا پیغام لوگوں تک پہنچا رہے ہیں، ان مدارس کے ذریعہ ہی اللہ حفظ قرآن کی خدمات کراتا ہے، علماء صالحین، محققین ومصنفین، مصلحین ومفکرین ہر قسم کے لوگ ان کارخانوں سے تیار ہوکر میدان عمل میں سرگرم عمل ہیں۔ اللہ ان مدارس ومراکز کی حفاظت فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔

○○○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انسانیت نوازی اور اسلام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلیٰ رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ، وَعَلیٰ آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَأَتْبَاعِھِمْ أَجْمَعِیْنَ، إِلیٰ یَوْمِ الدِّیْنِ.

أَمَّا بَعْدُ:

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

قَالَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ: ﴿وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلاتُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئاً وَبِالْوَالِدَیْنِ إِحْسَاناً وَّبِذِي الْقُرْبیٰ وَالْیَتٰمیٰ وَالْمَسَاکِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبیٰ وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ وَمَا مَلَکَتْ أَیْمَانُکُمْ، إِنَّ اللّٰہَ لایُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالاً فَخُوْراً﴾ [سورہ نساء، آیت:۳۶]

عزت مآب صدر اجلاس، مہمانان گرامی، حضرات حکم صاحبان اور معزز سامعین!

میں اپنی خوش نصیبی پر بجا طور پر ناز کر سکتا ہوں کہ ناچیز کو مسابقۂ خطابت کے اس عظیم الشان اجلاس میں شناوران بحر معرفت، ماہرین درس وتدریس، شہ سواران میدان خطابت اور علما وصلحا کی موجودگی میں ’’انسانیت نوازی اور اسلام‘‘ کے عنوان سے اپنی معروضات پیش کرنے کا موقع دیا گیا۔

حضرات گرامی!

اگر میں دعویٰ کروں کہ اس کائنات ارضی پر اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے، جس

نے انسان اور انسانیت کی قدر و قیمت سے دنیا کو آگاہ کیا، اسلام ہی وہ دین فطرت ہے، جس نے انسانیت کا صحیح مفہوم بتایا اور انسانیت نوازی سے اپنے اصلاحی مشن کا آغاز کیا، اسلام ہی وہ عقیدہ ونظریہ ہے، جس نے بلاتفریق مذہب وملت ہر انسان کے ساتھ محض انسان ہونے کے ناطے حسن سلوک کرنے اور اس کی عزت وتکریم کرنے کا حکم دیا ہے، تو حق بجانب ہوں گا۔

ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلاتُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئاً وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَاناً وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ، إِنَّ اللّٰهَ لايُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالاً فَخُوْراً﴾[سورہ نساء، آیت:۳۶]

اور اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں، مسکینوں اور قرابت دار ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ سے اور بغل والے ساتھی سے اور راہ مسافر سے اور غلاموں، کنیزوں سے بھی حسن سلوک کرو اور بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں اور شیخی خوروں کو پسند نہیں کرتے۔

سامعین کرام!

اس آیت کی جامعیت وکاملیت اور ہمہ گیریت پر غور کیجئے، اس میں انسانی معاشرہ کے ہر طبقہ، ہر مکتبہ اور ہر قسم کے لوگوں کا ذکر آ گیا ہے، اللہ واحد کی عبادت واطاعت سب سے اہم اور بنیادی چیز ہے، اس کے بعد حسب مراتب والدین، رشتہ دار، قرابت دار، یتیم ونادار، مسکین ومحتاج، رشتہ دار پڑوسی، غیر مذہب پڑوسی، اس میں ہندو، سکھ، عیسائی، جین بدھ، یہودی اور پارسی سب داخل ہیں، دوران سفر ہر مذہب وملت کے افراد ساتھ ساتھ سفر کرتے ہیں، ایک سیٹ پر بیٹھتے ہیں، ان سب کے ساتھ حسن اخلاق، حسن معاملہ اور حسن

سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔معاشرہ کے امیر و حاکم ہوں، یا غریب و مسکین ہوں، غلام ہوں، کنیز ہوں، کمزور اور ضعیف ہوں، بہرحال انسانیت کا معاملہ ان کے ساتھ کرنے کی تاکید ہے،سب کو انسان ہونے کے ناطے عزت دینی ہے،ادب و احترام سے پیش آنا ہے۔

یہ ہے رب کائنات کا وہ غیر متبدل حکم جو امام کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بشکل وحی رسالت نشر کیا گیا ہے، جو قیامت تک گونجتا رہے گا۔ یہ صرف ایک نمونہ ہے۔

حضرات گرامی قدر!

ایسی متعدد آیات ہیں جن میں انسانیت کا درس دیا گیا ہے، ہزاروں احادیث ہیں، جن میں انسانیت نوازی کا سبق پڑھایا گیا ہے، اور یہ صرف اور صرف رسول انسانیت، فخر آدمیت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرۂ امتیاز ہے کہ آپ نے ساری دنیا کے انسانوں کے ساتھ عدل وانصاف، مساوات اور محبت کا درس دیا ہے، سب کے ساتھ محبت برتاؤ کرنے کی تاکید فرمائی ہے، ہر ایک کے ساتھ اخلاق حسنہ سے پیش آنے کی ترغیب دی ہے، افسوس کہ محدود وقت ان آیات و احادیث کو پیش کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔

سامعین کرام!

رسول انسانیت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام انسانیت کا ایک واقعہ بحوالہ بخاری شریف سناتا ہوں:

ماہتاب رسالت، نجوم ہدایت صحابہ کرام کے جھرمٹ میں نور افشانی کر رہا ہے کہ اتنے میں قریب سے ایک جنازہ گذرا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے احترام میں کھڑے ہوگئے، تو صحابہ کرام بھی کھڑے ہوگئے، جنازہ جب گذر گیا تو صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ ایک یہودی کا جنازہ تھا، جواب مرحمت فرماتے ہیں کہ یہودی تھا تو کیا ہوا انسان تو تھا۔اللہ اکبر! یہ اس رسول کامل کا حسن سلوک، وہ یہود مدینہ جو رات دن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازشیں کرتے تھے، رات دن ریشہ دوانیاں کرتے تھے، ان کے ساتھ

بھی انسانیت کا ثبوت دے کر آپ ﷺ نے یہ درس دیا ہے کہ مسلمانو! ہر انسان کے ساتھ انسانیت سے پیش آنا اسلام کا مزاج ہے۔

دوسرا واقعہ آپ کے فدا کار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق سناتا ہوں:

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ امیر المومنین ہیں، آپ نے ایک انتہائی کمزور اور ضعیف آدمی کو دیکھا کہ بھیک مانگ رہا ہے، فرمایا: تم کون ہو؟ عرض کیا: یہودی ذمی ہوں، میری اولاد میری دیکھ بھال نہیں کرتی، میں جزیہ ادا کرنے کے لیے بھیک مانگ رہا ہوں۔ یہ سن کر شان فاروقی کو رحم آتا ہے کہ ایک انسان میری حکومت میں اولاد کی وجہ سے اس حال کو پہنچ جائے، افسوس کی بات ہے۔ فوراً اعلان کرادیا کہ ہر ضعیف، کمزور بوڑھے ذمی کو بیت المال سے وظیفہ دیا جائے۔ آپ ''الفاروق'' نامی کتاب میں یہ واقعہ پڑھ سکتے ہیں۔

سامعین کرام!

سب سے حیرت انگیز اور دوسروں کے لیے اسلام کی انسانیت نوازی کا بیّن ثبوت میدان بدر کا واقعہ ہے اور ایسے ہزاروں واقعات سے تاریخ اسلام کے صفحات روشن ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ سن ۲ھ میں مشرکین مکہ اور شیدائیان اسلام کے درمیان اسلامی تاریخ کا پہلا معرکہ بدر کے مقام پر پیش آیا تھا، اللہ رب العزت نے تین سو تیرہ حق پرستوں کو ایک ہزار سرکش و مشرک کفار مکہ پر فتح دی تھی، ۷۰؍ مشرکین قتل ہوئے تھے اور ۷۰؍ گرفتار ہوئے تھے۔

یہ قیدی کون تھے؟ وہی ظالم و جابر، سنگ دل و بے رحم قریش مکہ جنھوں نے غربت و نادار مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے تھے، بلال حبشی کو گلیوں میں گھسیٹا تھا، حضرت خباب کو آگ پر لٹایا تھا، عمار و یاسر پر کوڑے برسائے تھے، رسول کائنات ﷺ کی گردن مبارک پر اونٹ کی اوجھڑی ڈالی تھی، بنو ہاشم اور مسلمانوں کو تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور کر کے دانہ پانی بند کر دیا تھا، ہر ستم ڈھایا تھا، ہر تکلیف پہنچائی تھی، ایسا ظلم کیا تھا کہ انسانیت لرز اٹھی تھی، آخر کاران مجبور و مقہور اور لاچار مسلمانوں کو مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت پر

مجبور کیا تھا، خود رسول کامل، نبی خاتم، سراپا رحمت ورأفت محمد عربی ﷺ کو مکہ سے ہجرت کرنے اور مدینہ جانے پر مجبور کر دیا تھا، بلکہ ان کو قتل کرنے کا پلان بنایا تھا۔

آج وہی ظالم قریش دربار رسالت میں پابجولاں سرنگوں کھڑے ہیں، جوش انتقام کہتا تھا کہ سب کو قتل کر دیا جائے، رحمت عامہ کہتی ہے کہ ان کے ساتھ بھی انسانیت نوازی کا معاملہ کر کے دنیا کو اسلام کی انسانیت نوازی کا منظر دکھایا جائے، آپ مشورہ کے بعد فیصلہ کرتے ہیں کہ ان کے ساتھ انسانیت کا سلوک کیا جائے، سراپا اطاعت صحابہ کرام کو تاکید فرماتے ہیں کہ اپنے قیدیوں کا خیال رکھنا، ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا، ان سے شفقت کا معاملہ کرنا اور قیدیوں پر ظلم نہ کرنا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی ایسا عمل کیا کہ تاریخ انگشت بدنداں ہے، خود کھجوریں کھا کر گذارا کرتے تھے اور قیدیوں کے ساتھ مہمانوں جیسا معاملہ کرتے، ان کو گیہوں کی روٹی کھلاتے تھے، جو کہ سب سے بڑا اعزاز واکرام مانا جاتا تھا۔

ان ہی دشمنوں کے ساتھ انسانیت نوازی کا ایک واقعہ اور سنئے:

ایسے وقت میں جب کہ قریش مکہ اسلام دشمنی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے، مکہ میں شدید قحط پڑا، مشرکین مکہ نے رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد کی درخواست کی، آپ نے پانچ سو دینار اور مزید غلہ بھی قحط زدہ دشمنوں کے پاس بھجوا دیا۔

حضرات گرامی!

کیا آج امریکہ و برطانیہ، فرانس و جرمنی جو انسانیت کی باتیں کرتے ہیں، حقوق انسانی کا پرچم لہراتے ہیں، مگر اپنے بے گناہ قیدیوں پر انسانیت سوز، اخلاق سوز ظلم نہیں ڈھاتے ہیں؟ گوانتانا موبے جیل کی کہانیاں سن سن کر انسان لرزلرز جاتا ہے، افغانستان کے ہزاروں بے گناہ مظلوم ومقہور قیدیوں پر ایسے ایسے خطرناک ستم ڈھائے جاتے ہیں کہ بین الاقوامی قوانین بھی ان کو برداشت نہیں کرتے، خود ہمارے ہندوستان میں دہشت گردی کے جھوٹے الزام میں گرفتار کر کے بے گناہ مسلم نوجوانوں اور علما پر ایسا خوف ناک ظلم کیا گیا اور

کیا جارہا ہے کہ دل کانپ کانپ اٹھتا ہے، اگر کسی کو تفصیل درکار ہو تو گجرات کے مفتی عبدالقیوم صاحب کی خودنوشت ''گیارہ سال سلاخوں کے پیچھے'' کا مطالعہ کرلے، ان بری ہونے والے نوجوانوں کی زبانی ظلم وستم کی کہانی معلوم کرلے، جو یہ عذاب جھیل چکے ہیں، نہ جانے کتنے ابھی جیلوں میں سسک رہے ہیں۔

ان حقائق کے بعد بھی انسانیت کے دشمن، آدمیت کے باغی حکمراں اور فرقہ پرست، اسلام کو بدنام کرتے ہیں، مسلمانوں کو قاتل اور جنونی کہتے ہیں۔

حضرات گرامی قدر! یہ حقیقت ہے کہ اسلام دین انسانیت ہے، انسانیت نوازی اس کی بنیادی تعلیم ہے، انسانیت نوازی اسلام کی روشن تاریخ ہے، ہمارے اسلاف واکابر اورسلاطین وحکمرانوں کی مذہبی رواداری، انسانیت نوازی کی ہزاروں داستانیں کتابوں کے اوراق میں بکھری ہوئی ہیں۔ وقت کی قلت کے سبب ان سب کی تفصیل ممکن نہیں، میں نے چند نمونے پیش کئے ہیں، ورنہ اسلام ایک بالکل کھلی کتاب کی طرح ہے، ہاں ہم مسلمانوں کو اس کذب وافترا اور فتنہ انگیزئ وسازش کے دور میں، بہرحال اسلام کی انسانیت نوازی کا عملی ثبوت اپنے کردار وعمل سے دینے کی ضرورت ہے، اپنے پڑوسیوں کے ساتھ، اپنے سفر کے ساتھیوں کے ساتھ، اپنے سماج کے لوگوں کے ساتھ، اسلام کی تعلیمات پر عمل کرکے ثابت کرنا ہے کہ اسلام انسانیت نوازی کا دین ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين-

○○○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلمانانِ عالم بلندی سے پستی تک، کیوں اور کیسے؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مُحَمَّدٍ رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ، وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ، إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ.

أَمَّا بَعْدُ:

فأعوذ باللہ من الشیطن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم
قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ: ﴿وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ﴾

[سورہ آل عمران، آیت:١٣٩]

حضراتِ گرامی!

رب کائنات نے مسلمانوں سے اس دنیا میں سربلندی کا وعدہ فرمایا اور اس کو پورا بھی کیا، دنیا نے تیرہ سو سال سے زیادہ عرصہ تک اسلامی عظمت وشوکت کا پرچم لہراتے دیکھا ہے، تاریخ نے مسلمانوں کی حکومت وقیادت کی کہانیاں محفوظ کی اور داستانیں تحریر کی ہیں، اقوام عالم نے صدیوں تک رفعت وعزت اور عظمت کا حسین منظر دیکھا ہے، عرب کے ریگستانوں اور چٹانوں کے درمیان زندگی بسر کرنے والے جاہل وأن پڑھ بدّؤں کو پستی سے بلندی کی طرف جاتے اور شتر بانی سے جہاں بانی کرتے دیکھا ہے۔ یہ سب واقعات کسی فرضی کہانی کا حصہ نہیں، بلکہ تاریخ انقلاب کے وہ انمٹ نقوش ہیں، جن سے انکار کی جرأت کسی مؤرخ ومصنف میں نہیں ہے۔

حضرات گرامی!

اس بوڑھی دنیا میں ایک دو نہیں، بلکہ بے شمار قومیں پیدا ہوئیں اور صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں، لاتعداد تہذیبیں آئیں اور بے نام ونشان ہوگئیں، اپنے وقت کے طاقت ور ونامور حکمران ہوئے اور پیوند خاک بن گئے، بقول شاعر:

مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے
زمیں کھاگئی آسماں کیسے کیسے

لیکن مسلمان وہ قوم ہے جو سب سے حیرت انگیز ہے، اس کی تاریخ بھی حیرت انگیز، اس کے کارنامے بھی حیرت انگیز، اس کا عروج وارتقا بھی حیرت انگیز، اس کا انحطاط وزوال بھی حیرت انگیز، یہ آج بھی حیرت انگیز کردار میں نظر آتے ہیں، اور ماضی میں بھی حیرت انگیز کردار ادا کر چکے ہیں، فرق اتنا ہے کہ حال وماضی کا عنوان بدلا ہوا ہے۔

برادران گرامی!

مسلمانوں کا شان دار ماضی ہو یا زوال پذیر حال، دونوں کا محور ومرکز وہ کتاب حکمت ورحمت اور دستور حیات وبندگی ہے، جو قرآن مجید اور کلام الٰہی کہلاتا ہے۔ مسلمانوں کی سر بلندی وسرفرازی، کامیابی وکامرانی سے لے کر جہاں بانی وحکمرانی، اسی قرآن کریم کی مرہون منت تھی، اور مسلمانوں کی بدحالی وبربادی اور ذلت وپستی بھی قرآن مجید ہی کے باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف کہہ دیا ہے:

﴿يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْراً وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْراً﴾ [بقرہ] اللہ تعالیٰ اسی قرآن کے ذریعہ بہتوں کو ہدایت دیتا ہے اور اسی کے ذریعہ بہتوں کو گمراہ کر دیا ہے۔

اس آیت کی تفسیر محسن عالم، ہادی اعظم، امام الانبیاء، سید الاتقیاء، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، محمد عربی، نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام مبارک سے ہوتی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْقُرْآنِ أَقْوَاماً وَّيَضَعُ بِهٖ آخَرِيْنَ. [مسلم]

یعنی اللہ تعالیٰ اس کتاب حکیم کے ذریعہ کچھ قوموں کو سر بلند کرتا ہے تو دوسری قوموں کو پست کر دیتا ہے، یا یوں کہہ لیں کہ کسی کو عزت سے نوازتا ہے تو کسی کو ذلت سے دوچار کرتا ہے۔

جب عرب کے گنواروں اور لٹیروں نے کفر وشرک چھوڑ کر اس کتاب کو مشعل راہ بنالیا، لات وہبل کے بجائے اللہ واحد کے دربار میں سر جھکا دیا اور رحمت عالم ﷺ کو اپنا امام وپیشوا بنالیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو صحرائے عرب سے نکال کر چمنستان اندلس میں پہنچا دیا، اونٹوں اور بکریوں کی چرواہی سے نکال کر روم وفارس کا مالک وحاکم بنا دیا، عداوت ونفرت کے ماحول سے نکال کر محبت والفت کا پیکر بنا دیا۔ پھر وہی عرب جو ہر چیز سے ڈرتے تھے، پوری دنیا ان کی طاقت سے لرزنے لگی، وہی بدو جوڈاکہ ڈال کر دولت جمع کرتے تھے دولت کے انبار کو ٹھوکریں مار کر دور کرنے لگے، وہی قوم جو جہالت میں بدنام زمانہ تھی علوم وفنون کے دریا بہانے لگی، وہی جماعت جو آپس میں لڑتی مرتی تھی اتحاد واتفاق کی چٹان بن گئی اور جس کو چلنے اور بات کرنے کا شعور تک نہ تھا وہ دنیا پر چھا گئی اور قوموں کی قیادت وامامت کرنے لگی۔

ایسا حیرت انگیز، عجیب انقلاب نہ دنیا نے دیکھا تھا اور نہ پھر دیکھ سکے گی، کہ صرف ۲۳ر سال میں صدیوں کا کام ایک امی لقب پیغمبر ﷺ نے کر دکھایا، اور انسانوں کے سب سے خراب افراد کو نسل انسانی کا سب سے افضل گروہ بنا دیا، جانتے ہیں اسی قرآن کریم کی بدولت جس نے مسلمانوں سے کہا ہے اور قیامت تک کا وعدہ ہے:

﴿وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ﴾ [آل عمران]

حضرات سامعین!

ایسا بھی نہیں کہ عربوں کو مخالفت وعداوت کا سامنا نہ کرنا پڑا ہو، دشوار مراحل سے گذرنا نہ پڑا ہو، اور سب کچھ آسانی سے ہوگیا، تبدیلی آگئی، حکومت مل گئی، قیادت حاصل ہوگئی، نہیں ہرگز نہیں، بلکہ جب چند افراد نے ہمت کر کے محمد عربی ﷺ کی دعوت توحید کو مان لیا

اور قرآن کو مضبوطی سے تھام لیا تو پھر ان کی شدید مخالفت ہونے لگی، ظلم وستم اور جبر وتشدد کا دور شروع ہوگیا، لیکن ایمان پر ثابت قدمی، صبر واستقامت اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا عزم مصمم تھا کہ سب کچھ جھیلتے رہے اور آگے بڑھتے رہے، افراد آتے گئے اور کارواں بنتا گیا، چلتا گیا اور آگے بڑھتا گیا۔ اور کفر سمٹتا گیا، سکڑتا گیا، آفتاب ہدایت بلند ہوتا رہا، نور ہدایت پھیلتا رہا، تاریکیاں چھٹتی گئیں۔ ایک طرف کفر وشرک زور مار رہا تھا کہ نور خدا کو بجھادے اور دوسری طرف اللہ چاہتا تھا کہ نور حق تام ہو۔ اور ہوتا وہی ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔ یعنی:

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

نور خدا کفار مکہ کی حرکتوں پر مسکراتا تھا، ان کی حماقتوں کو دیکھتا تھا اور قہقہے لگاتا تھا:

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

درد مندان ملت!

مسلمانوں کا عہد عظمت وشوکت، دور حکمرانی وسلطانی تیرہ صدیوں تک جاری تھا کہ مسلمانوں پر جمود طاری ہونے لگا، وہ عمل وکردار سے کنارہ کش ہوتے گئے، قرآن کریم سے دور ہوتے گئے، رسول اللہ ﷺ کا دامن چھوڑنے لگے اور دنیا کے حسین جال میں پھنس کر آخرت کو بھولنے لگے، تو اللہ نے بھی کنارے لگا دیا، حکومتیں چھن گئیں، قیادت چلی گئی، اختلافات کے باعث دبدبہ بھی ختم ہوگیا، رعب بھی جاتا رہا، اتحاد ملت بھی پارہ پارہ ہوگیا، پھر ہمارا سفینۂ حیات مصائب کے بھنور میں پھنس گیا، مغربیت کے سیلاب میں مسلمان بہنے لگے، گھروں سے تلاوت قرآن کی جگہ فلمی گانے بلند ہونے لگے، مساجد کی جگہ سینما ہال آباد ہونے لگے اور آج یہ صورت حال ہے کہ مسلمانوں کا کوئی پرسان حال نہیں، اسلامی کشتی کے کھیون ہار ہی اس کشتیٔ نجات میں سوراخ کررہے ہیں، پرچم اسلام کو بلند کرنے والے ہی پرچم عظمت کو تار تار

کررہے ہیں۔عرب سے لے کرعجم تک،امریکہ سے لے کرافریقہ تک،صرف ایک ہی منظر ہے،مسلمانوں کی بربادی کا منظر،ملت کی زبوں حالی کا منظر،امت کی رسوائی کا منظر، یہ سب مناظر اتنے ہولناک ہیں کہ چنگیز وہلاکوبھی پناہ مانگنے لگیں،لیکن مسلمانوں کوہوش نہیں آتا،ان کو اپنی بربادی کا احساس ہی نہیں ہوتا،کہ کہاں تھےاورکہاں آگئے ہیں؟غلطی کیا ہوئی؟خطا کہاں ہوئی؟تو کہنے دیجئے: ہم نے صحابہ واسلاف کی میراث گنوادی ہے،اپنا آسمانی دستور چھوڑ دیا ہے،جوکہ ہرمرض کاعلاج اور ہر بیماری کی دوا ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين-

❍❍❍

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ، وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَأَتْبَاعِھِمْ أَجْمَعِیْنَ.

أَمَّا بَعْدُ: فأعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعاً وَّلَاتَفَرَّقُوْا﴾ [آل عمران]

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَةِ. [مستدرك للحاکم، ج:۱، ص:۱۹۹]

ایک ہو جائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے

جناب صدر، حضرات حکم اور برادران ملت!

میں نے جو شعر پڑھا ہے، اسی کی روشنی میں آج کے اس مسابقۂ خطابت میں اتحاد ملت کا پیغام سنانا مقصود ہے، جس کی ترجمانی علامہ اقبال کے شعر سے ہوتی ہے کہ اتحاد ملت ہی مسلمانوں کی قوت وطاقت کا سرچشمہ تھا اور آئندہ بھی رہے گا، مسلمانوں نے ماضی میں اپنے اتحاد واتفاق اور اخوت ومساوات کی بدولت اپنے عہد وزمانہ کی طاقت ورترین قوموں پر غلبہ پایا تھا، وہ اپنے اصول ونظریات اور ایمان وعقائد میں ہی نہیں، بلکہ باہمی تعلق ومحبت اور ہمدردی وغم گساری میں بھی ایک جسم کی طرح زندگی گذارتے تھے، ہر ایک کو اپنے بھائی کی فکر تھی، اگر کسی کو غم لاحق ہوتا تھا تو اس کی تکلیف دوسرے کو بھی ہوتی تھی، اگر کسی کو مسرت ہوتی تھی تو اس کی خوشی میں سب مسلمان شریک ہوتے تھے، وہ راہ حق میں چٹان تھے، دشمنوں کے لیے سیسہ پلائی دیوار تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ صف میں ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِي سَبِيْلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ﴾
بے شک اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ ہو کر قتال کرتے ہیں، گویا کہ وہ سیسہ پلائی دیوار ہیں۔

عزیزانِ گرامی!

قرونِ ماضیہ میں مسلمانوں نے جتنے عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ہیں، ان سب کے پس پشت جو چیز کارفرما تھی، وہ ہے: مسلمانوں کی ایمانی صلابت، اسلامی غیرت، ملی وحدت، اللہ کی ذات پر یقین کامل اور راہ حق میں بے پناہ استقامت، جس نے ان کو دوسروں کے خوف اور ڈر سے بے نیاز کر دیا تھا۔ ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا﴾ [سورہ حم سجدہ] جن لوگوں نے کہا: ہمارا رب اللہ ہے، پھر اپنے قول وعقیدہ پر جم گئے، تو پھر ہر خوف سے نکل گئے، ہر رنج سے محفوظ ہو گئے، فرشتے ان کی نصرت کو آنے لگے، فتوحات ان کے قدم چومنے لگیں، حکومتیں ان کے سامنے جھکنے لگیں، دشمنانِ اسلام ان کے کارناموں سے لرزنے لگے اور وہ جہاں گئے خورشید مبیں بن کر چمکے اور آفتاب ہدایت بن کر دمکے۔

برادرانِ ملت!

امام کائنات، فخر موجودات، محمد عربی، رسول ہاشمی، نبی امی ﷺ نے مختلف فرقوں، قبیلوں اور خاندانوں کو جو نفرت وعداوت کی آگ میں جھلس رہے تھے، جو امتیاز وتفاوت کی روایات پر کاربند تھے، ہر قبیلہ وخاندان اپنے کو افضل واعلیٰ تصور کرتا تھا، دوسروں کو ذلیل وحقیر سمجھتا تھا، جس نے نفرت کی آگ بھڑکا دی تھی، جنگوں کے شعلے بھڑکا دیئے تھے، ان سب کو وحدت ومساوات کا درس دیا، ان کو ایمان کی اساس پر اجتماعیت کی طرف بلایا اور اس حقیقت سے آگاہ فرمایا کہ تم سب جب ایک ماں باپ کی اولاد ہو تو پھر اونچ نیچ کیسا؟ اشرف اور ارذل کیسا؟ گورا اور کالا کیسا؟ عربی اور عجمی کیسا؟ لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِأَبْيَضَ عَلٰى أَسْوَدَ إِلَّا بِالتَّقْوٰى. فرمایا کہ فضیلت وشرافت اور عزت وکرامت کا معیار صرف ایک ہے کہ اللہ سے ڈرنے والے بن جاؤ، اللہ کے لیے جینے اور مرنے والے

بن جاؤ اور سب ایک فکر وعقیدہ اور نظریہ پر متحد ہو جاؤ، نہ کوئی ایرانی ہوگا نہ تورانی ہوگا، نہ یونانی ہوگا نہ رومانی اور افغانی ہوگا؛ بلکہ ایک ملت ہوں گے، ایک قومیت ہوگی، جن کی فکر ایک، عمل ایک، دستور ایک، اصول ایک، رسول ایک، ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ تم سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور فرقہ بندی میں مت پڑو، ورنہ تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، دبدبہ ختم ہو جائے گا، رعب جاتا رہے گا، قوت فنا ہو جائے گی۔ جب کہ تمہاری قوت کا سرچشمہ قرآن عظیم ہے، اتحاد ملت ہے، تمہارا مقتدا وامام رسول عظیم ہے، تمہارا ناصر وحامی رب عظیم ہے۔ لہذا قومیت وعلاقائیت، نسل وجنس اور گورے کالے کے امتیاز کو در کنار کر و اور ان بتوں کو توڑ کر پاش پاش کر دو:

بتان رنگ و خوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ ایرانی رہے باقی، نہ تورانی نہ افغانی

عزیزان گرامی!

تاریخ عالم نے عربوں میں انقلابی تبدیلی ہوتے دیکھا ہے، رنگ ونسل، قوم ووطن اور عرب وعجم کی تقسیم کی دلدل سے نکلتے اور ایمان وتوحید کی بنیاد پر متحد ہوتے دیکھا ہے، رسول کائنات ﷺ کو نمونۂ عمل اور اسوۂ حسنہ بناتے دیکھا ہے، پھر وہی بکھرے اجڑے عرب قیصر وکسریٰ کی طاقت وحکومتوں اور تختوں کو اپنے قدموں سے روندتے ہوئے نظر آتے ہیں، تاریخ نے ان کو افریقہ کے جنگلوں میں نعرۂ تکبیر بلند کرتے اور بحر ظلمات میں اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے دیکھا ہے، جن کا صرف ایک مقصد تھا: اللہ کے نام کی سربلندی، اسلام کی اشاعت، رسول اعظم ﷺ کی اطاعت۔ وہ قوموں، امتوں کی حدود سے نکل کر ملت میں گم ہو چکے تھے، ایمان واسلام نے ان کو ایک جسم وجان بنا دیا تھا، وہ کبھی عرب کے ریگستانوں کے حقیر ذرات تھے؛ مگر ایمان باللہ نے ان کو خورشید مبیں بنا دیا تھا، خود بھی چمکے اور دوسروں کو بھی چمکا دیا، جدھر گئے ایک ساتھ گئے، جہاں اترے ایک ساتھ اترے، لہذا اسلامی وحدت وقوت نے دنیا کو ان کے قدموں پر گرا دیا۔

برادران ملت!

شاعر مشرق علامہ اقبال اپنے شعر کے ذریعہ وہی پیغام وحدت ومساوات دے رہے ہیں، مسلمانوں کوان کا ماضی یاددلارہے ہیں، کہ جومسلم قوم **یَدُ اللهِ عَلَی الْجَمَاعَةِ** کا مصداق تھی، جومسلمان إنما المؤمنون إخوة کی مثال تھے، جوامت الفت ومحبت اور اخوت میں جسد واحد کہلاتی تھی، آج کیوں انتشار وخلفشار کا شکار ہے، کیوں ذات، برادری میں تقسیم ہے، کیوں گروپوں اور جتھوں میں منقسم ہے، کس لیے مسلکوں اور نظریات میں بٹی ہوئی ہے، اگر یہ بکھرے ستارے ایک ہوکر خورشید مبیں بن جائیں، منارۂ نور بن جائیں، تو پھر بگڑی بات بن جائے گی اور عظمت رفتہ بحال ہوجائے گی۔

علامہ کو امت مسلمہ کے بکھرے ستاروں پر رونا آتا ہے، وہ عہد رسالت کے ماہ وانجم کو تلاش کررہے ہیں، مگر امت محمدیہ تنازعات واختلافات کے باعث اپنا شان دار ماضی گم کر چکی ہے۔ اللہ نے فرمایا: ﴿وَلاتَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ﴾[انفال]

برادران ملت!

سچ کہا جائے تو ہماری بربادی اور ذلت کا سبب مسلمانوں کا وحدت واستقامت سے محروم ہونا ہے، ہمارے اختلافات نے باطل طاقتوں کو ابھرنے اور غالب آنے کا موقع دیا ہے، مسلمانوں کو قومیت ووطنیت کے سحر میں گرفتار کرکے ان سے سرمایۂ وحدت کو چھین لیا اور قرآن سے دور کرکے لہو ولعب میں مشغول کردیا ہے، مغربی افکار ونظریات اور تہذیب وتمدن کا زہر پلا کر ہمارے ذہنوں کو مفلوج اور فکروں کو منجمد کردیا ہے۔ آج مسلمانوں کے پاس دولت وثروت ہے، حکومت وریاست ہے، مگر وہ گوہر مقصود نہیں، جو ترقی وکامیابی کا ضامن ہے، یعنی اتحاد واتفاق کی سرمدی طاقت سے ہم محروم ہیں، اسی گوہر مراد کو حاصل کرنے اور ملت کو متحد کرنے کی ضرورت ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين-

○○○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ادائے امانت مومن کا شعار ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلیٰ رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ، وَعَلیٰ آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَأَتْبَاعِھِمْ أَجْمَعِیْنَ، إِلیٰ یَوْمِ الدِّیْنِ.

أَمَّا بَعْدُ:

فأعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ اللّٰہُ تَعَالَیٰ: ﴿إِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُکُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَیٰ أَھْلِھَا﴾

[سورہ نساء، آیت:۵۵]

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: لا إِیْمَانَ لِمَنْ لَّا أَمَانَةَ لَہٗ. [بیہقی]

دردمندان ملت!

جس دین و مذہب کو ہم ماننے اور چاہنے والے ہیں، وہ اللہ رب العالمین کا سب سے پسندیدہ دین ہے، اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اسی دین پر دیکھنا اور اس کے احکام وقوانین کے تحت زندگی گذارتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں اور ان کے لیے اللہ نے اسی دین کو پسند کیا ہے، اسی سے راضی ہے۔

قرآن کریم کی آیات کے ذریعہ بھی، اور اپنے پیارے حبیب ومحبوب، صادق ومصدوق، آخری رسول، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ کلام کے ذریعہ بھی، بار بار صاف صاف بتلا دیا ہے اور کہلوا دیا ہے کہ ہمارے پسندیدہ دین اسلام سے ہٹ کر اور اس

کے احکام سے منحرف اور کنارہ کش ہوکر تم لاکھ عبادت کرلو، لاکھ راستہ بنالو اور لاکھ طریقہ نکال لو، ہمارے دربار میں اس کی کوئی حیثیت نہیں، تم نقصان ہی اٹھاؤ گے۔

برادران گرامی!

دیکھئے، قرآن صاف لب ولہجہ میں وارننگ دیتا ہے، آگاہ کرتا ہے:

﴿وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلامِ دِيْناً فَلَن يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ﴾

اور جو کوئی بھی اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین کو تلاش کر کے اختیار کرے گا، اس کو قبول نہیں کیا جائے گا اور اس کو آخرت میں نقصان اٹھانا ہی پڑے گا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے بھی یہی فرمایا کہ

میری رسالت ونبوت کے بارے میں جس نے بھی سنا، چاہے وہ یہودی ہو یا عیسائی، اور پھر وہ مجھ پر ایمان نہیں لایا تو وہ تورات وانجیل پر چاہے عمل کرتا ہوا ہی کیوں نہ مرے، بہرحال جہنم میں جائے گا۔

بتلانا اور سمجھانا یہ ہے کہ اسلام کے علاوہ کوئی راہ نجات نہیں، اسلام کے سوا کہیں کامیابی نہیں، اسلام سے ہٹ کر کوئی عزت نہیں، اگرچہ دنیا والے ہم اور آپ سب غیر اسلامی زندگی، غیر ایمانی زندگی، غیر قرآنی زندگی عزت کہیں، دبدبہ کہیں، وقار کہیں، مگر وہ ذلت والی زندگی ہے، رسوائی والی زندگی ہے؛ کیوں کہ دنیا نے جس زندگی کو زندگی سمجھا ہے وہ دنیا کی عارضی، وقتی اور فانی زندگی ہے، اصل زندگی تو آخرت کی ابدی زندگی ہے اور وہاں اسلام سے منحرف اور قرآنی احکام سے برگشتہ زندگی کا انجام ذلت ورسوائی، دائمی عذاب اور ابدی مصیبت ہے۔

برادران ملت!

میں آپ حضرات کو جس موضوع پر اور جس بات پر لانا چاہتا ہوں، اس کے لیے یہ سب تمہید تھی، کہ پہلے آپ اسلام کی حقیقت اور حیثیت کو دل ودماغ میں تازہ کرلیں۔ آپ ایسے اہم اور عظیم الشان مذہب کے ماننے والے مسلمان ہیں اور جان لیں، ذہن میں اچھی

طرح بیٹھالیں کہ یہ اسلام اللہ کی عظیم ترین نعمت بھی اور عظیم الشان امانت بھی ہے۔اللہ نے اسلام کی یہ امانت ہمارے سپرد کی ہے، ایسے عظیم الشان رسول کے ذریعہ جو صادق وامین ہیں، آپ نے امانت داری سے اللہ کی امانت کو ویسے ہی اللہ کے بندوں تک پہنچادیا، جیسا کہ اللہ نے ان پر نازل فرمایا تھا۔

اسلام امانت ہے، توحید امانت ہے، ایمان امانت ہے، عبادات امانت ہیں، نماز، روزہ، حج، زکوۃ سب امانت الٰہیہ ہیں، اس لیے کہ اسلام کی بنیاد قرآن وسنت ہے اور اللہ نے قرآن کریم کو امانت فرمایا ہے، ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَن يَّحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُوماً جَهُولاً﴾

[احزاب، آیت:۷۲]

ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا کہ اس کو اٹھالیں، تو ان سب نے اس کو اٹھانے سے انکار کردیا اور ڈر گئے، اور انسان نے اس کو اٹھالیا، وہ بہت ہی نادان اور ظالم ہے۔

حضرات گرامی!

تمام مفسرین نے یہاں امانت سے قرآن کریم مراد لیا ہے، یہی قرآن رسول عربی ﷺ پر نازل ہوا، یہی کتاب نبی امی پر اتاری گئی، اور آنحضور ﷺ نے ایک ایک حرف کو امت تک پہنچادیا، یہی قرآن مسلمانوں کا قانون ودستور ہے، حدیث رسول اسی قرآن کی تفسیر وتائید ہے، آنحضور ﷺ کی پوری زندگی قرآن کریم کے سانچے میں ڈھلی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ'' آپ کے اخلاق سراپا قرآن میں ڈھلے تھے، آپ وحی الٰہی کے تابع تھے، حکم ربانی کے تحت بولتے تھے اور عمل کرتے تھے۔

سامعین کرام!

اس لیے آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جس میں امانت نہیں ہے اس میں ایمان نہیں ہے۔''

ایمان نام ہے اللہ کو ایک ماننا، اس کی کتابوں، رسولوں، فرشتوں اور قیامت کے دن کو ماننا، تصدیق کرنا، اور رسول سے جو دین پہنچا، جو ایمان ملا، جو قرآن ملا، اس کے احکام کو قبول کرنا، اسی کے مطابق عمل کرنا یہی امانت کی ادائیگی ہے۔

امانت کے طور پر اگر کوئی آپ کے پاس سونا رکھ دے، زیور رکھ دے، روپیہ رکھ دے، سامان رکھ دے، تو آپ پر لازم ہے کہ رکھنے والے نے جس طرح اور جس حالت میں دیا ہے، ویسے ہی اس کو واپس کیا جائے، اس میں اپنی مرضی سے خرد برد کرنا خیانت ہے، بے ایمانی ہے۔

ہماری غلطی یہ ہے کہ صرف اسی کو امانت مانتے ہیں، جب کہ امانت کا مطلب بہت وسیع ہے، ہماری یہ زندگی جس کو ہم اپنی زندگی کہتے ہیں یہ اللہ کی امانت ہے، ہم کو یہ زندگی اسی طرح گذارنی ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں۔ اللہ کہتا ہے: نماز پڑھو، ہم نے نماز چھوڑ دی تو یہ خیانت ہے، اللہ کہتا ہے کہ جب تمہاری دولت نصاب زکوۃ کو پہنچ جائے تو زکوۃ نکالو، ہم نے زکوۃ نہیں دی تو یہ خیانت ہے؛ کیوں کہ ہم نے دین اسلام کو جب اختیار کیا ہے، چاہے باپ دادا سے وراثت میں پا کر، یا کسی نے غور وفکر کر کے اسلام قبول کیا ہے، بہرحال جو بھی شکل ہو جب اسلام کو دین مان لیا تو ہم نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد و پیمان کر لیا ہے کہ آپ جیسا کرنے کو کہیں گے، ویسا ہی کریں گے؛ لہذا جب ہم نے بدعہدی کی، دھوکہ دیا، فریب کیا، تو ہم نے دین کے عہد کو توڑا، یہ خیانت ہے۔ اسی لیے اللہ کے رسول ﷺ نے یہ بھی فرمایا: لَا دِیْنَ لِمَن لَّا عَهْدَ لَهُ. جس میں عہد کی پابندی نہیں اس کے دین کا اعتبار نہیں۔

میرے بزرگو اور بھائیو!

اسی لیے ہم کو حکم دیا ہے کہ تم اسلام کے پیرو ہو، تم ایمان لائے ہو، تو امانتوں کو اس کے اہل کے حوالے کرو، خیانت مت کرو، ورنہ خیانت کا بھیانک انجام بھگتنا پڑے گا، اللہ کے رسول ﷺ نے منافق کی چار صفت بیان کی ہے کہ اس کو جب امین بنایا جاتا ہے تو خیانت

کرتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے، جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور جب لڑتا ہے تو گالی دیتا ہے۔[بخاری ومسلم]

برادرانِ ملت!

یہ بہت اہم حدیث ہے، آج ہم میں چاروں برے اوصاف پائے جاتے ہیں، مسلمان جو کبھی اپنی امانت داری میں مشہور تھے، لوگ مسلمانوں کی مثال دیتے تھے کہ بھائی مسلمان ہیں، خیانت نہیں کرسکتے، دھوکہ نہیں دے سکتے، غیر مسلموں کو بھی بھروسہ تھا؛ مگر آج یہ حال ہے کہ ہم پر کسی کو بھروسہ نہیں، نام سن کر بدک جاتے ہیں، ادھار دینے کو تیار نہیں، ملازم رکھنے کو تیار نہیں، کرایہ پر مکان دینے کو تیار نہیں، لین دین کرنے کو تیار نہیں، سب مسلمانوں سے بدکتے اور بھاگتے ہیں، نام سن کر کان پکڑ لیتے ہیں، ایسا آخر کیوں ہے؟

سامعین کرام!

ہم کو جذبات سے ہٹ کر اس تبدیلی پر غور کرنے کی ضرورت ہے، سچ تو یہ ہے کہ وہ قوم کبھی عزت نہیں پاتی، جو اپنے اصولوں سے ہٹ جاتی ہے۔ اور ہمارا معاملہ تو یہ ہے کہ ہمارا اصول وقانون خود ساختہ نہیں، آسمانی اصول ہے، خدائی قانون ہے، اور اللہ نے اسی قانون پر چلنے والوں کے لیے عزت وعظمت اور سربلندی کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس دنیا میں مسلمانوں کی عزت ان کے بلند اخلاق اور ادائے امانت سے تھی، اللہ کی اطاعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابع داری کی بدولت تھی، قرآن کریم کو سینے سے لگانے اور اس کے احکام پر عمل کرنے سے تھی؛ مگر ہم وہ قوم بن چکے ہیں جو خیانت کرنے والی ہے، بدعہدی کرنے والی ہے، دھوکا دینے والی ہے، عبادت سے بھاگنے والی ہے، غیروں کے سامنے جھکنے والی بن چکی ہے، غیروں سے ڈرنے والی بن چکی ہے۔ نہ اس میں صحابہ جیسی شانِ بے نیازی ہے نہ اسلاف جیسی حق گوئی اور بے باکی ہے، نہ اس میں صلاح وتقویٰ ہے، نہ اس کے دل میں اپنے بھائیوں کا درد ہے، بلکہ مطلب پرستی، مفاد پرستی، خود غرضی میں بدنام ہے، آپس کے اختلافات میں مرکٹ رہی ہے، اپنوں سے لڑتی ہے، غیروں سے ڈرتی ہے، اللہ سے

بغاوت کرنے والی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ترک تعلق کرنے والی ہے۔

لہذا ہماری کامیابی کا صرف ایک ہی راستہ ہے کہ اسلام کو ہر حال میں اپنا دین مان کر عملی زندگی گذاریں، قرآن کو اصول مان کر اس پر چلیں، اللہ کو پروردگار مان کر صرف اسی کی اطاعت کریں، رسول کو امام مان کر ان ہی کی اقتدا کریں اور امانت الٰہیہ کو امانت داری کے ساتھ ادا کریں، پھر دیکھئے گا کہ کس طرح ہماری عظمت کا پرچم لہراتا ہے اور اسلام کا نام ہر چہار دانگ عالم میں گونجتا ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام کو بدنام کرنے کی سازش ہر دور میں کی گئی ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالْعَاقِبَۃُ لِلْمُتَّقِیْنَ، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی إِمَامِ الْأَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیّیْنَ، وَعَلٰی آلِہِ الطَّاھِرِیْنَ، وَأَصْحَابِہِ الْمَھْدِیِّیْنَ، إِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ.

أَمَّا بَعْدُ:

عزت مآب صدر جلسہ، مہمانان خصوصی، علماء کرام اور موٴقر سامعین عظام!

نور ونکہت سے معمور ''مسابقۂ خطابت'' کی اس روحانی ونورانی بزم میں، جس کو معزز ومحترم علماء کرام اور دانش وران ملت کی موجودگی نے وقار بخشا ہے اور سامعین کے اس امنڈتے ہوئے سیلاب نے اس کی اہمیت وافادیت کا ثبوت فراہم کیا ہے، ایسی نورانی محفل میں خطاب کرنا میرے لیے فخر واعزاز کی بات ہے۔ مختصر وقت میں بہت کچھ کہنا اور سنانا ہے؛ اس لیے تمہیدی کلمات میں طوالت سے اجتناب کرتے ہوئے، میں اصل موضوع پر آتا ہوں اور وہ ہے ''اسلام کو بدنام کرنے کی سازش''۔

حضرات گرامی قدر!

اسلام کو رب کائنات نے آخری مذہب وقانون، آخری دستور بندگی اور اصول عبادت بنا کر بھیجا ہے اور حامل اسلام، سید الانام، رسول کائنات، فخر موجودات، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ اسلام ہی کو راہ نجات اور صراط مستقیم فرمایا

گیا ہے، اسلام ہی کو ہر درد کا مداوا اور ہر مرض کا علاج قرار دیا گیا ہے، اسلام ہی کو دنیا کی سربلندی اور آخرت کی ابدی کامیابی کا نسخہ بتایا گیا ہے، اسلام ہی کو دین فطرت قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اسلام نے اپنی تیرہ سو سالہ شان دار تاریخ کے ہر ورق پر انسانی عظمت وشرافت کی داستان تحریر کی ہے، اسلام ہی نے انسانیت نوازی اور محبت ورواداری کی تاریخ مرتب کی ہے، اسلام نے گرتوں کو اٹھایا ہے اور مردہ انسانیت کو نئی زندگی دی ہے، اسلام ہی نے ظلم وزیادتی اور جانب داری وناانصافی کے ماحول میں عدل وانصاف کا نور پھیلایا ہے، اسلام ہی نے تڑپتی، سسکتی، بلکتی انسانیت کو عزت ووقار اور قدر ومنزلت عطا کی ہے، اسلام ہی نے عداوت ونفرت کی زہریلی فضا میں محبت وشفقت کی خوشبو بکھیری ہے، اسلام ہی نے انسانی مساوات اور ایمانی وحدت کا پیغام دیا ہے، اسلام ہی نے شرور وفتن اور خوں ریزی وقتل وغارت گری کو، امن وسکون، احترام آدمیت اور باہمی محبت کے ذریعہ ختم کیا ہے۔ الغرض اسلام نے ہر سطح پر اور ہر اعتبار سے نسل انسانی کو سنوارا اور نکھارا ہے، اس کو عزت واحترام بخشا ہے، عظمت وشوکت کی بلندیوں پر پہنچا دیا ہے۔

حضرات گرامی قدر!

مگر یہ بھی تاریخ کا سب سے المناک، دردناک پہلو ہے کہ اُسی دن سے، جب آفتاب اسلام فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہوا تھا، اُسی روز سے، جب ظلمت کدۂ شرک وکفر میں ایمان وتوحید کا نور چمکا تھا، اُسی ساعت سے، جب زبان رسالت سے اعلان حق نشر ہوا تھا، اسلام باطل پرستوں کے نشانے پر آ گیا تھا؛ لہٰذا اول دن ہی سے کاروان اسلام کو روکنے، رسول انسانیت کو مطعون کرنے، نور حق کو گل کرنے اور شمع الٰہی کو بجھانے کی تحریک شروع کر دی گئی، اسلام اپنے پہلے ہی دن سے باطل پرستوں کے گلے کی ہڈی بن گیا تھا اور قیامت تک رہے گا۔

سامعین کرام!

اسلام کی تیرہ سو سالہ تاریخ کے ہر دور میں اسلام کو نشانہ بنایا گیا، مسلمانوں کو نشانہ

بنایا گیا،قرآن کونشانہ بنایا گیا،کبھی حرب وضرب کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کوختم کرنے کی سازشیں کی گئیں،کبھی الزام تراشی، بہتان تراشی اور فتنہ انگیزی کے ذریعہ اسلام کی حقانیت کونشانہ بنایا گیا۔آپ تاریخ اسلام کا ایک صفحہ بھی اس قسم کی سازشوں،تحریکوں سے خالی نہیں پائیں گے۔

دانشوران ملت!

معاندین اسلام نے اسلام کو بدنام کرنے کے لیے ہر دور میں باطل فرقوں کو استعمال کیا ہے،اسلام کے نام پر اسلام کے رخ روشن کوداغ دار کرنے کی سازشیں کی ہیں اوران کی آڑ میں اپنا مقصد نکالنے کی کوشش کی ہے۔

گذشتہ صدیوں میں نہ جانے جبریہ، قدریہ، باطنیہ جیسے کتنے باطل فرقے ایجاد کئے گئے، مدعیان نبوت کو کھڑا کیا گیا اوران کو اسلام کے خلاف استعمال کیا گیا۔مرزا غلام احمد قادیانی ابھی ایک صدی قبل کا سامراجی فتنہ ہے،جس نے نبوت کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کوتقسیم کیا، پھرآج کے یورپ وامریکہ اوراسرائیل کے تیار کردہ سیکڑوں باطل فرقے اسلام کے نام پر،اسلام کورسوا کرنے کا کام کررہے ہیں۔

حضرات گرامی!

امریکہ واسرائیل کا تیار کردہ ایک زبردست فتنہ ''داعش'' ہے، جو''دولت اسلام عراق وشام'' کامخفف ہے۔اس فرقہ کواسلامی خلافت کے نام پراسرائیل وامریکہ نے وجود بخشا ہے،اسلام اوراسلامی تعلیمات سے اس فتنہ کا کوئی تعلق نہیں ہے، یہ سراسر مسلمانوں کو بدنام کرنے ،اسلام کوخونخواراوردہشت گرد مذہب ثابت کرنے کے لیےاورعراق وشام میں سنی اور شیعہ کے درمیان نفرت وعداوت پیدا کرنے اوراسلام کی روشن تاریخ کو داغ دار کرنے کے لیے''داعش'' کوتیار کیا گیا ہے؛ تاکہ عراق وشام کوتقسیم کرکے تہس نہس کیا جائے اورتیل پر قبضہ ہوسکے۔

''داعش'' اچانک ایک طاقت ورگروپ کی شکل میں دنیا کے سامنے آتی ہے، یہ

تحریک دیکھتے ہی دیکھتے عراق کے اکثر حصے پر قبضہ کرلیتی ہے، اس کے پاس جدید ترین ہتھیاروں کا ذخیرہ ہے، جان لیوا بموں کا ذخیرہ ہے، وہ ہتھیار جو چھوٹے چھوٹے ممالک کی پہنچ سے باہر ہیں، وہ ''داعش'' کے پاس کثیر تعداد میں موجود ہیں، ''داعش'' میں انتہائی تعلیم یافتہ سائنس داں، انجینئر، ڈاکٹر ہیں، آخر اس تنظیم کے پاس یکا یک اتنے خطرناک ہتھیار کہاں سے آگئے؟ ''داعش'' ایسے جنونیوں کا خوف ناک گروپ ہے جو وحشیوں سے زیادہ سنگ دل ہیں، وہ اسلامی خلافت کا دعویٰ کرتے ہیں، مگر سارا کام اسلام کی تعلیمات اور رسول کائنات کی سنتوں کے خلاف کرتے ہیں، بے رحمی سے اپنے قیدیوں کو قتل کرتے ہیں، ان کی ویڈیو بناتے ہیں، پھر پوری دنیا میں پھیلاتے ہیں۔ وہ اجتماعی طور پر سنگ دلی سے لوگوں کو ہلاک کرتے ہیں؛ یہاں تک کہ چنگیز و ہلاکو کو بھی شرمندہ کررہے ہیں، اسلام سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے، یہ اسرائیل کی پیداوار ہے، اس کا ثبوت ہے کہ ''داعش'' کے جتنے جنگجو دہشت گرد زخمی ہوتے ہیں، ان کا علاج اسرائیل کے اسپتالوں میں ہوتا ہے۔

حضرات گرامی!

ہندوستان کا ہر مسلمان اس خونی تنظیم سے نفرت کرتا ہے، جو اسلام کے نام پر لوگوں کا قتل عام کرتی ہے، اسلام تو اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی انسانیت کا معاملہ کرنے کا حکم دیتا ہے، اسلام بوڑھوں پر، عورتوں پر، بچوں پر حملہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا، اسلام مذہبی لوگوں پر حملہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور ''داعش'' کسی پر رحم کرنے کا نام نہیں جانتی، کسی قیدی کو معاف کرنے کا نام نہیں جانتی۔

حضرات گرامی!

اس حقیقت کے باوجود ہمارے ہندوستان میں فرقہ پرستوں اور اسلام دشمنوں کی اسلام مخالف اور مسلمان مخالف سازشیں رکنے کا نام نہیں لے رہی ہیں، بے گناہ مسلم نوجوانوں کو دہشت گرد بتا کر گرفتار کرلیا جاتا ہے اور جیل میں ڈال دیا جاتا ہے۔ نہ جانے کتنے بے گناہ ابھی بھی جیل میں سسک سسک کر زندگی گذار رہے ہیں اور جتنے رہا کئے گئے

ہیں، ان میں سے کسی پر الزام ثابت نہیں کیا جاسکا ہے۔ اسی کے ساتھ فرقہ پرستوں نے ایک نیا سلسلہ شروع کر دیا ہے، اب موقر علماء کرام کو ''القاعدہ'' اور ''داعش'' کے نام پر گرفتار کیا جاتا ہے، کرناٹک وغیرہ میں کئی مشہور علما اس جرم نا کردہ میں گرفتار کر لیے گئے ہیں۔

حضرات گرامی!

میں اس اجلاس میں بیانگ دہل کہتا ہوں کہ مسلمانوں اور اسلام کا کبھی بھی کسی دہشت گرد تنظیم سے تعلق نہ پہلے تھا، نہ آج ہے اور نہ آئندہ رہے گا۔ ہم ''داعش'' جیسی تنظیم کو کنڈم کرتے ہیں، اس کو اسلام دشمن، انسانیت دشمن تنظیم قرار دیتے ہیں۔ ہندوستان ہی نہیں، دنیا کا کوئی مسلمان کسی بھی صورت میں ایسی تنظیموں کو گوارا نہیں کرسکتا۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین-

❍❍❍

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عظمت رسول ﷺ پر قربان جائیے

نَحْمَدُهٗ وَنُقَدِّسُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ، وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰى خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ مُحَمَّدٍ، وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ، إِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ.

أَمَّا بَعْدُ:

فأعوذ باللّٰه من الشيطٰن الرجيم، بسم اللّٰه الرحمن الرحيم

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَاباً مُّهِيْناً﴾ [سورہ احزاب آیت:۵۷]

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں تو اللہ کی ان پر لعنت ہے دنیا اور آخرت میں، اور اللہ نے تیار کیا ہے ان کے لیے رسوا کن عذاب۔

سرفروشان ملت بیضا!

خدائے لم یزل ولا یزال نے ہم پر اپنا خاص انعام فرمایا ہے کہ اس قادر مطلق آقا نے ہم بے حیثیت، بے مایہ اور بے وقعت انسانوں کو فخر مخلوقات بنادیا، ہمارے سروں پر تاج کرامت وشرافت سجایا، منصب خلافت سے نوازا، مسجود ملائک اور مقتدائے خلائق بنایا، شمس وقمر اور بحر وبر کو ہمارے لیے مسخر فرمایا۔ اور نورٌ علیٰ نور ہے کہ دولت ایمان اور نعمت اسلام سے سرفراز فرمایا، پھر غلامان مصطفیٰ کی فہرست میں شمار کیا، خاتم الانبیاء، امام الاتقیاء، سید الاصفیاء، محبوب کبریا، محمد عربی صلوات اللہ علیہ وسلامہ کی محبت وعقیدت سے نوازا، آپ کی عظمت

وعزت کا سکّہ دل میں جمایا۔

ذرا دیکھئے: پے در پے انعامات ہو رہے ہیں، سعادتوں پہ سعادتیں نصیب ہو رہی ہیں، عزت واکرام اور قدر ومنزلت کی انتہا ہو رہی ہے۔ اگر ہم اپنی اس اقبال مندی اور خوش نصیبی پر فخر وناز نہیں کریں گے، لوگوں سے اس نعمت کو بیان نہیں کریں گے، مجالس میں، محافل میں، مساجد میں، خلوتوں میں، جلوتوں میں اس نعمت کبریٰ اور سعادت عظمیٰ پر شکر ادا نہیں کریں گے تو کفران نعمت کے مرتکبین میں گنے جائیں گے، منکرین احسان میں شمار کئے جائیں گے، پھر قیامت کے دن پکڑے جائیں گے، زنجیروں میں جکڑے جائیں گے، غضب الٰہی کا نشانہ بنیں گے، فرشتوں کے طعنے سنیں گے، برسر عام کھڑے کردیئے جائیں گے، سارا علم جمع ہوگا اور ہماری حالت زار دیکھے گا۔ پوچھیں گے: یہ کون لوگ ہیں؟ جواب ملے گا کہ یہ ہماری نعمتوں کی ناشکری اور ہمارے احسانات کی ناقدری کرنے والے ہیں۔

لہذا اپنی زبان حال وقال سے کہئے: **فللّٰه الحمد الشكر على ما أنعم علينا.**

شمع نبوت کے غیور پروانو!

ناز کیجئے کہ آپ پر ملائکۃ الرحمٰن نازاں ہیں، آپ کے وجود پر اس کائنات کا ذرہ ذرہ ناز کرتا ہے، سچ بتاؤں کہ حجر وشجر، چرند وپرند، ارض وسما، شمس وقمر سب کو آپ پر فخر وناز ہے؛ اس لیے کہ آپ آخر الامم ہیں، آپ اس رسول کامل اور نبی امی کی امت میں سے ہیں، جو باعث تخلیق کائنات اور فخر موجودات ہے، جو انبیاء ومرسلین کی بشارت اور آفتاب ہدایت ہے، اس کی ولادت وبعثت نے دنیا کو حیات نوبخشی، جو انسانیت ہی نہیں، بلکہ مخلوقات خدا کی تمام اقسام وانواع کے لیے محسن اعظم ہے، یعنی رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر ایمان ویقین رکھتے ہیں، ان کی رسالت ونبوت کی تائید وتصدیق کرتے ہیں، ان کی اطاعت وپیروی کا دم بھرتے ہیں اور ان کی محبت وعقیدت سے اپنے خانۂ دل کو آباد اور اپنی روح کو شاد رکھتے ہیں۔

لہذا جب ہادیٔ عالم، محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم ہی آخر الزماں ہیں، تو ان کی امت

بھی امت آخر الزماں ہوئی، جب نبی خاتم امام المرسلین ہیں تو ان کی امت بھی امام الامم ہوگی، اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے شب معراج میں امت محمدیہ کو آخر الامم ہونے کی بشارت دے کر اپنے حبیب ومحبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش فرمایا تھا۔

عاشقان شاہ بطحا!

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عند اللہ قدر ومنزلت اور عزت وعظمت اس قدر زیادہ ہے کہ ہم اس کو الفاظ وعبارات کا جامہ پہنا کر بیان نہیں کر سکتے، اس کو ضبط تحریر میں نہیں لا سکتے، بس اتنا کر سکتے ہیں کہ چند آیات اور ذخیرۂ احادیث کی طرف رہنمائی کر دیں، ان کے معانی اور تفاسیر بتادیں، ورنہ اپنے محبوب کی عظمت شان کو اللہ ہی جانتا ہے اور اس کو وہی مولیٰ بیان کرسکتا ہے، جس نے اپنے حبیب کو نمونۂ کامل اور اسوۂ حسنہ بنایا ہے، ہم اتنا کہہ کر خاموش ہوجائیں گے:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

سامعین کرام!

خداوند عالم نے اپنے رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے، اور قرآن پاک میں جابجا اس کو مختلف اسلوب وانداز میں بیان بھی فرمایا ہے، کہیں فرمایا:

﴿أَطِيْعُوا اللهَ وَأَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ [نساء] تو کسی مقام پر فرمایا: ﴿مَن يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ﴾ [نساء] تو کسی جگہ ارشاد عالی ہے: ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ﴾ [آل عمران] آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم کو اللہ سے محبت ہے تو پھر میری پیروی کرو، اللہ بھی تم محبت فرمائیں گے۔

برادران ملت!

رب کائنات نے فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وپیروی کو اپنی محبت کا معیار بنایا ہے، اور محبت رسول کو مسلمانوں کے لیے جزو ایمان قرار دیا ہے، یعنی محبت رسول ایمان کا تکملہ ہے، اس کے بغیر کوئی مومن، مومن کامل نہیں ہوسکتا ہے، جیسا کہ زبان رسالت

ترجمان حق تعالیٰ ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اور امام بخاری اور امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کوئی شخص اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ، آل واولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں''۔

کیوں کہ محبت کی ایک حلاوت ہے، عشق کی ایک لذت ہے، اور یہ تو محبت رسول ہے، عقیدت رسول ہے، الفت نبی ہے، پھر اس کی حلاوت مت پوچھئے، اس محبت سے ایمان کی لذت ملتی ہے، ایمان میں پختگی پیدا ہوتی ہے، غیرت ایمانی بیدار ہوتی ہے، عزم عمل پیدا ہوتا ہے، ذات رسول پر فدا ہونے کا جذبہ بیدار ہوتا ہے، محبت رسول سے اطاعت کا حوصلہ ملتا ہے اور مر مٹنے کی ادا آتی ہے۔

حضرات گرامی!

کمالِ عشق اور جمالِ محبت، دلیلِ الفت اور نشانِ عقیدت یہ ہے کہ محبوب کی عظمت دل میں جم جائے، اس پر نثار ہونے کو دل مچلنے لگے، اس کی ہر ادا دل کو بھانے لگے، اس کی اداؤں کو اپنانے کا شوق وذوق پیدا ہو جائے، اسی میں قرار ملے، اسی میں سکون ملے، اسی میں راحت ولذت ملے۔ اور محبوب کی تکلیف پر دل تڑپنے لگے، اس کو تکلیف دینے والوں سے نفرت ہو جائے، اس کی شان میں گستاخی کرنے والوں سے عداوت ہو جائے، اس کا مذاق اڑانے والوں سے بغض ہو جائے۔ لہذا جب ہم یہ مرتبہ حاصل کرلیں گے تو ہمارے دل میں ہر اس ذلیل وملعون کی نفرت وعداوت کی آگ بھڑک جائے گی، جو قصر رسالت پر کیچڑ اچھالے گا، صفات رسول کو مسخ کرے گا، اور ہم اس غدار، دریدہ دہن کو اس کی گھناؤنی حرکت پر سزا دینے کے لیے بے قرار ہو جائیں گے، اس کی جسارت بے جا پر غضب ناک ہو جائیں گے، ہمارا ایک ایک عضو اس سے انتقام لینے کے لیے آمادہ ہو جائے گا؛ اس لیے کہ اس شخص نے اس ذات کو ہدف ملامت بنایا ہے جو محسن انسانیت ہے، اس رسول پر نشانہ سادھا ہے جو خلاصۂ کائنات ہے، اس نبی کی شان میں گستاخی کی ہے جو فخر موجودات ہے، اس ہادیٔ اعظم

کی اہانت کی ہے جو فیضان رحمت ہے۔ اور اگر خدانخواستہ ایک مومن ومسلمان ہونے، غلامان مصطفیٰ کی صف میں شامل ہونے اور جانثارانِ ماہ رسالت کی فہرست میں شمار کئے جانے کا دعویٰ کرتے ہیں تو یقیناً یہی کیفیت ہوگی، ورنہ ہمارے ایمان پر دھبہ آئے گا، ہمارے عقیدے پر چوٹ پڑے گی، ہماری محبت کھوٹی کہلائے گی، ہمارا عشق ناتمام ہوگا۔

سامعین باتمکین!

ہماری حقیقت وبساط کیا؟ ہماری حیثیت و اوقات کیا؟ خود رب العالمین، احکم الحاکمین، مالک الملوک اپنے محبوب کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرنے والوں اور اہانت رسول کا جرم کرنے والوں پر اتنا غضب ناک ہوتا ہے کہ جس کی حد وانتہا نہیں، وہ اپنے پیارے رسول، دلارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو قول وعمل سے اذیت دینے والوں کو راندۂ درگاہ قرار دیتا ہے، ملعون ومردود فرماتا ہے اور اس کو دائمی عذاب کا مجرم گردانتا ہے۔

میں نے شروع میں جو آیت کریمہ تلاوت کی تھی، پھر پڑھتا ہوں، اس کے لب ولہجہ اور اسلوب وانداز کی غضب ناکی پر غور کیجئے، کتنا جلال ہے! ارشاد باری ہے:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهُ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَاباً مُّهِيْناً﴾ [سورہ احزاب، آیت: ۵۷]

بے شک جو لوگ بھی اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں، اور اللہ نے ان کے لیے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اور سورہ توبہ میں فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ﴾ [سورہ توبہ، آیت: ۶۱]

اور جو لوگ بھی اللہ کے رسول کو اذیت پہنچاتے ہیں، ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

حضرات گرامی!

ان آیات کی روشنی میں علامہ ابن تیمیہؒ اور دوسرے ائمہ مجتہدین نے گستاخ رسول

اورمحبوب رب ذوالجلال کوایذا پہنچانے والوں کوواجب القتل قرار دیا ہےاور علامہ ابن تیمیہؒ نے اس موضوع پر ''الصارم المسلول علی شاتم الرسول'' نامی کتاب تصنیف فرمائی۔

برادران ملت!

آج اس ترقی یافتہ دور کی جہالت وضلالت نے ایک تحریک چلائی ہے، مغربی تہذیب وتمدن نے ایک مشن شروع کیا ہے، اور وہ ہے ہر طرح سے اسلام اور رسول اسلام کو ہدف ملامت بنانا، شان رسالت میں گستاخی کر کے مسلمانان عالم کی دل آزاری کرنا، اسلام، قرآن اور رسول اکرم ﷺ کے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نکالنا؛ اس لیے کہ عیسائیت ویہودیت اور کفر وشرک، اسلام کے بڑھتے قدم اور قرآن کے پھیلتے نور سے خوف زدہ ہے، اور وہ عالمی پیمانہ پر مسلمانوں کو ذلیل کرنے، ان کو احساس کمتری اور محرومی ومایوسی کا شکار بنانے اور ان کو تہذیب نو کا باغی اور تمدن جدید کا مجرم گردانتے کی ہر ممکن کوشش کر رہا ہے۔

شیدائیان اسلام!

ادھر چند سالوں سے ایک منظّم سازش اور بھر پور پلاننگ کے ساتھ مسلمانوں کے ایمانی ودینی جذبات سے کھیلنے کی ایک لہر چلائی جارہی ہے، یورپ وامریکہ اور بھارت وبنگلہ دیش کے کچھ دریدہ دہن، پلید ذہن، گستاخ قلم ادیبوں، مصنفوں، مؤلفوں، دانش وروں اور مفکروں کو رسول اکرم، ہادیٔ اعظم، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کرنے پر آمادہ کیا جاتا ہے، ان کی بکواس کو ادب کا شاہکار بنا کر پیش کیا جاتا ہے، ایسے ادیبوں کو حکومت کی سطح پر انعامات اور ایوارڈ سے نوازا جاتا ہے، ان جیسے مسخ فطرت مصنفوں کی آزادیٔ قلم کے نام پر حمایت کی جاتی ہے اور ان کی مخالفت کرنے والے مسلمانوں کو بنیاد پرست، انتہا پسند کہہ کر ان کے اعتراضات کو رد کر دیا جاتا ہے۔

حضرات سامعین!

آج کل کلکتہ میں ایک بنگلہ دیشی مصنفہ ''تسلیمہ نسرین'' کا گستاخ قلم بہت رواں

ہے اور ہمارے دیش کے فرقہ پرست اس گستاخ رسول مصنفہ کی پذیرائی اور دل داری میں مشغول ہیں، دنیا کے سب سے محترم ومعزز انسان اور ۲ ؍ارب مسلمانوں کے دل وجان سے محبوب رسول، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کرنے والے اور ۲ ؍ارب مسلمانوں کے مذہبی جذبات اور عقائد کو نشانہ بنانے والی مصنفہ، قابل رحم اور مظلوم قرار پائی اور مسلمان مجرم کہلائے۔

یہ ہے آج کی جدید ذہنیت اور علم وفن کی بلندیوں پر پہنچنے والی عقل کا حال! کتنے شرم کی بات ہے کہ ملک کے پرچم کی تذلیل کرنے والا مجرم، گاندھی جی کی شان میں نازیبا جملہ بولنے والا ملک کا دشمن، کسی دیوی، دیوتا کی تصویر بنانے والا فدا حسین مجرم، کسی فلم میں کسی مذہبی فرقہ کا غیر مہذب استعمال کرنے والا فلم ساز مجرم اور اس کے خلاف پریس بھی لکھنے لگتا ہے، حکومت بھی ایکشن لیتی ہے؛ مگر ایک رسول، ایک پیغمبر اور دنیا کی سب سے مہان ہستی کا کارٹون بنانے والا، ''شیطانی آیات'' لکھنے والا سلمان رشدی، یا اہانت رسول کی مرتکب ادیبہ، محبوب نظر بن جاتی ہے؛ اس لیے کہ یہ مسلمانوں کا معاملہ ہے، یہ اسلام کا مسئلہ ہے۔ ایسی گندی طبیعت اور دریدہ قلم مصنفہ کی آؤ بھگت کرنے کے لیے مدھیہ پردیش سے لے کر گجرات تک کی سرکاریں چشم براہ بن جاتی ہیں، مرکزی حکومت اس کو اپنی خصوصی پناہ میں لے لیتی ہے، راجستھان کی وزیر اعلیٰ اس عورت کو اپنا ''خصوصی مہمان'' گھوست کرتی ہے، اس لیے کہ اس نے ۲۰ ؍کروڑ ہندوستانی مسلمانوں کی دل آزاری کی ہے۔

مسلمانوں کا شاید کوئی دستوری حق نہیں ہے، اگر کوئی ''رام چندر جی'' پر کوئی تبصرہ کرتا ہے اور تاریخی حقائق کے ساتھ کرتا ہے، تو یہی فرقہ پرست آگ بگولہ ہو جاتے ہیں۔ اور جب رسول عربی کے قصر رسالت پر قلم کی تیر اندازی سے زبان درازی کی جاتی ہے، ان کے چہرے کھل جاتے ہیں، اخبارات کی شہ سرخیاں لگاتے ہیں، ٹی وی والے انٹرویو لیتے ہیں، مغرب سے مبارک باد ملتی ہے، اس ادیب یا ادیبہ پر دولت کی بارش ہونے لگتی ہے، اس پذیرائی کو دیکھ کر شہرت وناموری کے لیے اور دولت کمانے کے لیے اب نام نہاد ادیبوں کی

ایک لہر آگئی ہے۔

برادران ملت اسلامیہ!

چونکہ مسلمانان عالم اس وقت بے بس اور نفرت و جانب داری کا شکار ہیں؛ اس لیے کچھ نہیں کر سکتے، ہم نے خود اپنے عمل و کردار کے باعث ذلت و نکبت اور تحقیر و تذلیل کی چادر اوڑھ لی ہے اور کچھ نہ کرنے کی پوزیشن میں آ گئے ہیں۔ دشمنان اسلام کی صفوں میں اتحاد ہے، ہماری صفوں میں انتشار ہے۔ معاندین اسلام بیدار ہو کر حملے کر رہے ہیں اور ہم خواب غفلت میں بڑبڑا رہے ہیں؛ ورنہ کیا مجال و جرأت تھی کہ کوئی ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات وصفات پر انگلی اٹھا سکتا، لہٰذا ایسے حالات میں اپنے غم و غصہ کا اظہار کرنا بھی ضروری ہے اور سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا بھی لازم ہے۔

سامعین کرام!

سچ تو یہ ہے کہ ہم مسلمان کسی گستاخ رسول کو قرار واقعی سزا دینے پر عملاً قادر نہیں ہیں؛ اس لیے کہ ہماری مسلم حکومتیں بھی سیاسی و دفاعی طاقتوں سے محروم ہیں، سب امریکہ کی دست نگر اور فکری غلام ہیں، اور گستاخان رسول کی جماعت امریکہ و یورپ کی منظور نظر ہوتی ہے، بلکہ یہودیت و نصرانیت کے ترجمان ہوتے ہیں، خاص کر ہندوستانی مسلمان تو ویسے ہی انتہائی مجبور و مقہور ہیں؛ اس لیے وہ طریقہ اختیار کیا جائے جو کم از کم زیادہ مؤثر و مفید ہو، یعنی سیرت رسول پر عملی طور پر ثابت قدم ہو جائیں، سیرت رسول کا پیغام زیادہ سے زیادہ عام کریں اور حقیقی معنوں میں اسلام پر عمل پیرا ہو جائیں، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے وفادار بن جائیں اور جوش و اشتعال سے زیادہ، اسلامی غیرت و حمیت کا ثبوت دیں۔

جہاں تک دشمنان اسلام کی تحریکوں، سازشوں، منصوبہ بندیوں، بہتان طرازیوں، نفرت انگیزیوں اور اشتعال انگیزیوں کا معاملہ ہے تو یہ سلسلہ رکنے والا نہیں ہے۔ یہ تو اسی دن سے جاری ہو گیا تھا جب فاران کی چوٹیوں سے آفتاب اسلام طلوع ہوا تھا، ام القریٰ کے افق پر ماہ رسالت نمودار ہوا تھا اور کوہ صفا سے اعلان توحید گونجا تھا۔ لہٰذا غور کیجیے اور تاریخ

اسلام کا مطالعہ کیجئے، پتہ چلے گا کہ کوئی بھی دور، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف فتنہ پردازیوں اور ریشہ دوانیوں سے خالی نہیں رہا ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم عہد نبوت ورسالت سے جتنا دور ہوتے چلے جائیں گے، اتنے ہی شدید فتنوں سے سابقہ پڑے گا؛ لیکن ہم عہد کر لیں کہ محبت اسلام، محبت رسول، محبت قرآن اور محبت خدا سے کسی چیز کا سودا نہیں کریں گے، یہی ہر دور میں کامیابی کی کلید اور فلاح و بہبودی کی ضامن ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔

○○○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یوم جمعہ کی عظمت وفضیلت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْخَالِقِ الْجَبَّارِ، وَالصَّلاةُ وَالسَّلامُ عَلَى الرَّسُوْلِ الْمُخْتَارِ، مُحَمَّدٍ وَّعَلىٰ آلِهِ الْأَخْيَارِ، وَأَصْحَابِهِ الْأَبْرَارِ، إِلىٰ يَوْمِ الْقَرَارِ.

أَمَّابَعْدُ:

فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم

قَالَ اللهُ تَعَالَىٰ: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا إِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِن يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ، ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ [سورة الجمعة:۹]

وَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ. [بخاری ومسلم]

محبان اسلام وعزیزان ملت!

میں نے آپ کے سامنے سورہ جمعہ کی ایک آیت کریمہ کی تلاوت کی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ

> جب جمعہ کی نماز کے لیے اذان دی جائے، تو سب کچھ چھوڑ کر اللہ کے ذکر کی طرف سبقت کرو، اور خرید وفروخت، کاروبار وتجارت کے کام ترک کردو، اسی میں تمہارے لیے خیر ہے، اگر تم اس کو جان لو۔ ہاں جب نماز جمعہ پڑھ لو تو پھر اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لیے زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو، شاید تم فلاح

یاب ہوجاؤ۔

حضرات گرامی!

یہ آیت یوم جمعہ اور نماز جمعہ دونوں کی عظمت وفضیلت پر دلالت کرتی ہے، یوم جمعہ اسلامی شریعت میں مسلمانوں کی وحدت ومساوات اور اجتماعیت کی علامت ہے، جمعہ کا دن سب سے افضل دن ہے، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کو سید الایام فرمایا ہے، یہ دن اللہ رب العالمین کی بارگاہ سے امت مسلمہ کو انعام کے طور پر خصوصیت کے ساتھ عطا کیا گیا ہے، اور اس کو اجتماعی عبادت کا دن مقرر فرمایا گیا ہے، جس طرح یہودیوں کے لیے سنیچر کا دن یوم عبادت تھا اور نصاریٰ کے لیے اتوار کا دن تھا۔

لہٰذا مسلمانوں کے لیے جمعہ کا دن مقرر کیا گیا؛ تاکہ اس امت کو اللہ تعالیٰ کے خاص اکرام وانعام سے سرفراز کیا جائے، جمعہ کے دن کی برکات ونوازشات سے فیض یاب کیا جائے؛ کیوں کہ یوم جمعہ نے اپنے اندر تمام فضائل وبرکات اور خیرات کو سمیٹ لیا ہے۔ یوم جمعہ اس اعتبار سے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ تخلیق کائنات اور مخلوقات کی پیدائش کا کام اللہ تعالیٰ نے اسی دن پورا فرمایا، سنیچر کو کوئی کام نہیں ہوا، لہٰذا ''یوم السبت''، یعنی چھٹی کا دن، اسی لیے یہود نے اس کو افضل الایام سمجھ کر قبول کیا تھا اور اتوار کو اللہ نے کائنات کی تخلیق کا آغاز فرمایا تھا، لہٰذا نصاریٰ نے اس کو افضل الایام مان کر اپنا مذہبی دین منتخب کیا، جب کہ افضل الایام تکمیل کائنات کا دن جمعہ تھا، جس کو مسلمانوں نے اپنی عبادت کا دن منتخب کیا۔

سامعین کرام!

فطری طور پر نسل انسانی اور اولاد آدم کے لیے جمعہ کا دن ہی سید الایام اور جشن ومسرت کا دن ہے کہ اسی دن اللہ رب العزت نے ہمارے جد امجد ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق فرمائی تھی، اسی دن ان کو جنت میں داخل فرمایا تھا اور اسی دن ان کو دنیا میں اتارا تھا؛ تاکہ دنیا آباد ہو، اس میں اللہ کا ذکر کیا جائے، اللہ کی اطاعت اور عبادت کی جائے، کیوں کہ زمین کو اسی غرض کے لیے اللہ تعالیٰ نے وجود بخشا تھا، اس کو اولاد آدم سے آباد کرنا تھا، اس کو

دار العمل بنانا تھا اور اس میں اپنے محبوب بندے امام الانبیاء، رسول کائنات، فخر موجودات، محسن انسانیت محمد عربی ﷺ کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمانا تھا، حدیث میں ہے کہ اللہ نے فرمایا:

''میں تو ایک مخفی خزانہ تھا تو چاہا کہ میرا ذکر کیا جائے، لہذا میں نے زمین وآسمان کو پیدا کیا۔''

حضرات گرامی!

خود بخود ایک ترتیب بن گئی کہ کس طرح یوم جمعہ کا مسلمانوں سے خاص تعلق ہے، بات حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوتی ہے کہ جمعہ کے دن پیدا ہوتے ہیں اور اختتام سید المرسلین ﷺ پر ہوتا ہے کہ آپ کی امت کو جمعہ سے جوڑ دیا گیا؛ اسی لیے یوم جمعہ کو خاص کیا گیا تاکہ اول الانبیاء اور آخر الانبیاء میں ربط قائم ہو جائے۔

سامعین کرام!

جمعہ کا دن ملت اسلامیہ کے لیے اجتماعی عبادت کا دن ہے، ہفتہ کے چھ دن جو مسلمان اپنے محلّہ کی قریبی مسجدوں میں پنجگانہ نماز ادا کرتے تھے، ان کو حکم دیا کہ جمعہ کے دن جامع مسجد میں جمع ہوں اور اس کا اس قدر اہتمام کیا جائے کہ اذان کے بعد تمام کاروبار، سرگرمیاں، خرید وفروخت اور لین دین بند کر کے جامع مسجد کی طرف اللہ کا ذکر یعنی نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے تیزی سے چلیں: ''**فاسعوا إلى ذكر الله**'' فرمایا گیا، اس کو آپ اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ جب کوئی خاص ضروری چیز حاصل کرنی ہوتی ہے اور اس کے طلب گار زیادہ ہوتے ہیں تو ہر آدمی کوشش کرتا ہے کہ جلد از جلد پہنچ کر اپنا حصہ وصول کرلے۔ یہ ایک طبعی بات ہوتی ہے، جلد پہنچنے کی سب کو فکر ہوتی ہے، پہلے سے ہی لائن لگا لیتے ہیں۔

تو بھائیو! جمعہ کا دن ایسا ہی عظیم الشان ہے، اس دن نیکیوں کا دفتر لیے فرشتے جامع مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور آنے والوں کا نام، مرتبہ، رجسٹر میں لکھتے ہیں۔ جو پہلے آتا ہے اس کا مرتبہ بلند ہے بعد میں آنے والے کے مقابلے میں، یہاں تک

کہ جو امام سے جتنا دور ہوگا اس کا مرتبہ اسی قدر کم ہوگا، جو قریب ہوگا اس کا مرتبہ بلند ہوگا۔ اور جب امام خطبہ کے لیے منبر پر آتا ہے تو فرشتے رجسٹر بند کر کے خطبہ سننے لگتے ہیں۔

اس کے برعکس شیاطین جمعہ کے دن بازاروں میں جمع ہوجاتے ہیں، اب وہ لوگ جو جمعہ کے دن دیر تک بازاروں میں ٹہلتے رہتے ہیں، مسجد کی طرف ان کے قدم نہیں اٹھتے، تو وہ کتنے بدنصیب مسلمان ہوتے ہیں، آج کل یہ وبا ہے کہ گھر سے تو مسجد کے نام پر نکلتے ہیں، مگر بہت سے لوگ بازاروں میں ہی رہ جاتے ہیں، یہ ایمان کی کمزوری کی علامت ہے، ان کو رسول خدا کی حدیث پر شاید یقین نہیں ہے۔ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''ہر جمعہ کے دن حج اور عمرہ کا ثواب ہے، حج کا ثواب تو اس کے لیے ہے کہ جو جلد مسجد جاتے ہیں، اور عمرہ کا ثواب اس کے لیے ہے جو جمعہ کی نماز کے بعد عصر کا انتظار کرے''۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

> ''جمعہ کی دو رکعت باقی دنوں کی ایک ہزار رکعتوں سے افضل ہے، اور جمعہ کی ایک تسبیح باقی ایام کی ہزار تسبیح سے افضل ہے''۔ [کنزالعمال]

برادران ملت!

جمعہ چونکہ اجتماعی عبادت کا دن اور اسلامی اتحاد وشوکت کی علامت ہے؛ اس لیے اس نماز کا خاص اہتمام کیا جائے، جمعہ کے دن خاص طور سے غسل کیا جائے، ابتدائے اسلام میں تو جمعہ کا غسل واجب تھا، جو آج بھی امام مالکؒ کے نزدیک واجب ہے، مگر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پسندیدہ سنت ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

> ''جس نے جمعہ کے دن صرف وضو کیا، اس نے اچھا کام کیا، اور جس نے غسل کیا تو غسل کرنا افضل ہے۔'' [ترمذی وابوداؤد]

لہٰذا غسل کر کے خوشبو لگا کر اپنا پسندیدہ صاف ستھرا لباس پہن کر جمعہ کی نماز کے

لیے اول وقت میں جانا چاہئے، اور ادھر ادھر کی باتوں میں، یا خیالوں میں بھٹکنے کے بجائے خوب دل لگا کر دعا کرتے رہنا چاہئے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی اور ساعت آتی ہے، جس میں بندہ مومن جو بھی دعا کرے گا، قبول ہوگی۔'' [مشکوۃ]

اب وہ کون سی ساعت ہے؟ بعض بزرگوں نے فرمایا کہ جب امام خطبے کے لیے منبر کی جانب چلے، تب دعا کی جائے۔ بعض نے کہا: جب پہلے خطبے کے بعد بیٹھے تو اس مختصر وقت میں دعا کی جائے۔ بعض نے فرمایا: جمعہ کے دن عصر کے بعد سے مغرب کی اذان تک کا وقت قبولیت کا ہے۔

حضرات گرامی!

جمعہ کا خطبہ بہت فضیلت رکھتا ہے، یہ خطبہ واجب ہے اور نماز کی طرح ہے، اس وقت بات کرنا درست نہیں، جائز نہیں، بالکل خاموش ہوکر پوری توجہ سے خطبہ سنا جائے، خطبہ نہ زیادہ طویل ہو نہ بہت مختصر، بلکہ معتدل ہو، جس میں قرآن وحدیث کی روشنی میں دین کی بات بتائی جائے، یہی بزرگان دین اور علماء صالحین کا پسندیدہ عمل ہے، لمبی لمبی تقریروں سے بچا جائے۔

سامعین کرام!

رسول اللہ ﷺ کا ہم پر عظیم احسان ہے، ہر امتی پر یہ حق ہے کہ وہ آپ پر درود وسلام بھیجتا رہے، لیکن خاص کر جمعہ کے دن بہت زیادہ اہتمام اور کثرت کرے، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''مجھ پر جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھا کرو، میری امت کا درود ہر جمعہ کو مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، جس کا درود زیادہ ہوتا ہے، اس کا مرتبہ میرے نزدیک زیادہ ہوگا۔''

اور یہ بھی ارشاد فرمایا:

''جمعہ کے دن ملائکہ حاضر ہوتے ہیں، یہ یوم مشہود ہے، یعنی ملائکہ کے حاضر

ہونے کا دن۔‘‘

جب جمعہ کی نماز ہو جائے تو خاص کر تجارت اور کاروبار میں لگ جانا چاہئے، اس میں خصوصی برکت ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللهِ﴾

[سورہ جمعہ، آیت:۱۰]

جب نماز ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔

معلوم ہوا کہ جمعہ سے پہلے جمعہ کی تیاری میں کاروبار ترک کرنا ہے؛ تا کہ اہتمام ہو سکے اور بعد میں کاروبار پر توجہ دی جائے؛ تا کہ کاروبار میں برکت ہو۔ کتنی پیاری ترتیب ہے! اللہ کے رسول ﷺ عام طور پر جمعہ کے دن نماز کے بعد دعوت وتبلیغ کے وفود اور مجاہدین کے لشکر روانہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمعہ کی برکات سے مستفید فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

○○○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسواک کی اہمیت وافادیت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ، مُحَمَّدٍ الرَّسُوْلِ الْأَمِیْنِ، وَعَلٰی آلِہٖ وَأَھْلِ بَیْتِہٖ الطَّاھِرِیْنَ، وَأَصْحَابِہٖ الصَّادِقِیْنَ، إِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ.

أَمَّابَعْدُ:

فَقَدْ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: اَلسِّوَاکُ مَطْھَرَۃٌ لِلْفَمِ وَمَرْضَاۃٌ لِلرَّبِّ. [بخاری ودارمی] **وَقَالَ أَیْضاً: لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰی أُمَّتِي لَأَمَرْتُھُمْ بِالسِّوَاکِ عِنْدَ کُلِّ صَلٰوۃٍ.** [بخاری ومسلم]

سامعین باتمکین!

آج آپ حضرات کے سامنے خطاب کا عنوان، میں نے بالشت بھر کی ایک عام سی لکڑی کو بنایا ہے، کتنا حیرت انگیز اور چونکا دینے والا عنوان ہے، یقیناً آپ کو حیرت ہوگی کہ بھلا لکڑی بھی کسی دینی محفل میں موضوع گفتگو بن سکتی ہے! تو سنئے، ضرور بن سکتی ہے، جب کہ اس کی نسبت رسول کائنات ﷺ سے قائم ہوجائے، سنت رسول اور جدید سائنس دونوں سے اس کی افادیت کی دلیل فراہم ہوجائے، تو پھر وہ عام حیثیت سے بلند تر ہوکر خاص بن جائے گی، اسی کو ہم اور آپ ''مسواک'' کہتے ہیں۔ مسواک پر جدید میڈیکل سائنس میں بہت ریسرچ ہورہا ہے اور حیرت انگیز فوائد سامنے آرہے ہیں۔

حضرات گرامی!

آپ ﷺ کو مسواک کا کس قدر اہتمام تھا اور آپ کتنا زیادہ اس کا التزام فرماتے تھے، بلکہ مسواک کے کتنے دل دادہ تھے کہ زندگی کے آخری لمحے میں جب کہ رسول کائنات ﷺ رفیق اعلیٰ سے ملنے کی تیاری کررہے تھے، مرض الوفات میں مبتلا تھے، سرمبارک سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی آغوش میں تھا کہ اسی حالت میں ایک صحابی رسول مسواک لے کر حجرہ شریفہ میں داخل ہوئے، نگاہ رسالت اس مسواک پر پڑتی ہے، ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگتے ہیں، اماں عائشہ مسواک کی طلب کو جان لیتی ہیں، اور صحابی سے مسواک لے کر خود چبا کر اس کو ملائم کرتی ہیں پھر دہن مبارک میں دیتی ہیں اور امام الانبیاء مسواک فرماتے ہیں۔

برادران ملت!

ایک مرتبہ کسی صحابی رسول نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا کہ محسن انسانیت نبی اکرم ﷺ جب حجرہ مبارکہ میں تشریف لاتے تو سب سے پہلا کام کیا کرتے تھے؟ جواب ملتا ہے کہ آپ جب باہر سے حجرہ شریفہ میں تشریف لاتے تو سب سے پہلا کام مسواک کرنے کا ہوتا تھا۔ [مسلم] مزید بتاتی ہیں کہ سرور دوعالم، ہادی اعظم ﷺ کا معمول یہ تھا کہ جب بھی دن یا رات میں سوکر بیدار ہوتے تو وضو کرنے سے پہلے مسواک ضرور کرتے تھے۔ [بخاری ومسلم]

حضرات گرامی!

خود زبان رسالت بیان کرتی ہے کہ

مَا جَاءَ نِيْ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلامُ قَطُّ إِلَّا أَمَرَنِيْ بِالسِّوَاكِ، لَقَدْ خَشِيْتُ أَنْ أُحْفِيَ مُقَدَّمَ فِيَّ. [رواه أحمد: ٢٢٢٦٩]

جب بھی حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آتے تو مجھے مسواک کا حکم ضرور دیتے تھے، میں ڈرتا ہوں کہ مسواک کی کثرت سے میں اپنے منھ کے اگلے حصہ کو گھس نہ ڈالوں۔

غور فرمائیے اس قدر اہتمام پر، کچھ تو خاص بات ہے جبریل علیہ السلام کے حکم دینے

میں، جبریل علیہ السلام وہی کہتے تھے جو امرِ الٰہی ہوتا تھا، معلوم ہوا کہ خود رب العالمین چاہتے ہیں کہ میرا محبوب نظافت وطہارت میں مبالغہ کی حد تک اہتمام کرے؛ اس لیے کہ آپ نے فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ نَظِيْفٌ يُحِبُّ النَّظَافَةَ. [مشکوۃ] اللہ تعالیٰ نظیف ہیں اور نظافت کو پسند کرتے ہیں۔

چونکہ کتاب کا نزول ہو رہا تھا، آیات ربانیہ برابر جبریل علیہ السلام کے واسطے سے نازل ہوتی تھیں، اور آپ کا وظیفۂ رسالت ونبوت یہ تھا کہ آیات اللہ کی تلاوت فرمائیں، کتاب مبین کی آیات کے معانی ومطالب بتائیں، ہر وقت زبان مبارک سے ذکر اللہ ہوتا تھا، ارشاد وتوجیہ اور ہدایت کا سلسلہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے جاری تھا؛ لہٰذا فطرت اسلام کا تقاضا بھی تھا کہ آپ کے قلب وزبان سے طہارت ونظافت کا نور پھوٹے، خود پابند طہارت ہو کر امتیوں کو طہارت کی تعلیم فرمائیں، چونکہ گفتگو کا منبع دہن مبارک تھا، تو اس کی نظافت کا اہتمام بھی مبالغہ کی حد تک فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کہ مسواک انبیا کی سنت میں سے ہے۔

عزیزان ملت!

حدیث میں فرمایا گیا ہے: اَلطَّهَارَةُ نِصْفُ الْإِيْمَانِ. پاکی آدھا ایمان ہے۔

لہٰذا طہارت کے تمام وسائل اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، عبادت کا دار ومدار ہی طہارت پر رکھا گیا ہے، اگر جنابت ہے تو غسل واجب ہے، ورنہ جسم کو صاف ستھرا رکھنے کے لیے غسل پسندیدہ عمل ہے، نماز کے لیے وضو شرط ہے، لباس پاک ہو، جسم پاک ہو، جگہ پاک ہو۔ تو جس منھ سے قرآن کریم کی قرأت کرنی ہے، ذکر الٰہی کرنا ہے، جس منھ سے حدیث وتفسیر بیان کرنی ہے، جس منھ سے تسبیحات پڑھنی ہیں، جس منھ سے دعوت وتبلیغ کا فریضہ ادا کرنا ہے، کیوں نہیں اس کی نظافت کی تاکید کی جائے گی؟ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کو امت کے لیے واجب وفرض تو نہیں قرار دیا، لیکن مسواک کی ترغیب دی ہے، اس کی افادیت سے آگاہ فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جونماز مسواک والے وضو کے ساتھ پڑھی جاتی ہے، وہ بغیر مسواک والی نماز سے ستر گنا زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔'' [بیہقی]

آپ ﷺ نے فرمایا:

''اگر میری امت پر دشواری نہ ہوتی تو میں ہر نماز کے لیے مسواک کا حکم دیتا۔'' [بخاری و مسلم]

عاشقان سنت رسول!

آپ اتنا جان لیں اور یقین کرلیں کہ اسلام کا ہر حکم اور رسول کائنات ﷺ کی ہر سنت وادا، روحانی واخروی فوائد وبرکات کے ساتھ ساتھ، جسمانی وظاہری فوائد ومنافع بھی رکھتی ہیں۔ مثال کے طور پر نماز عبادت ہے؛ مگر میڈیکل سائنس نے تجربات سے ثابت کیا ہے کہ نماز کے اعمال زبردست جسمانی ورزش بھی ہیں، خاص کر جوڑوں کے درد کے لیے اور رگوں کو صحیح سالم رکھنے میں۔ مزید دیکھئے: روزہ کی برکات روحانی اعتبار سے بے شمار ہیں؛ لیکن جسمانی فوائد بھی کم نہیں کہ نظام ہضم درست ہوجاتا ہے، جسم کا فاضل زہریلا مادہ خارج ہوجاتا ہے، معدہ اور جگر کے تمام امراض کافور ہوجاتے ہیں، بلڈ پریشر کی بیماری دور ہوجاتی ہے، جب کہ جسمانی امراض کا بنیادی سبب عام طور پر شکم کی خرابی ہے۔ اسی طرح میڈیکل سائنس نے تحقیقات وتجربات سے ثابت کردیا ہے کہ مسواک محض منھ کی نظافت، دانتوں کی حفاظت میں ہی مفید نہیں؛ بلکہ اس کے لاتعداد جسمانی منافع بھی ہیں۔

رسول اکرم، محسن اعظم ﷺ نے مسواک کے لیے کسی خاص درخت کی لکڑی کی تعیین نہیں فرمائی ہے، لیکن چونکہ عرب میں پیلو کی جڑ مسواک میں استعمال ہوتی تھی تو آپ ﷺ پیلو کا استعمال فرماتے تھے۔

پیلو میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار فوائد رکھے ہیں، اس کی جڑ میں کیلشیم اور فاسفورس پایا جاتا ہے، دانتوں اور ہڈیوں کو مضبوط کرنے میں ان دونوں کا بہت زیادہ دخل ہے، کیلشیم کی کمی سے دانت پیلے ہوجاتے ہیں، قبل از وقت گرنے لگتے ہیں، جوڑوں میں درد ہونے لگتا ہے؛

لہذا جب مسواک میں پیلو کا استعمال ہوتا ہے تو دانت مضبوط، چمک دار اور جراثیم سے پاک ہوجاتے ہیں، پیلو کا عرق، لعابِ دہن کے ساتھ مل کر معدہ میں سرایت کر جاتا ہے، تو پھر اس کے اثرات ہڈیوں اور جوڑوں میں فطری طور پر پڑتے ہیں۔

فاسفورس کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ دماغ کی خوراک میں فاسفورس بھی ہے؛ لہذا پیلو کے عرق سے دماغ کو فاسفورس کی غذا ملتی ہے، جس سے دماغ تیز، آنکھ روشن اور بینائی واضح ہوتی ہے۔ کینسر کے اثرات دانتوں اور مسوڑھوں سے ختم ہوجاتے ہیں۔

اسی طرح ہمارے ملک میں نیم کا درخت ہے، اس کی افادیت اور طبی حیثیت، اطباء کے نزدیک نیم کی پتی، شاخ، لکڑی، پھل سب کی دوا کے سلسلے میں بے پناہ اہمیت ہے، یہ خون کو صاف کر کے تمام جراثیم سے پاک کرتی ہے، معدہ کی تیزابیت کو ختم کرتی ہے، جسم کو چکنا اور کھال کو چمک دار بناتی ہے، اس کی لکڑی بھی مسواک میں عام طور پر استعمال کی جاتی ہے، مقامی درخت ہونے کی وجہ سے آپ حضرات نیم کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں؛ اس لیے مزید تفصیل کی ضرورت نہیں۔

حضرات سامعین!

میں نے لکڑی، وہ بھی بالشت بھر کی لکڑی کا ذکر شروع کیا تھا، مگر یہ تو نسخۂ کیمیا ثابت ہورہی ہے، سیکڑوں امراض کا علاج ہے، جدید سائنس کے ماہرین نے خاص کر میڈیکل سائنس کے جہاں دیدہ ڈاکٹروں نے دانتوں کی صفائی کو مشن بنادیا ہے، ہزاروں قسم کے ٹوتھ پیسٹ تیار کئے گئے اور قسم قسم کے برش بنائے جارہے ہیں، ٹوتھ پیسٹ اور برش کی افادیت مسلّم نہیں، برش میں پلاسٹک استعمال ہوتی ہے، مصنوعی چیز سے دانت صاف تو ہوتے ہیں، لیکن مسوڑھوں پر برا اثر بھی پڑتا ہے اور ایک مسلمان جب مسواک کرتا ہے تو سنت کی اتباع کے جذبے سے کرتا ہے، صفائی کے ساتھ ثواب بھی حاصل کرتا ہے، برش جائز ہے، ٹوتھ پیسٹ جائز ہے، لیکن سنت رسول نہیں، مسواک کا بدل بھی نہیں بن سکتا ہے۔ اب آپ کو فیصلہ کرنا ہے کہ مسواک کو اختیار کریں یا برش کو ترجیح دیں؟ میں نے عرض کیا ہے کہ پیلو

ضروری نہیں، بلکہ ہر وہ درخت جس میں قسم قسم کے فوائد ہیں، جیسے نیم، برگد، ڈھیٹھو روغیرہ تو آپ اس کی مسواک استعمال کریں، سنت پر بھی عمل ہوگا اور سیکڑوں قسم کے امراض سے نجات بھی ملے گی۔ دنیا وآخرت کا حسین امتزاج اور بے پناہ فائدہ اس ایک بالشت کی لکڑی میں جمع ہو گیا ہے جو مسواک کہلاتی ہے۔

حضرات سامعین!

مسواک کا روحانی فائدہ حدیث سے ثابت ہے، ''فضائل نماز'' ہر مسجد میں پڑھی جاتی ہے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مسواک کیا کرو، اس سے دس فائدے ہیں:

(۱) منھ کو صاف کرتی ہے۔ (۲) اللہ کی رضا کا سبب ہے۔ (۳) شیطان کو غصہ دلاتی ہے۔ (۴) مسواک کرنے والے کو اللہ محبوب رکھتے ہیں۔ (۵) فرشتے محبوب رکھتے ہیں۔ (۶) مسوڑھوں کو قوت دیتی ہے۔ (۷) بلغم خارج کرتی ہے۔ (۸) منھ کو خوشبودار بناتی ہے۔ (۹) صفراء کو دور کرتی ہے۔ (۱۰) نگاہ کو تیز کرتی ہے۔

حضرات گرامی!

علمائے کرام نے لکھا ہے کہ مسواک سے ۷۰/ فائدے حاصل ہوتے ہیں، سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ مسواک کی پابندی کرنے والے کو مرتے وقت کلمہ شہادت نصیب ہوتا ہے، اس کے برعکس افیون کھانے میں ۷۰/ مضرتیں ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ یاد نہیں آتا ہے۔ اسی طرح دیگر منشیات، شراب، ہیروئن وغیرہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو مسواک کی سنت کو زندہ کرنے اور مسواک کا اہتمام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔

○○○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے محبوب ومبغوض بندوں کی پہچان

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على خاتم الأنبياء والمرسلين، محمد وآله وأصحابه أجمعين.

أَمَّا بَعْدُ:

فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم

قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ، وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [سورہ آل عمران، آیت:۱۳۴]

وَقَالَ تَعَالَىٰ فِي مَوْضَعٍ آخَرَ: ﴿إِنَّ اللهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾ [سورہ لقمان]

گرامی قدر صدر جلسہ وخطیب اجلاس، معزز علمائے کرام اور سامعین با تمکین!

اس عظیم الشان اجلاس عام ومسابقۂ خطابت میں شمولیت مجھ ناچیز کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے؛ کیوں کہ اہل اللہ، اولیاء اللہ، دانشوارانِ ملت اور عاشقان رسالت کی موجودگی میں اس بے بضاعت کو چند لمحات لب کشائی کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔

حضرات سامعین کرام!

آپ حضرات مسلمانوں کے عروج وزوال کی داستانیں اور اس کے اسباب وعلل کی کہانیاں سنتے رہتے ہیں، مسلمانوں کی حالت زار کے اسباب پر تقاریر اور مسلمانوں کی

عظمت گذشتہ اوران کے عہد رفتہ پرکلام ہوتا رہتا ہے۔آج میرا جی چاہتا ہے اور دل کہتا ہے کہ کیوں نہ ان نفوس قدسیہ کا ذکر کروں، جن سے خدائے ذوالجلال نے اپنی محبت کا اعلان فرمایا ہے، اور ان بدبختوں اور حرماں نصیبوں کا نام گناؤں، جن سے احکم الحاکمین کو نفرت ہے۔اس لیے کہ سرفرازی، کامیابی وکامرانی، اقبال مندی کا دارومدار اللہ کی محبت پر ہے، جو لوگ اللہ کے محبوب بن گئے، ان پر انعام واکرام کی بارش ہونے لگی، دنیا نے ان کی قدم بوسی میں فخر جانا، قوموں نے ان کی تابع داری پر ناز کیا، امتوں نے ان کی غلامی کو حقیقی آزادی قرار دیا، فرشتوں کو ان پر پیار آتا ہے، حیوانات ونباتات ہر ایک ان سے محبت کرنے لگتے ہیں، اس لیے کہ وہ بارگاہ رب العالمین کے محبوب ہیں، رحمتوں کے دروازے ان پر کھل جاتے ہیں، برکتوں کے دریچے ان کے لیے وا ہوجاتے ہیں۔

اور اس کے برعکس وہ افراد ہیں جو دربار الٰہی کے ناپسندیدہ، غیر مقبول بندے ہوتے ہیں، وہ راندۂ درگاہ قرار پاتے ہیں، ان پر ذلت ونکبت، رسوائی وبدنامی مسلط ہوجاتی ہے، دنیاوآخرت میں وہ مقہور ومبغوض شمار ہوتے ہیں اور ملعون قرار پاتے ہیں۔ **وأولئک هم الظالمون.**

ایک مومن کامل کی معراج یہی ہے کہ اللہ رب العالمین اس کو اپنے مقبول ومحبوب بندوں میں شامل فرمالیں، وہ خاصان خدا کی فہرست میں شامل ہوجائے، پھر تو اس پر نوازشات وعنایات اور انعامات کی جو بارش ہوگی اور اعزاز واکرام کا جو معاملہ ہوگا، اس کی کوئی حد وانتہا نہیں ہے۔اور یہی دنیائے محبت کا دستور وقانون ہے کہ محبوبوں کو نوازا جاتا ہے اور مبغوضوں کو دھتکارا جاتا ہے۔

دانشوران ملت بیضا!

محبت ونفرت کا سارا معاملہ اچھی اور بری صفات پر ہے، اللہ تعالیٰ ان ہی بندوں کو محبوب رکھتے ہیں جو ایسی صفات حمیدہ اور خصائل عالیہ سے متصف ہوتے ہیں، جن کو احکم الحاکمین رب العالمین نے اپنے بندوں کے لیے پسند فرمایا ہے، اور ان بندوں کو مبغوض

وملعون قرار دیتے ہیں، جواللہ کے نزدیک ناپسندیدہ صفات کے حامل ہوتے ہیں۔
تو آئیے، دیکھا جائے کہ خداوند قدوس نے کن صفات کے حاملین کو اپنے پیار ومحبت سے نوازا ہے اور ان کے لیے انعام واعزاز کا وعدہ فرمایا ہے اور کن بدبختوں کو راندۂ درگاہ قرار دیا ہے۔
قرآن کریم جو ہمارے لیے اصول بندگی اور قانون زندگی ہے، جو ہمارے لیے کسوٹی کا درجہ رکھتا ہے کہ قیامت کے دن اسی قرآن کریم پر بندوں کو پرکھا جائے گا، وہ کتاب مبین خاصان خدا کی فہرست جاری کرتا ہے اور مجرمین کے نام وصفات بیان کرتا ہے۔

برادران اسلام!

اللہ کے محبوب بندوں میں محسنین ہیں، متقین ہیں، متوکلین ہیں، صابرین ہیں، صادقین ہیں، مومنین ہیں، مقسطین ہیں، مطہرین ہیں، منفقین ہیں۔ دیکھئے قرآن محسنین کے بارے میں کہتا ہے:

﴿إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

احسان بہت وسیع معنی رکھتا ہے، عبادت وبندگی کا احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت وبندگی میں بندہ مومن اتنا غرق ہوجائے کہ وہ تصور میں اللہ کا دیدار کرنے لگے، گویا نماز میں وہ اپنے خالق ومالک پروردگار سے محو کلام ہے، سرگوشیاں کررہا ہے، راز ونیاز کررہا ہے، رسول کامل، محسن انسانیت، فخر آدمیت محمد عربی ﷺ نے ''احسان'' کے متعلق حضرت جبریل علیہ السلام کے سوال کے جواب میں فرمایا:

أَنْ تَعْبُدَ اللهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ، فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ.

یعنی تم اللہ کی عبادت ایسے کرو، گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو، یا یہ کیفیت پیدا کرو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔

اور بندوں کے ساتھ احسان یہ ہے کہ ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا جائے، والدین ہوں کہ عزیز قرابت دار، پڑوسی ہوں یا اجنبی، ہمہ وقت کے ساتھی ہوں یا سفر کے

ساتھی، جانور ہوں یا کوئی اور مخلوق، سب کے ساتھ حسن سلوک، حسن معاملہ کرنے والے محسنین ہیں۔ احسان کا دائرہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کو محیط ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **اَلْخَلْقُ عِيَالُ اللهِ؛ فَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَى اللهِ مَنْ أَحْسَنَ إِلَىٰ عِيَالِهِ.**

[رواه البيهقي في شعب الإيمان]

تمام مخلوق اللہ کا کنبہ اور اس کی عیال ہے، پس اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو مخلوق خدا کے ساتھ حسن سلوک کرے۔

قرآن کریم اور زیادہ واضح انداز میں حسن سلوک کا حکم دیتا ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿**وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا**﴾ [سوره النساء: ٣٦]

اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، اور ماں باپ کے ساتھ سلوک و احسان کرو اور رشتہ داروں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور قرابت دار ہمسایہ سے اور اجنبی ہمسایہ سے پہلو کے ساتھی اور راہ کے مسافر سے اور ان (غلام اور کنیز) سے جن کے مالک تمہارے ہاتھ ہیں، یقیناً اللہ تکبر کرنے والوں اور شیخی خوروں کو پسند نہیں فرماتا۔

حضرات گرامی!

ان محبوبان حق اور خاصان رب کے انعامات بھی خاص ہیں، ارشاد خداوندی ہے:

﴿**بَلٰى مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ أَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ**﴾

ضرور، جو شخص بھی اپنا رخ اللہ کی طرف جھکائے اور وہ محسن بھی ہو تو اس کا اجر ہے پروردگار کے پاس۔

ایک جگہ ارشاد ہے: ﴿**إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ**﴾

دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿لَهُمْ مَا يَشَاؤُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ، ذٰلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ وہ جو کچھ چاہیں گے ان کے لیے ہے ان کے پروردگار کے پاس۔

حضرات گرامی!

آپ نے محسنین ومحسنات اور مومنین ومومنات کے اعزاز واکرام اور نوازشات وانعامات کو دیکھا، آیئے ذرا متقین کے بارے میں باتیں کریں:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ اللہ متقیوں سے محبت کرتا ہے۔

تقویٰ کے معنی ہیں: بچنا، جو شرک وکفر سے بچتے ہیں، گناہوں اور سیئات سے بچتے ہیں، ان کے دلوں میں خوف خدا ہے، ایسے لوگ متقی کہلاتے ہیں، جو محبوبان رب اور خاصان خدا ہیں، ان کے لیے دنیا میں رزقِ فراواں اور سکون قلب وجگر ہے، آخرت میں جنت کی نعمتیں اور راحتیں ہیں، اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''متقی وہ ہے جو ممنوع اور حرام سے بچنے کے لیے مباح کو بھی چھوڑ دیتا ہے۔''

قرآن پاک میں متقین کی صفات کا مختلف انداز میں تعارف کرایا گیا ہے اور ان کے لیے اجر وثواب کو بتایا گیا ہے؛ اس لیے کہ وہ خدا کے محبوب ہیں، بلکہ جنت تیار ہی کی گئی ہے متقیوں کے لیے۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَسَارِعُوْا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوَاتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ، الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [آل عمران:۱۳۳، ۱۳۴]

اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول کو دنیا میں جو بلند مقام اور عزت ووقار عطا کیا، ان پر فتوحات وبرکات کے دہانے کھول دیئے، اور ان کو عظمت ورفعت اور شان وشوکت سے ہمکنار فرمایا، تو اس کا سبب یہ تھا کہ وہ اپنے ایمان وتقویٰ میں کامل تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے تقویٰ کو جانچا اور پرکھا تھا اور پھر نوازا تھا۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ

اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى﴾ [سورہ حجرات، آیت:۳]

جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ ﷺ کے پاس پست رکھتے ہیں، وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کے تقویٰ کو اللہ نے جانچ لیا ہے۔

حضرات گرامی!

متقیوں کا انعام بھی لازوال ہے: ﴿إِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِي ظِلَالٍ وَّعُيُوْنٍ وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْئاً بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ﴾ [سورہ مرسلات، آیت:۴۱ تا ۴۴]

بے شک متقی لوگ سایوں اور چشموں اور من چاہے میووں میں ہوں گے، ان سے کہا جائے گا: کھاؤ اور پیو خوشی خوشی اپنے ان اعمال کی وجہ سے جو تم کرتے تھے، بے شک ہم احسان کرنے والوں کو ایسے ہی جزا دیتے ہیں۔

﴿إِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازاً حَدَائِقَ وَأَعْنَاباً وَّكَوَاعِبَ أَتْرَاباً وَّكَأْساً دِهَاقاً لَايَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْواً وَّلَا كِذَّاباً جَزَاءً مِّن رَّبِّكَ عَطَاءً حِسَاباً﴾ [سورہ نبأ]

یقیناً متقیوں کے لیے کامیابی ہے باغات اور انگور ہیں، ابھرے پستان والی نوخیز حوریں ہیں، اور چھلکتے جام ہیں، نہ اس جنت میں لغو بات سنیں گے اور نہ جھوٹ، آپ کے رب کی جانب سے جزا بے حساب سے نوازش ہے۔

معزز سامعین!

میں نے محسنین اور متقین کی صفات اور ان کے اجر و ثواب کو بہت مختصر طور پر پیش کیا ہے، جب کہ متوکلین، صابرین، صادقین، توابین، ذاکرین، مومنین، مقسطین پر گفتگو باقی ہے اور وقت پورا ہو رہا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جن کے اندر ایمان و یقین ہوگا، صبر و شکر ہوگا، عمل صالح اور بلند اخلاق ہوگا، اطاعت و بندگی ہوگی، صدق و وفا ہوگا، تواضع و انکساری ہوگی، محبت و اخوت ہوگی، ہمدردی و غمگساری ہوگی، وفاداری و رواداری ہوگی، صلاح و تقویٰ ہوگا، زہد و ورع

ہوگا، ایثار وقربانی کا جذبہ ہوگا، انفاق اور سخاوت ہوگی، صلہ رحمی ہوگی، توبہ واستغفار کرنے والے ہوں گے، راتوں کو جاگنے والے اور رونے والے ہوں گے، پابند عہد ہوں گے، حسن سیرت وحسن سلوک ہوگا، تو وہی محبوبان خدا ہوں گے، ان ہی پر نوازشات وانعامات ہوں گے، ان کو ہی فتح ونصرت ملے گی، ان ہی کو عزت ووقار حاصل ہوگا، وہی سر بلند واصحاب فضیلت ہوں گے؛ اس لیے کہ اللہ کو ان سے محبت ہے، اللہ کو ان سے پیار ہے، اللہ ان پر مہربان ہے۔

اوران کے علاوہ جو ظالمین ہیں، تو ﴿إِنَّ اللّٰهَ لایُحِبُّ الظَّالِمِيْنَ﴾

اگر وہ متکبر ہیں تو ﴿إِنَّ اللّٰهَ لایُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ﴾

اسی طرح گناہ گار، ریا کار اور بدکار بندوں کی اللہ کی طرف سے پکڑ اور گرفت بہت سخت ہے۔ اسی طرح کی آیات آپ تلاش کریں اور دیکھیں کہ کن سے محبت کا اعلان ہے تو ان کے ساتھ مل جائیں اور کن سے بغض کا اظہار ہے تو ان سے دور ہو جائیں، ان صفات کو ترک کردیں جو ناپسندیدہ ہیں اور ان صفات حمیدہ کو اختیار فرمائیں جو اللہ کی خوشنودی اور رضا کا سبب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان صفات واعمال کی توفیق دیں جو اس کے دربار میں محبوب ومقبول ہیں۔ آمین

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

○○○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معاشرہ کی اصلاح میں خواتین کا کردار

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی خاتم الأنبیاء والمرسلین، محمد وآلہ وأصحابہ أجمعین.

أَمَّا بَعْدُ:

فأعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

قَالَ تَعَالَىٰ: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيَاةً طَيِّبَةً﴾ [النحل ۹۷]

قابل احترام سامعین کرام!

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں نسل آدم کو پھیلانے اور دنیا کو آباد کرنے کا یہ نظام بنایا ہے کہ مرد وزن کے ازدواج سے یہ سلسلہ چلے گا، اسی سے گھر اور خاندان، پھر قبیلہ اور گاؤں، شہر اور صوبہ اور ملک بنے گا، یہی نظام قدرت ہے؛ اس لیے نسل انسانی کے فروغ میں، انسانی آبادی کو بنانے اور سنوارنے میں، اللہ کے حکموں پر آبادی کو چلانے اور سرکشی سے دور رکھنے میں مرد وعورت کا یکساں کردار ہے، دونوں کی اہمیت ہے، دونوں صنف کی اپنی اپنی ذمہ داریاں ہیں، اگر ان میں سے کسی نے اپنا کردار نہیں ادا کیا یا اس کی خدمت کو نظر انداز کر دیا گیا تو معاملہ بگڑ جائے گا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْؤُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ. [مسلم شریف]

تم سب نگراں ہو اور تم میں سے ہر ایک ذمہ دار ہے (خواہ مرد ہو یا عورت) اور

اس سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

اسلام کا عورتوں پر احسان ہے کہ اس نے عورت کو عزت واحترام عطا کیا، اس کو ماں کا بلند درجہ دیا، جس کے قدموں تلے جنت ہے، اس کو بیوی کا مرتبہ دیا جس کے نان نفقہ اور گھر بار کی ذمہ داری شوہر پر ڈالی ہے، اس کو بہن کی عزت بخشی جس کا پاسبان اس کے بھائی کو بنایا، اس کو بیٹی کا پیارا درجہ عطا کیا، جس کی اچھی پرورش اور تربیت کا فرض والدین پر ڈالا۔ اس طرح اسلام نے عورت کو ذلت کی تاریکی سے نکال کر اس کو گھر کی ملکہ اور ذمہ دار بنایا، اس کے ہاتھوں میں گھر کا خزانہ دے دیا، ورنہ یہی عورت ذات تھی جس کو دنیا میں ہر جگہ دبایا گیا، ستایا گیا، دنیا نے عورت کو اتنا کچلا اور رسوا کیا، جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔

عربوں کے نزدیک تو یہ مقام تھا کہ اس کی پیدائش، ذلت اور عار کا سبب مانی جاتی تھی، اور اس کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیا جاتا تھا۔ یونان جو علم وفن کا مرکز مانا جاتا تھا، جہاں ارسطو اور افلاطون جیسے دانش ور اور مفکر پیدا ہوئے، اس یونان کے لوگ عورت کو سانپ اور بچھو سے زیادہ زہریلا اور خطرناک مانتے تھے۔ اپنے ملک ہندوستان میں عورت ذات ایک حقیر سامان تھی، جس کو بولنے کا حق نہیں تھا، اور شوہر کے مرنے پر اس کو بھی اسی کے ساتھ زندہ چتا پر جلا دیا جاتا تھا۔ الغرض ہر جگہ عورت رسوا اور ذلیل وحقیر تھی، اس کی کہانی بہت دردناک ہے، لرزا دینے والی ہے۔

سامعین کرام!

اسلام نے نہ صرف عورت ذات کو انسان مانا اور آدم وحوا کی بیٹی کہا؛ بلکہ اس کو اس کے تمام حقوق عطا کئے، اس کی اہمیت کا احساس پیدا کیا، اور مردوں کے ساتھ ساتھ عورت کو بھی معاشرہ کی تشکیل اور ترتیب میں برابر کا شریک ٹھہرایا، مزید اسلام نے عورت کو سب سے اہم ذمہ داری بھی تفویض کی ہے اور وہ ہے: ''اولاد کی تربیت'' کیوں کہ کوئی بھی معاشرہ یا سماج فرد سے بنتا ہے، میاں بیوی کے ذریعہ گھر بنتا ہے، اور میاں بیوی کی ذمہ داری ہے کہ ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت کرتے ہوئے اپنی اولاد کی عمدہ تربیت کریں، ان کو

اسلامی خطوط پر پروان چڑھائیں، ان کی تعلیم کا انتظام کریں، اور عورت جب ماں بنتی ہے تو وہ بچہ کا پہلا مدرسہ ہوتی ہے، بچہ اس کی گود میں پرورش پاتا ہے، ایک ماں کا زیادہ وقت اپنے بچے کے لیے وقف ہوتا ہے، اور اس کا لاڈلا اسی کی باتوں سے بولنا سیکھتا ہے، اسی کی حرکتوں کی نقل کرتا ہے، اس کے لیے اسی کی ماں ہی دنیا ہے، یہی بچہ معاشرہ کا ایک فرد بنتا ہے، تو گھر سے خاندان بنتا ہے، اس خاندان کے بڑھنے سے سماج بن جاتا ہے؛ لہٰذا اگر ہر عورت ماں کی حیثیت سے اپنے بچوں کی اسلامی تربیت کرتی ہے، ان کے اخلاق کو سنوارتی ہے، ان کے کردار کو نکھارتی ہے، ان میں عزم وحوصلہ پیدا کرتی ہے اور ان کو مستقبل کے لیے تیار کرتی ہے تو گویا اس نے سماج کو بنانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

حضرات گرامی!

ایک عورت معاشرہ سے برائیوں کو دور کرنے میں اہم کردار اور نمایاں رول ادا کرسکتی ہے، وہ اطاعت شعار، خدمت گذار بیوی بن کر اپنے بگڑے مزاج اور دین سے دور شوہر کو بھی راہ راست پر لاسکتی ہے۔ ایسی کتنی عورتیں گذری ہیں جن کے ذریعہ بگڑے ناکارہ مرد نمازی بن گئے، کاروباری بن گئے، شریف بن گئے، شرابی جواری سدھر گئے۔

اسی طرح ایک عورت اگر تعلیم یافتہ ہے تو اپنے گھر ہی میں نہیں، محلّہ سے بھی ناخواندگی اور جہالت کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کرسکتی ہے، وہ اپنے بچوں کے علاوہ پڑوس کی بچیوں کو قرآن پڑھاسکتی ہے، ان کو نماز کا عادی بناسکتی ہے اور اپنے بلند اخلاق اور علم سے محلّہ میں بہت سے گھروں کو تعلیم یافتہ بناسکتی ہے۔

حضرات گرامی!

عورت، اللہ کا عطیہ اور انعام ہے، جو شوہر کے سکون قلب کا ذریعہ ہے، وہ سماج کے لیے قابل احترام ہستی ہے، وہ رفاہی کام کرسکتی ہے، بیماری اور پریشانی کی حالت میں اس کی سلیقہ مندی اور تیمارداری سے کتنے افراد شفا پاسکتے ہیں، وہ شوہر کی عدم موجودگی میں اپنے گھر کی سربراہ ہے، اگر اس کے اندر صلاحیت ہے تو وہ اپنا گھر جنت بناسکتی ہے۔

تاریخ میں ایسا ہو چکا ہے، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ام سلمہ، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہن امہات المومنین ہیں، انھوں نے قرآن وحدیث اور تفسیر وفقہ میں اتنی مہارت پیدا کی تھی کہ بڑے بڑے صحابہ ان سے مسائل سیکھتے تھے، مدینہ کی عورتیں ان کے یہاں مسائل معلوم کرنے اور دین کے احکام سیکھنے آتی تھیں اور ان کی بچیاں ان سے قرآن وحدیث سیکھتی تھیں۔

ایک عورت اگر حوصلہ مند ہے تو وہ اپنا وسیع کاروبار کرسکتی ہے، گھر کے اندر رہ کر بھی کروڑوں کا کاروبار سنبھال سکتی ہے، نہ جانے کتنی خواتین اسلام گذری ہیں جن کے بڑے بڑے کاروبار اور لمبی تجارت تھی۔

حضرات گرامی!

حضرت رُفیدہ انصاریہؓ ایک مشہور صحابیہ تھیں، وہ بہترین حکیم اور طبیب تھیں اور مردوخواتین سب کا علاج کرتی تھیں۔ ہماری مائیں بہنیں اگر طے کرلیں تو وہ بہترین ڈاکٹر اور طبیب بن کر باپردہ رہ کر مسلمان عورتوں کا علاج کرسکتی ہیں۔ اس طرح مسلم خواتین کو غیر مردوں کے سامنے بے پردہ ہونا اور علاج کرانا نہیں پڑے گا، وہ ہنرمند ہیں تو مسلم بچیوں کو دست کاری اور سلائی کڑھائی کا ہنر سکھا سکتی ہیں اور اپنا خرچ نکال سکتی ہیں۔

حضرات گرامی!

اور یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ سماج کی برائی وبربادی میں عورت نے بہت زیادہ حصہ لیا ہے، اگر عورت بازار کی زینت نہ بنتی، وہ جدید تعلیم حاصل کرکے آفسوں، ہوٹلوں، سرکاری دفتروں میں ملازمت نہ کرتی، بے حجاب ہوکر تفریح گاہوں، کلبوں میں نہ جاتی، وہ ماڈل بن کر تجارت کو چمکانے کا ذریعہ نہ بنتی، آزادی کے نام پر کھلے عام مردوں کے شانہ بشانہ ملازمتوں میں شریک نہ ہوتی، وہ مردوں کے ساتھ اختلاط کو پسند نہ کرتی، بلکہ اپنے گھر کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بناتی، اپنے محلّہ میں باپردہ رہ کر خدمات انجام دیتی... تو آج معاشرہ میں جو بے حیائیاں، فحاشیاں، بدکاریاں، بدتمیزیاں عام ہیں، وہ نہ ہوتیں۔

عورت نے جب اپنے حسن کا مظاہرہ شروع کردیا، اپنا لباس کم کر کے نیم عریاں ہوکر بازار میں آگئی، ہوٹلوں میں آگئی، دفتروں میں آگئی اور اپنا گھر چھوڑ کر ملازمت کرنے لگی، بچوں سے غافل ہوکر گاہکوں کو ''ویل کم'' کہنے لگی اور اپنا وقت بچوں کو دینے کے بجائے محرم واجنبی مردوں کو دینے لگی... تو اس سے اس کی وقعت بھی ختم ہوگئی، عصمت بھی خطرے میں پڑ گئی، گھر بھی برباد ہونے لگا، بچے بھی بے راہ ہونے لگے، میاں بیوی میں ناچاقی بھی پیدا ہونے لگی، طلاق کی شرح بڑھ گئی اور غنڈوں، لفنگوں، بدمعاشوں، شرابیوں اور جواریوں کو بھی شہ ملنے لگی، پھر طرح طرح کے ہولناک، شرمناک حادثے بھی ہونے لگے، جن کی تفصیل سنانے اور کھل کر اس پر بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

عورت اگر چاہے تو گھر کو جنت اور معاشرہ کو صالح اور پُرامن بنا سکتی ہے اور نہ چاہے تو سب کچھ برباد بھی کر سکتی ہے۔ اس لیے کہ یہ عورت کی فکر وسوچ پر منحصر ہے کہ وہ گھر کی ملکہ اور اسلام کی عزت بن کر زندہ رہنا چاہتی ہے، یا شیطان کا جال اور ہتھیار بن کر معاشرہ کو فاسد وناکارہ بنانا چاہتی ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

○○○

ﷺ

عذاب قبر اور قیامت کی افراتفری

نَحۡمَدُهٗ وَنُصَلِّيۡ عَلٰى رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمِ.
أَمَّا بَعۡدُ:

فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم

قَالَ اللهُ تَعَالَىٰ: ﴿مِنۡهَا خَلَقۡنَاكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً أُخۡرَىٰ﴾ [طه: ٥٥] وقال: ﴿الَّذِيۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَالۡحَيَاةَ لِيَبۡلُوَكُمۡ أَيُّكُمۡ أَحۡسَنُ عَمَلاً﴾ [الملك: ٢]

محترم سامعین!

موت ایک اٹل حقیقت ہے، یہی وہ حقیقت ہے جس کا انکار آج تک کسی نے نہیں کیا، خواہ وہ مومن ہو یا کافر، ملحد ہو یا زندیق، سب نے مانا ہے اور تسلیم کیا ہے:

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ، کل ہماری باری ہے

اختلاف اگر ہے تو یا ہوا تو مرنے کے بعد، قیامت سے پہلے کی زندگی پر ہوا، عرب کے کفار ومشرکین کا عقیدہ تھا کہ انسان مرنے کے بعد مٹی میں گھل مل کر فنا ہو جاتا ہے، وہ نہ عذاب قبر کو مانتے تھے اور نہ ہی قیامت کے حساب وکتاب پر یقین رکھتے تھے اور کہتے تھے:

﴿إِنۡ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنۡيَا نَمُوۡتُ وَنَحۡيَا وَمَا نَحۡنُ بِمَبۡعُوۡثِيۡنَ﴾ [مومنون: ٣٧]

یعنی یہ دنیوی زندگی کے سوا کچھ نہیں ہے، ہم جیتے مرتے ہیں اور ہم اٹھائے نہیں جائیں گے۔

لہٰذا جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب و محبوب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ نے اللہ کا پیغام لوگوں کو سنایا، عذاب الٰہی سے ڈرایا، قیامت کے دن اٹھائے جانے اور مرنے کے بعد قبر کے سوال و جواب کا خوف دلایا تو مشرکین مکہ نے آپ کا مذاق اڑایا اور دوبارہ زندہ کئے جانے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا؛ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنوں اور افترا پرداز تک کہا۔ دیکھئے قرآن کریم کہتا ہے:

﴿إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيْدٍ. أَفْتَرَىٰ عَلَى اللهِ كَذِباً أَمْ بِهِ جِنَّةٌ﴾ [سبا: ۸،۷]

جب تم پوری طرح توڑ پھوڑ دیئے جاؤ گے اور تم نئے سرے سے پیدا کئے جاؤ گے، (تو کفار نے کہا:) کیا محمد نے اللہ پر بہتان باندھا ہے یا وہ جنون میں مبتلا ہے۔

حضرات گرامی!

مشرکین کو حیرت تھی کہ جب ہم گل سڑ جائیں گے، بوسیدہ ہو جائیں گے تو کس طرح دوبارہ زندہ کئے جائیں گے:

﴿أَإِذَا كُنَّا عِظَاماً نَخِرَةً قَالُوْا تِلْكَ إِذاً كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ﴾ [النازعات]

کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں بن جائیں گے، کہنے لگے: تب تو یہ بڑے گھاٹے کا لوٹنا ہوگا۔

مگر اسلام نے واضح کر دیا کہ یہ دنیاوی زندگی ایک عارضی اور فنا ہونے والی زندگی ہے، مرتے ہی انسان کی برزخی زندگی شروع ہو جاتی ہے اور قیامت تک اسی عالم برزخ میں انسان اپنے اچھے برے اعمال کے اعتبار سے راحت یا سختی جھیلتا رہے گا، جیسے ہی آدمی مرتا ہے، منکر نکیر آ جاتے ہیں۔ آقائے نامدار، مدنی تاجدار، رسول عربی محمد ﷺ نے فرمایا:

جب مردہ کو قبر میں رکھ دیا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، جن کا رنگ سیاہ اور آنکھیں نیلی ہوتی ہیں، ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر کہا جاتا ہے، وہ دونوں اس سے سوال کرتے ہیں:

مَن رَّبُّکَ؟ تمہارا رب کون ہے؟

مَادِیْنُکَ؟ تمہارا دین کیا ہے؟

مَاتَقُوْلُ فِي هٰذَا الرَّجُلِ؟ تم اس آدمی (محمد ﷺ) کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

مردہ اگر مومن ہوتا ہے تو تینوں سوال کے جواب میں کہتا ہے: میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور یہ ہمارے نبی محمد ﷺ ہیں۔ اس کے بعد اس کے سامنے دوزخ کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور فرشتے کہتے ہیں: اس ہولناک جگہ کو دیکھو، جس سے اللہ نے تم کو بچالیا ہے۔ پھر اس کے لیے جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے، جو قیامت تک کھلی رہے گی، اس کی لذت وراحت اور سکون واطمینان قیامت تک محسوس کرے گا۔

اور اگر منافق ہوتا ہے تو کہتا ہے: میں نہیں جانتا کہ میرا رب کون ہے؟ میرا دین کیا ہے؟ اور وہ اللہ کے رسول کو بھی نہیں پہچان سکے گا۔ پھر فرشتے اس کو لوہے کے گرز سے ماریں گے اور اس کی چیخ انسان وجنات کے سوا ہر مخلوق سنتی ہے۔

میرے بزرگو اور بھائیو!

قبر، قیامت کی پہلی منزل اور پہلا دروازہ ہے، جو قبر کے سوال وجواب میں کامیاب ہوگیا اس کے لیے قبر وسیع اور آرام دِہ بن جاتی ہے، اس کو پتہ بھی نہیں چلے گا کہ کیسے وقت گذرا؟ اور کب قیامت آ گئی؟ اور اس کے برعکس کافروں، مشرکوں اور منافقوں پر قبر کا عذاب مسلط کردیا جاتا ہے، جہنم کے سانپ، بچھو اس کو ڈستے اور ڈنک مارتے رہیں گے، فرشتے اس کی پٹائی کرتے رہیں گے، اس کو زمین اس طرح دبائے گی کہ ادھر کی پسلی اُدھر ہوجائے گی، اتنے خوفناک سانپ ہوں گے کہ اگر زمین پر پھنکار ماردیں تو سب کچھ جل کر خاکستر ہوجائے، ایسے زہریلے بچھو ہوں گے کہ اگر پتھر پر ڈنک ماردیں تو پگھل کر پانی ہوجائے۔ وہ چلائے گا، روئے گا، دہائی دے گا؛ مگر عذاب کم نہیں کیا جائے گا۔

حضرات گرامی!

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تعلیم دی ہے کہ ہمیشہ عذاب قبر سے پناہ

مانگتے رہو: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ النَّارِ. یہ اس لیے نہیں کہ عذاب قبر گناہ گار، خطا کار نافرمان مسلمانوں پر بھی ہوگا، اگر اللہ نے رحم فرما دیا تو ٹھیک ہے، ورنہ عذاب قبر سے نجات نہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ کا دو قبروں کے پاس سے گذر ہوا، تو آپ نے فرمایا: یہ کن لوگوں کی قبر ہے؟ کسی نے بتایا کہ فلاں فلاں مسلمان کی، آپ نے فرمایا: ان دونوں قبر والوں پر عذاب ہو رہا ہے اور یہ عذاب کسی بڑی وجہ سے نہیں ہو رہا ہے۔ (مطلب یہ ہے کہ عذاب جس سبب سے ہو رہا ہے، لوگ اس کو اہمیت نہیں دیتے، معمولی چیز سمجھتے ہیں) ایک پر عذاب اس لیے ہو رہا ہے کہ وہ پیشاب کرتا تھا تو اس کی چھینٹوں سے بچتا نہیں تھا، اور دوسری قبر پر اس لیے ہو رہا تھا کہ وہ صاحب چغل خوری کرتے تھے، ادھر کی بات اُدھر کرتے تھے۔

غور کیجئے، چغل خوری کتنا خطرناک مرض اور کتنا بڑا گناہ ہے کہ عذاب قبر کا باعث ہے، اس لیے کہ چغل خور لگائی بجھائی کرتا ہے، ایک کی بات دوسرے کو سناتا ہے اور اس کی بات پہلے سے آکر کہتا ہے، اس طرح دو مسلمانوں میں دشمنی کراتا ہے، جھگڑا پیدا کرتا ہے، نفرت وعداوت پیدا کرتا ہے، ان میں دوری پیدا کر کے خوش ہوتا ہے، دوغلی سیاست کرتا ہے، ڈبل گیم کھیلتا ہے۔ آپ کو سماج میں اس قسم کے بہت سے لوگ مل جائیں گے جو آپ کی بات نمک مرچ لگا کر دوسرے سے کہے کہ فلاں صاحب آپ کو ایسے ایسے کہہ رہے تھے، مجھے غصہ بہت آیا مگر چپ رہا، آپ کو بتا رہا ہوں اور جب وہ صاحب غصہ میں گالی دیں گے، تبصرہ کریں گے، برا بھلا کہیں گے تو ان کی بات جا کر پہلے آدمی سے کہے گا۔ قرآن نے ایسے لوگوں کو هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيْمٍ سے یاد کیا ہے کہ عیب جوئی کرنے والے، چغلی کھانے والے ہیں۔

حضرات گرامی!

حضرت عثمان غنیؓ جب کسی قبر کے پاس سے گذرتے تھے تو اتنا روتے تھے کہ ہچکی بندھ جاتی تھی، داڑھی آنسو سے تر ہو جاتی تھی، لوگوں نے پوچھا: آپ دوزخ کا تذکرہ سن کر اتنا نہیں روتے۔ فرمایا: قبر، آخرت کی پہلی منزل ہے، جو اس سے بچ گیا وہ قیامت کی شدت

اور دوزخ کے عذاب سے بھی بچ جائے گا۔

یہ سوچنے کی بات ہے کہ کسی ملک کی سرحد پار کرتے وقت اگر آپ جانچ پڑتال سے بچ گئے تو آگے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ قبر، دنیا اور آخرت کی سرحد ہے، وہاں کی جانچ ہی سے فیصلہ ہوگا کہ جنت میں جائے گا یا دوزخ ٹھکانا بنے گی۔

سامعین کرام!

قبر کے بعد قیامت کا سب سے شدید مرحلہ آئے گا، ایسا خوفناک، ہولناک، خطرناک کہ سب کے ہوش وحواس گم ہوں گے، بڑے بڑے انبیاء ورسل بھی گھبرائے ہوئے ہوں گے، سب پر نفسی نفسی کا عالم طاری ہوگا، قرآن نے قیامت کی شدت وخوفناک حالت کو بار بار بیان کرکے ڈرایا ہے، کبھی کہا: وہ پچاس ہزار سال کا دن ہوگا۔ کہیں فرمایا: جب آدمی اپنے بھائی، بیوی اور بیٹوں سے ناآشنا ہوجائے گا، نہ باپ بیٹے کی مدد کرے گا اور نہ بیٹا باپ کو فائدہ پہنچائے گا، نہ شوہر بیوی کے کام آئے گا نہ بیوی شوہر کے کام آئے گی، سب کو اپنے اپنے اعمال واحوال کی فکر ستائے گی، سب اپنے نامہ اعمال کے لیے سرگرداں ہوں گے کہ دائیں ہاتھ میں ملتا ہے، یا بائیں ہاتھ میں تھمایا جاتا ہے، جس کو دائیں ہاتھ میں اعمال نامہ دیا جائے گا، وہ کامیاب اور شاداں، فرحاں ہوگا، اور جس کو بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ ہلاک وبرباد ہوگا، چلائے گا، روئے گا اور کہے گا: اے کاش! میں مٹی ہوجاتا۔

میرے دوستو اور بزرگو!

دوزخ کا عذاب اتنا شدید اور خوفناک ہوگا کہ نہ موت آئے گی اور نہ ہی زندگی کا مزا پائے گا، لَایَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یَحْیٰی. اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: دوزخ اتنی گہری ہے کہ اگر ایک پتھر اس میں گرایا جائے تو ۷۰؍ سال کے بعد وہ تہہ تک پہنچے گا۔ آپ نے فرمایا: دوزخ کو ایک ہزار سال دہکایا گیا تو اس کی آگ سرخ ہوگئی، پھر ایک ہزار سال تک دھونکا گیا تو آگ سفید ہوگئی، پھر ایک ہزار سال تک دھونکا گیا تو اس کی آگ سیاہ ہوگئی۔ [ترمذی]

دوزخیوں کا کھانا زقوم اور ضریع ہوگا، غساق یعنی پیپ پلائی جائے گی، غساق کے

بارے میں فرمایا کہ اس کا ایک ڈول اگر دنیا میں ٹپکا دیا جائے تو ہر چیز کو زہریلا بنا دینے کے لیے کافی ہوگا۔

حضرات گرامی!

دوزخ اتنی ہولناک جگہ ہے کہ اس کا کوئی تصور نہیں کرسکتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَاراً وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ [التحريم:٦]

اے ایمان والو! خود کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ، اس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔

عذاب قبر، عذاب دوزخ، قیامت کی شدت اور افراتفری سے متعلق اتنی احادیث ہیں کہ سب کو بیان کرنا اس مختصر وقت میں مشکل ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ عذاب قبر اور قیامت کی شدت وحدت اور وحشت وعذاب سے ہر وقت پناہ مانگنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔

○○○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کسبِ حلال کتاب وسنت کی روشنی میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ، مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰہِ الْأَمِيْنِ، وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ أَجْمَعِيْنَ، إِلٰی يَوْمِ الدِّيْنِ. **أَمَّابَعْدُ:**

فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَاماً قَطُّ خَيْراً مِّنْ أَن يَّأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدَيْہِ، وَإِنَّ نَبِيَّ اللّٰہِ دَاوُدَ عليه السلام كَانَ يَأْكُلُ مِنْ عَمَلِ يَدَيْہِ. [البخاري]

وَقَالَ: طَلَبُ كَسْبِ الْحَلالِ فَرِيْضَةٌ مِن بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ. [البيهقي]

محترم سامعین!

اللہ رب العزت نے انسان کورزق دینے کی ذمہ داری لی ہے،اس کا وعدہ ہے کہ دنیا میں زندگی گذارنے کے لیے ہم تم کو رزق دیں گے اور اللہ تعالیٰ کی رزّاقیت اپنا کام کررہی ہے،قرآن پاک میں مختلف سورتوں میں مختلف انداز وپیرایہ میں اس نے اپنے رازق وخالق ہونے کا ذکر فرمایا ہے، اپنے انعامات کا تذکرہ کیا ہے کہ وہی سب کا خالق ورازق ہے: ﴿إِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ [سورہ ذٰریٰت،آیت:۵۸]

اورکہیں فرمایا: ﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً مُّبَارَكاً فَأَنْبَتْنَا بِہٖ جَنَّاتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ وَالنَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَھَا طَلْعٌ نَضِيْدٌ، رِزْقاً لِّلْعِبَادِ﴾ [ق]

کہیں فرمایا: ﴿كُلُوْا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَہٗ﴾ [سورہ سبا] کھاؤ اپنے رب کا دیا رزق اوراس کا شکرادا کرو۔

کسی مقام پرفرمایا: ﴿قُلْ إِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَّشَاءُ وَيَقْدِرُ﴾ اے رسول! کہہ دیجئے میرا پروردگار جس کو چاہتا ہے زیادہ روزی دیتا ہے اور

جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے۔

میں نے تبرک کے طور پر چند آیات پیش کی ہیں۔

حضرات گرامی!

اللہ نے جس رزق کے نازل کرنے کا وعدہ فرمایا ہے، ایسا نہیں کہ آسمان سے رزق پکے پکائے کھانے کی شکل میں اتارا جائے گا، یا آدمی کچھ نہ کرے تب بھی وقت پر اس کو پابندی سے مل جائے گا اور اس کے منھ اور پیٹ میں پہنچا دیا جائے گا؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایک نظام اور دستور بنا دیا ہے کہ اس کے تحت انسان اپنا رزق، محنت و مزدوری کر کے حاصل کرے گا اور مختلف مراحل سے گذار کر حاصل کردہ اشیاء کو کھانے کے لائق بنائے گا۔ اللہ رب العزت نے رزق کے تمام وسائل و ذرائع پیدا کردیے ہیں، آسمان سے پانی برساتا ہے، کھیتیاں گیہوں، چاول، دال اگاتی ہیں، درختوں پر پھل لگتے ہیں، جانوروں میں گوشت اور دودھ رکھ دیا ہے، اب ان نعمتوں سے انسان محنت و مشقت کر کے اپنا اور اپنے اہل و عیال کا رزق حاصل کرے۔ دیکھئے ارشادِ خداوندی ہے:

﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ لَقَادِرُوْنَ، فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ، وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ، وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ، وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ﴾ [سورة المؤمنون:۱۸-۲۲]

اور ہم نے آسمان سے ایک مقدار کے ساتھ پانی برسایا، پھر اس کو زمین میں ٹھہرایا اور اس کو معدوم کرنے پر قادر ہیں، تو ہم نے پیدا کیا تمہارے لیے اس پانی کے ذریعہ کھجور کے باغات اور انگور کے باغات تمہارے لیے، ان میں پھل میوے ہیں بہت زیادہ، اور تم ان میں سے کھاتے ہو اور اسی میں سے ایک درخت ہے زیتون جو کہ طور سینا میں بکثرت پیدا ہوتا ہے اگتا ہے تیل لیے ہوئے اور کھانے والوں کے لیے

سالن بھی ہے اور تمہارے لیے مویشی میں غور کرنے کا موقع ہے، ہم تم کو سیراب کرتے ہیں دودھ سے جو اس کے پیٹ میں پیدا ہوتا ہے اور تمہارے لیے ان مویشیوں میں بہت زیادہ منافع ہیں اور تم ان کا گوشت کھاتے ہو اور ان پر اور کشتیوں پر سوار ہوتے ہو۔

سامعین کرام!

اللہ تعالیٰ نے رزق حاصل کرنے کے لیے ذرائع واسباب پیدا کئے ہیں، ان میں حرام ذریعہ بھی ہے اور حلال ذریعہ بھی، حرام تو یہ ہے کہ چھین جھپٹ کر، چوری، ڈاکہ، لوٹ مار سے حاصل کرے، حلال ذریعہ یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کی محنت سے شرعی ضابطہ کے تحت کام کر کے حاصل کرے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے کسب حلال کو اہم ذمہ داری اور بنیادی فریضہ قرار دیا ہے، جس طرح بندوں پر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ عبادات اپنے شرائط واوقات اور آداب کے ساتھ فرض ہیں، ان کو چھوڑنے پر مؤاخذہ ہوگا، اسی طرح حلال رزق کمانا بھی انسان پر فرض ہے، کسی ناجائز ذریعہ سے حاصل کردہ روزی سے اپنے تن کی ضرورتوں کو تو انسان پورا کرسکتا ہے، مگر آخرت میں اس کا انجام بہت خوفناک اور دنیا میں اس کی حالت عبرت ناک ہوگی۔

اللہ کے حبیب ومحبوب ﷺ نے فرمایا، جیسا کہ میں نے بالکل شروع میں حدیث پڑھی تھی کہ: کسی نے اس سے پاکیزہ عمدہ کھانا کبھی نہیں کھایا جو کہ اس نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے حاصل کر کے کھایا ہے، اور داؤد علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ رسول ونبی کی یہ شان تھی کہ باوجود عظیم الشان بادشاہ ہونے کے اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زرہ بنانے کا فن سکھایا تھا اور لوہے کو ان کے لیے نرم کردیا تھا، وہ بغیر آگ پر پگھلائے ان کے ہاتھ میں گندھے ہوئے آٹے کے مانند نرم وملائم ہوجاتا تھا اور جیسے چاہتے تھے موڑتے اور توڑتے تھے۔ قرآن کریم اس کا تذکرہ کرتا ہے:

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوُوْدَ مِنَّا فَضْلًا يَا جِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهُ وَالطَّيْرَ وَاَلَنَّا لَهُ الْـحَدِيْدَ، اَنِ اعْمَلْ سَابِغَاتٍ وَقَدِّرْ فِيْ السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾ [سورہ سبا]

اور دیا ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو اپنی طرف سے فضل، تو کہا پہاڑوں سے کہ تسبیح بیان کرو ان کے ساتھ اور پرندوں کو بھی حکم دیا اور نرم کر دیا ان کے لیے لوہے کو کہ بناؤ اس سے زرہیں اور اندازے سے جوڑو اس کی کڑیاں، اور اچھے کام کرو، بے شک میں دیکھتا ہوں جو کچھ تم کرتے ہو۔

حضرات گرامی!

حرام کمائی کی نحوست و ناپاکی کے بارے میں سرور کائنات، فخر موجودات ﷺ نے فرمایا: وہ جسم جہنم کے ہی لائق ہے جو سود کی رقم سے پلا بڑھا ہو۔ آج دنیا میں سودی کاروبار طرح طرح کی شکلوں سے رائج ہے، قسما قسم کے ناموں سے ہو رہا ہے، اس کے علاوہ مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ ان کو دولت و ثروت کی حرص نے اندھا بنا دیا ہے، وہ مال کے طالب بن گئے ہیں، چاہے جس طرح حاصل ہو۔ ذرا سوچئے اور تاریخ اسلام کا مطالعہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ ہمارے اسلاف میں ایسے ایسے لوگ گذرے ہیں کہ اگر ان کو شبہ بھی ہوگیا کہ میرے مال میں ناجائز مال کی آمیزش ہوگئی ہے تو اپنا سب مال خیرات کر دیا۔ امام ابوحنیفہؒ بہت بڑے تاجر بھی تھے، کروڑوں کا کاروبار تھا، ایک دفعہ ان کے ملازم نے کسی کے ہاتھوں کپڑے کا قیمتی تھان بیچا، اس میں کچھ عیب تھا، مگر بتانا بھول گیا، تو امام صاحب نے اس ملازم سے کہا: اس شخص کو ہر حال میں تلاش کر کے اصل صورت حال بتا دو، اور عیب کے بقدر قیمت کم کر کے اتنی رقم واپس کر دو، نہ ملے تو ساری رقم صدقہ کر دو۔

آج ہمارا یہ حال ہے کہ عیب کو چھپا کر فروخت کرنا کاروباری ہنر کہلاتا ہے، اشیاء خورد و نوش میں ملاوٹ کرنا فن کاری اور چالاکی میں شمار ہوتا ہے، وعدہ خلافی کرنا اور دھوکہ دینا تجارت میں عام طور پر رائج ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غلطی سے بغیر علم کے ایک لقمہ ایسے مال سے کھالیا جس کے بارے میں تحقیق نہیں تھی تو اس کو زبردستی قے کر کے پیٹ سے باہر کیا۔ حجاج بن یوسف بنی

امیہ کا ظالم و جابر گورنر تھا، وہ جب عراق پر گورنر مقرر ہوا تو کوفہ میں مستجاب الدعوات بزرگوں کی ایک جماعت بھی تھی، جن کی دعا اور بددعا کبھی رد نہیں ہوتی تھی، تو حجاج نے ان مستجاب الدعوات بزرگوں کی دعوت کی اور دھوکے سے ان کو حرام مال کھلا دیا۔ بعد میں قہقہے لگانے لگا، لوگوں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ میں ان کی بددعا سے محفوظ ہو گیا، یہ لاکھ بددعا کریں گے قبول نہیں ہوگی؛ اس لیے کہ ان کے خون اور گوشت میں حرام مال شامل ہو چکا ہے۔

دوستو!

ذرا ہم اپنے حالات کا جائزہ لیں کہ کیا زندگی ہے! اگر سود خور دعوت کرے تب بھی جزاک اللہ کہتے ہوئے منظور اور مرغ مسلّم اڑاتے ہیں، رشوت خور آفیسر دعوت یا تحفہ دے تو سبحان اللہ، جزاک اللہ کہتے ہوئے قبول، اگر ملاوٹ کرنے والا دکان دار ہدیہ دے، تحفہ دے، دعوت کرے تو فراخ دلی سے منظور، پھر ہمارے کاروبار یا تجارت کا جو حال ہے ہم خوب جانتے ہیں، کہیں بجلی چوری کر کے کاروبار کیا تو کبھی دھوکہ دے کر مال تیار کیا اور بیچ دیا، بینک سے سود پر قرض لیا اور کاروبار چمکایا، کسی کی رقم دبالی اور تجارت میں لگادی، کیا کچھ نہیں ہو رہا ہے ہمارے تجارت اور کاروبار میں؟ بس ہمارا تو اللہ ہی مالک ہے کہ کسب حلال اور کسب حرام کی تمیز ہی ختم ہوگئی ہے، کہیں سچائی اور دیانت داری نہیں، جھوٹ پر کاروبار ہوتا ہے، پھر برکت کیسے آئے؟ رحمت کیسے آئے؟ جب کہ سچے، امانت دار تاجر اور کاروباری کے بارے میں آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْأَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ. [الترمذي:١٢٠٩]

سچا امانت دار تاجر قیامت کے دن انبیا، صدیقین اور شہدا کی صف میں شامل ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم کو رزق حلال، کسب حلال اور مال حلال کی توفیق دے۔ آمین

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایمان ہی معیار بندگی ہے

الحمد لله القادر الجبار، والصلاة والسلام على محمد رسول الله المختار، وعلى آله الأطهار، وأصحابه الأخيار، وأتباعهم الأبرار، إلى يوم الدين والقرار.

أما بعدُ:

فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم، بسم الله الرحمن الرحيم

قَالَ اللّٰهُ فِي شَأْنِ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ: ﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ﴾ [الحجرات]

اور لیکن اللہ نے تمہارے لیے ایمان کو محبوب بنا دیا اور تمہارے دلوں میں اس کو مزین کر دیا اور تمہاری نگاہوں میں کفر وفسق اور نافرمانی وگناہ کو ناپسندیدہ بنا دیا، وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

حضرات گرامی قدر!

اللہ رب العزت نے قرآن پاک میں انبیاء ومرسلین علیہم الصلاۃ والسلام کے حالات وواقعات ذکر کرنے کے بعد، اگر کسی مقدس گروہ کا پیار بھرے انداز میں ذکر خیر فرمایا ہے اور ان کے فضائل ومناقب سے آگاہ فرمایا ہے، تو وہ محسن انسانیت محمد عربی صلی اللہ علیہ

وسلم کے فداکار و جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقدس گروہ ہے۔ اللہ رب العالمین نے اصحاب مصطفیٰ کے سوا کسی دوسرے نبی یا رسول کے متبعین کا تذکرہ، آسمانی کتابوں میں سے کسی بھی کتاب میں اتنے شرح وبسط کے ساتھ نہیں فرمایا، جتنا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تفصیلی تعارف کرایا ہے؛ یہاں تک کہ تورات وانجیل میں بھی ان کے فضائل ومناقب بیان فرمائے اوران کے اوصاف شمار کرائے ہیں۔ اسی سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ رسول کائنات، فخر موجودات محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے اطاعت شعار، تابع دار، جاں نثار وفداکار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام ومرتبہ اللہ تعالیٰ کے دربار عالی شان میں کتنا بلند وبالا ہے۔

لہذا ہمارا ایمان وعقیدہ ہے کہ اس روئے زمین پر نسل انسانی میں انبیاء ومرسلین کے بعد کسی کا درجہ ومرتبہ ہے تو وہ صحابہ کرام ہیں، جن سے بڑھ کر محترم ومعزز، جن سے بڑھ کر افضل واشرف، جن سے بڑھ کر مقدس وپاکیزہ کوئی دوسری جماعت نہ ہوئی ہے اور نہ قیامت تک پیدا ہوگی۔

صحابیت، نبوت ورسالت کے بعد سب سے بلند درجہ ہے، اور صحابی کا خطاب واعزاز صرف اسی کو حاصل ہوسکتا ہے جس نے ہوش وحواس کے ساتھ ایمان کی حالت میں امام الانبیاء والاتقیاء، سید الاولین والآخرین، خاتم النبیین، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات حاصل کی، آپ کا دیدار کیا یا آپ کے مبارک کلام کو سنا اور ایمان کی حالت میں ہی اس نے وفات پائی۔

لہذا کفر وشرک اور نفاق کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرنے والا اور آپ کی مجلس میں شریک ہونے والا صحابی نہیں کہلائے گا، یا آپ کے عہد مبارک ہی میں آپ پر ایمان لانے والا شخص اگر دیدار وملاقات سے محروم رہا تو خواہ عبادت وریاضت اور صلاح وتقویٰ میں بلند سے بلند مقام پر فائز ہوجائے، لیکن شرف صحابیت سے محروم رہے گا۔ جیسے کہ حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ جن کے بارے میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تحسین وتعریف کے کلمات فرمائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تاکید فرمائی کہ اگر تمہاری

ان سے ملاقات ہوجائے تو ان سے دعا ضرور کرانا، اور ان کی علامت ونشانی بھی بیان فرمادی۔اسی طرح منافقین کا گروہ پلید جوآپ کی مجلس میں حاضر رہتا تھا آپ سے قسم کھا کھا کراپنے ایمان کا یقین دلاتا تھا، اللہ تعالیٰ نے منافقین کوجھوٹا فرما کران کی پول کھول دیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿وَاللہُ یَشْھَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِیْنَ لَکَاذِبُوْنَ﴾ [منافقون]

حضرات گرامی!

جیسا کہ میں نے ابتدا میں آیت پڑھی تھی، اس میں اللہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا ہے کہ اللہ نے تمہارے لیے ایمان کوسب سے محبوب شئ بنادیا اورتمہارے دلوں کو ایمان سے مزین کردیا اور کفر وشرک اور فسق وفجور اور معاصی ونافرمانی کوتمہارے نزدیک انتہائی ناپسندیدہ اورمکروہ چیز بنادیا۔

ہم اگرصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عملی زندگی کا تاریخ وسیرت کی روشنی میں جائزہ لیں توصرف ایک چیز سب سے نمایاں ملتی ہے کہ صحابہ کرام نے ایمان کواس گہرائی سے قبول کیا تھا کہ ایمان ہی ان کی زینت تھا، ایمان ہی ان کی آرائش تھا، ایمان ہی ان کا کل سرمایہ تھا، جس کی حفاظت کے لیے انھوں نے دنیا کی رعنائیوں کوترک کردیا، دنیا کی دولت کوٹھوکر ماردیا، دنیا کوانھوں نے طلاق بائن دے دی تھی، دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت ان کی نگاہوں میں ہیچ تھی۔

یہ ایمان کی محبت نہیں تھی تو اور کیا تھا کہ حضرت بلال حبشیؓ کو مکہ کے اوباش مکہ کی گلیوں میں گھسیٹ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اللہ واحد کا نام لینا چھوڑ دوتو ہم تم کواس مصیبت سے آزاد کردیں گے؛ مگر زبانِ بلال پر اَحد اَحد کا وِرد جاری رہتا تھا، ان کا ظالم وسنگ دل آقا امیہ بن خلف بے رحمی سے ان کے ننگے بدن پرکوڑے برساتا تھا، یہاں تک کہ تھک کر ہانپنے لگتا تھا اور کہتا تھا کہ جب تک تم محمد کا ساتھ نہیں چھوڑوگے اور لات وہبل کے پجاری نہیں بنوگے، میں تم کو مارتا رہوں گا۔ پھربھی ایمان کا نشہ بلال پر چھایا رہتا تھا اور اَحد اَحد کا نعرہ لگاتے رہتے تھے۔

سامعین کرام!

ذرا دیکھئے: یہ خباب بن ارتؓ ہیں، مکہ کے درندے کفار ان کو دہکتے انگاروں پر لٹا دیتے ہیں، لیکن خباب ہیں کہ ''لا الٰہ الا اللہ، محمد رسول اللہ'' کا ترانہ گنگنائے جا رہے ہیں۔ یہ بوڑھے یاسر اور بوڑھی سمیہ مئے ایمان سے سرشار ہیں، ابوجہل جیسا بے رحم، سنگ دل ستمگر سمیہ کے پیروں میں رسی بندھواتا ہے اور دو مخالف سمت دوڑنے والے اونٹوں سے ایک ایک پیر کی رسی باندھتا ہے، سمیہ ایمان کا ترانہ چھوڑ دے۔ جب کامیاب نہیں ہو پاتا ہے تو غضب ناک ہو کر شرمگاہ پر برچھی مارتا ہے اور اونٹوں کو دوڑا دیتا ہے، لیکن سمیہ نے اسلام کی تاریخ میں پہلی شہیدہ ہونے کا فخر حاصل کرنا منظور کیا، مگر ایمانی زیور کو نہیں اتارا۔ یہ عمار و صہیب ہیں، یہ عثمان و زبیر ہیں، یہ ابوذر غفاری اور عمر کی بہن فاطمہ بنت خطاب ہیں، سب نے ایمان سے محبت کی ہے، رسول خدا سے محبت کی ہے، ظلم و ستم گوارا کیا ہے، لیکن محمد عربی ﷺ کا ساتھ چھوڑنا گوارا نہیں، کفر و شرک سے ایسی نفرت ہو چکی ہے کہ ایک لمحہ بھی اس کا وجود اور قرب بھی برداشت نہیں، اور جب ظلم و ستم انتہا کو پہنچ گیا تو صحابہ نے ایمان کا سرمایہ بچانے کے لیے دنیا کا سب سرمایہ چھوڑ دیا، والدین کو چھوڑ دیا، رشتہ داروں کو چھوڑ دیا۔

دیکھئے: ذرا تصور کی آنکھوں سے چودہ سو سال قبل کے مکہ کو دیکھئے، جب رسول کائنات، فخر موجودات ﷺ سرزمین مکہ میں اعلان توحید کر رہے ہیں اور لات و ہبل کے شیدائی آفتاب اسلام کو غروب کرنے کی سازشیں کر رہے ہیں، صحابہ کرام کو اذن ہجرت ملتا ہے تو حبشہ و یثرب کی طرف رواں دواں ہو گئے، کفار کو یہ بھی گوارا نہ تھا کہ مسلمان مکہ سے چلے جائیں اور دوسری جگہ سکون سے رہیں، وہ مہاجرین کا پیچھا کرتے تھے اور ان کو پکڑ کر واپس لانے کی کوشش کرتے تھے، لیکن ایمان کے متوالے، نبی امی کے دیوانے کسی نہ کسی طرح ہجرت کرتے رہتے تھے۔

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ مکہ کے مالدار شخص تھے، اپنا سب کچھ چھوڑ کر مدینہ روانہ ہو گئے، ابوجہل نے کچھ لوگوں کے ساتھ تعاقب کیا اور مکہ سے باہر ان کو کفار نے

گھیر لیا، صہیب رومی جم کر کھڑے ہوگئے، اور اپنا تیر و کمان تیار کر لیا اور کہنے لگے: تم جانتے ہو کہ میں کتنا ماہر تیر انداز ہوں، جب تک ایک بھی تیر میرے ترکش میں باقی رہے گا، میرے قریب نہیں آسکتے، مرتے رہو گے، پھر تلوار سے لڑوں گا، ٹوٹنے کے بعد ہی قابو پا سکتے ہو۔ اس کے علاوہ صرف ایک صورت ہے کہ تم مکہ میں موجود میرا سارا مال لے لو اور میرا راستہ چھوڑ دو، کفار تیار ہو گئے، انھوں نے لاکھوں کا مال دے کر اپنے ایمان کو بچایا۔ ایمان سے محبت کا یہ انداز اللہ کو اتنا پسند آیا کہ ان کی شان میں قرآن کی یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاةِ اللهِ﴾ [سورہ بقرہ]

اور بعض وہ لوگ ہیں جو اللہ کی رضا کے لیے اپنی جان کا سودا کر لیتے ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ نے دیکھا کہ صہیب ایک کمبل میں لپٹے چلے آرہے ہیں، جس میں بٹن کی جگہ ببول کے کانٹے لگے ہیں، مکہ کا مالدار خوش حال نوجوان جس کے جسم پر حریر و دیباج کا پیرہن ہوتا تھا، جب قبا میں داخل ہوتا ہے تو جسم پر ایسا لباس ہے اور بھوک سے بے حال ہے، زبان رسالت بول اٹھتی ہے: رَبِحَ الْبَيْعُ أَبَا يَحْيَىٰ! رَبِحَ الْبَيْعُ أَبَايَحْيَىٰ! ابو یحییٰ صہیب! تجارت نفع بخش رہی، دو مرتبہ فرمایا۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کے بارے میں امام کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے "سَابِقُ الرُّوْمِ إِلَى الْإِسْلَامِ" فرمایا ہے۔

حضرات گرامی!

حضرت صہیب رومیؓ جیسے تمام مہاجرین نے ایمان کی خاطر سب کچھ چھوڑ دیا، رسول اللہ ﷺ کی محبت میں ہر محبت کو ٹھکرا دیا، اسلام ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا، اسلام ہی ان کا کل اثاثہ تھا، اسلام ہی ان کا سرمایۂ افتخار تھا، اسلام کے لیے جیتے اور مرتے تھے، اللہ کے لیے ان کی زندگیاں وقف تھیں۔ اللہ نے ان کو اسی محبت کی وجہ سے کامل الایمان بنا دیا، وہ حدیث رسول "مَنْ أَحَبَّ لِلّٰهِ وَأَبْغَضَ لِلّٰهِ وَأَعْطَىٰ لِلّٰهِ وَمَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْإِيْمَانَ" کے حقیقی مصداق تھے، یعنی آنحضور ﷺ نے فرمایا: جس نے اللہ کے لیے محبت کی، اللہ کے لیے نفرت کی، اللہ ہی کے لیے کسی کو دیا اور اللہ ہی کے لیے نہیں دیا، تو اس کا ایمان

کامل ومکمل ہے۔

اللہ نے ان کے ایمان وتقویٰ اور ان کی محبت کو بار بار جانچا، پرکھا اور ہر موقع پر وہ کامل الایمان پائے گئے، ثابت قدم رہے، ان کی محبت گہری ہوتی گئی، محبت رسول میں وہ ڈوب گئے، ان کو آپ کے بغیر قرار نہیں آتا تھا، وہ اللہ کی محبت میں غرق تھے، ہر وقت اللہ کا استحضار رہتا تھا، وہ ہر وقت اپنے ایمان کا جائزہ لیتے تھے، ذرا سی بھی کمی نظر آتی تھی تو نفاق کے شبہ سے کانپ جاتے تھے، اور اللہ کی نافرمانی کے تصور سے لرزنے لگتے تھے کہ کہیں ان کا محبوب حقیقی گرفت نہ فرمادے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب واحترام اس غایت درجہ کا تھا کہ اضطراری طور پر بھی محبوب کو تکلیف پہنچنے کے تصور سے لرز جاتے تھے۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ انصار کے خطیب تھے، بلند آواز تھی، جب دربار رسالت میں آواز کو پست رکھنے کا حکم نازل ہوا اور اللہ نے فرمایا: ﴿لَاتَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ تو مارے ڈر کے مجلس میں آنا ترک کر دیا۔ امام مسلمؒ نے ان کے واقعہ کو تفصیل سے روایت کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے فدا کاروں کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللهِ أُولٰئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى﴾ [سورہ حجرات] اور جو اللہ کے رسول (ﷺ) کے غایت ادب میں اپنی آواز کو دبا کر رکھتے ہیں وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کے خوف اور تقویٰ کو اللہ نے پرکھا ہے، ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم کی بشارت ہے۔

حضرات گرامی!

ایمان اسی وقت محبوب ہوگا جب رسول اللہ ﷺ سے کامل درجہ کی محبت ہوگی، کیوں کہ "حُبُّ الرَّسُوْلِ مِنَ الْإِيْمَانِ"، محبتِ رسول جزوِ ایمان ہے۔ تکمیل ایمان کے لیے محبت رسول واجب ولازم ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے ادنیٰ درجہ کا بغض وکینہ بھی سبب ضلالت وشرک اور موجبِ نفاق ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جب تک میری ذات تمہارے

والدین اور اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جائے، تمہارا ایمان کامل نہیں ہوگا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب اپنے ایمان کے لیے سب کچھ رسول اللہ ﷺ پر قربان کر دیا تو بتایئے ان سے زیادہ گہری اور سچی محبت کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟ ماں باپ اور اولاد کی محبت کو در کنار کر کے دامن رسول سے وابستہ ہونا سعادت سمجھتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ حضرات صحابہ وصحابیات کا یہ حال تھا کہ جس چیز پر آنحضور ﷺ کا ہاتھ پڑ جاتا تھا، یا لب مبارک پڑ جاتا تھا یا جسم اطہر سے کوئی چیز تھوڑی دیر کے لیے مَس ہو جاتی تھی، وہ سب چیزیں حضرات صحابہ اور حضرات صحابیات کے نزدیک دل وجان سے زیادہ محبوب ہو جاتی تھیں۔

شمائل ترمذی میں حدیث ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزہ سے منھ لگا کر پانی پیا تو حضرت ام سلیم نے مشکیزہ کا وہ حصہ کاٹ کر اپنے پاس رکھ لیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس لکڑی کے پیالے کو تا حیات سنبھال کر رکھا تھا جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی اور دودھ پیا کرتے تھے۔ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے اس چادر کو حفاظت سے رکھا تھا جو انعام کے طور پر آپ نے ان کو عطا کی تھی۔ کسی نے آپ کے موئے مبارک کو سنبھال کر رکھا تو کسی نے ناخن شریف کو بچا کر رکھا۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا حال تو یہ تھا کہ جہاں جہاں اللہ کے رسول کے قدم مبارک پڑتے تھے یا آپ آرام کرتے تھے یا پھر کسی درخت کے سایہ میں رکتے تھے، حضرت ابن عمر ان سب جگہوں پر ویسا ہی عمل کرتے تھے جیسا محبوب رب العالمین کو کرتے دیکھا تھا۔ سچ تو یہ ہے کہ جس نے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور آپ پر ایمان لایا وہ اسیر محبت ہو گیا۔

حضرت عمرو بن العاص فاتح مصر فرماتے ہیں کہ ایک دور وہ تھا جب کہ میرے نزدیک رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مبغوض اور ناپسندیدہ کوئی نہ تھا اور ان کو قتل کرنے کا منصوبہ ہر دم بناتا تھا پھر میں ایمان لایا تو آپ سے زیادہ محبوب میری نگاہ میں کوئی نہیں ہے؛ یہاں تک کہ فرط محبت اور رعب محبوب کی وجہ سے میں کبھی آپ کو گھور کر نہیں دیکھا ہے، اگر کوئی مجھ

سے آپ کا حلیہ شریف پوچھے تو بتا نہیں سکتا۔ایک حالت یہ ہے اور ایک حالت محبت یہ ہے کہ صحابہ کرام آپ کو ایک لمحہ بھی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے تھے، مجلس میں ہیں تو نگاہوں کا مرکز آپ کی ذات ہے، یہاں تک کہ آنحضور ﷺ کے جسم اطہر کا پورا خاکہ کھینچ کر رکھ دیا، پیکر مبارک کو ایسے بلیغ انداز میں بیان کیا ہے کہ کوئی مصور چاہے تو آپ کی تصویر بنادے؛ لیکن یہ بھی آپ کا معجزہ ہے کہ ان تمام واضح اوصاف کے باوجود آپ کی تصویر بنانا کسی کے بس میں نہیں ہے۔اور آپ سے زیادہ واضح اوصاف کسی اور انسان کے بیان بھی نہیں کیئے گئے ہیں۔ایک طرف تصویر سازی کے لیے تمام مواد فراہم ہیں اور دوسری جانب عاجزی کا یہ عالم ہے کہ بڑے سے بڑا آرٹسٹ بھی نقشہ نہیں کھینچ سکتا، تصویر نہیں بنا سکتا ہے۔

حضرات گرامی!

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جس طرح اپنے ایمان میں کامل و مکمل اور منفرد ہیں، وہ اپنی محبت میں بھی کامل و منفرد ہیں، اپنے اخلاص میں بھی کامل و منفرد ہیں، ان کے اخلاص کے بارے میں اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''اگر کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی اللہ کی راہ میں سونا خرچ کردے تو بھی میرے صحابہ کے ایک مد صدقہ کے برابر بھی اس کا ثواب نہیں ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ مقدار کو نہیں دیکھتا، بلکہ خرچ کرنے والوں کی نیتوں کے اخلاص کو دیکھتا ہے۔اور یہ طے شدہ بات ہے کہ ہم آپ اخلاص کی ان بلندیوں پر نہیں پہنچ سکتے جہاں صحابہ کرام تھے، وہ صرف اور صرف اللہ کے لیے جیتے، مرتے تھے، اللہ کے لیے محبت وعداوت کرتے تھے اور اللہ ہی کے لیے خرچ کرتے تھے۔

حضرت مسطح ایک نوجوان صحابی تھے، غریب ونادار تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی برابر مدد کرتے رہتے تھے، ان کی گردن پر صدیق اکبر کا بہت احسان تھا، لیکن جب منافقوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو حضرت مسطح بھی اس افواہ کا شکار ہوگئے اور حضرت عائشہ صدیقہ کے خلاف باتیں کرنے لگے، حالانکہ سچے

مسلمان تھے، بس جذبات میں پڑ گئے، حضرت صدیق اکبر کو اس سے بہت تکلیف پہنچی اور قسم کھائی کہ اب ان پر رقم خرچ نہیں کروں گا، ان کی مالی مدد نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً آیت نازل فرمائی:

﴿وَلا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِي سَبِيْلِ اللهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا﴾ [سورہ نور]

تم میں سے جو بزرگی اور کشادگی والے ہیں، انھیں اپنے قرابت داروں اور مسکینوں اور مہاجروں کو اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرنے کی قسم نہیں کھانی چاہئے؛ بلکہ معاف کر دینا اور درگذر کر دینا چاہئے۔

حضرات گرامی قدر!

مقصد یہ تھا کہ حضرت مسطح رضی اللہ عنہ جیسے لوگ مدد کے مستحق ہیں اور تمہارے خرچ دینے کو اللہ نے ان جیسے لوگوں کے لیے سہارا بنایا ہے، تمہاری نیت تو اللہ کی رضا ہے، اس کا اجر وثواب تم کو ہر حال میں اللہ دے گا، پھر کسی ذاتی مسئلہ میں ایسے لوگوں سے رنج وتکلیف پہنچے تو اپنے اخلاص کو اس سے متأثر ہو کر کھوٹا نہیں کرنا چاہئے۔ یہ آیت سن کر حضرت صدیق اکبر نے اپنی قسم توڑی، کفارہ ادا کیا اور مسطح کی مدد جاری رکھی، حضرت مسطح نے بھی بعد میں غلطی سے توبہ کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ کسی غزوہ میں انھوں نے ایک زبردست دشمن کو پچھاڑ دیا اور اس کے سینے پر سوار ہو گئے، چاہا کہ اس کو قتل کر دیں کہ اچانک اس بدتمیز نے ان کے چہرہ پر تھوک دیا، حضرت علیؓ دشمن کو چھوڑ کر فوراً الگ ہو گئے، مغلوب دشمن کو اس پر بہت حیرت ہوئی، اس نے پوچھا کہ قابو پا کر پھر کیوں چھوڑ دیا؟ علی مرتضیٰ نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے دشمن کو صرف اللہ کے لیے پچھاڑا تھا اور اللہ کی رضا کے لیے قتل کرنے والا تھا، میری کوئی ذاتی لڑائی نہیں تھی، حق وباطل کا معاملہ تھا؛ لیکن جب تم نے میرے منھ پر تھوک دیا تو مجھ کو اپنی ذات کے لیے غصہ آ گیا، اگر میں قتل کرتا تو اپنے ذاتی غصہ کے سبب قتل کرنے

والا ہوتا اور یہ مجھ کو گوارا نہیں، اس لیے میں نے تم کو چھوڑ دیا۔

حضرات گرامی قدر!

جانتے ہیں پھر کیا ہوا؟ اخلاص وللّٰہیت کی اس کیفیت نے اس دشمن خدا کو اتنا متأثر کیا کہ وہ کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوگیا، اس کے مقدر میں ہدایت لکھی ہوئی تھی۔

سچ بتائیے کیا اخلاص کی یہ حالت اور للّٰہیت کی یہ کیفیت ہمارے دور کے بڑے سے بڑے دین دار کے دل میں پیدا ہوسکتی ہے؟ ہم بہت زیادہ مخلص ہوکر صرف اللہ کے نام پر کسی پر خرچ کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن دل میں یہ ضرور خواہش ہوتی ہے کہ میری تعریف ہو، یا جس کو دیا ہے وہ میرے احسان کو مانے، اور ہم کوئی نہ کوئی بہانہ کرکے اپنی سخاوت اور دریا دلی کا تذکرہ ضرور کرتے ہیں، یا ان کاموں کی شہرت چاہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ ہر دور کے مسلمان صحابہ جیسی صفات پیدا کریں، افسوس تو اس پر ہوتا ہے کہ گناہوں کی دلدل میں لت پت انسان، صحابہ کرام پر تبصرہ اور تنقید کی جسارت کرتا ہے، ہم سو بار مر کر سو بار زندہ ہوکر بھی صحابہ کرام کے قدموں کے غبار کے برابر بھی نہیں ہوسکتے، ہم کو ان کے نقش قدم پر چلتے رہنا ہے، اسی میں نجات اور کامیابی وکامرانی ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد للّٰہ رب العالمین

○○○

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا یہ دور، دورِ جاہلیت نہیں؟

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید المرسلین محمد خاتم النبیین، وعلی آلہ وأصحابہ أجمعین، إلی یوم الدین.

أَمَّا بَعْدُ:

حضرات علماء کرام اور سامعین جلسہ!

میرے لیے فخر وناز کا موقع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین ومذہب اور اپنے رسول حبیب ﷺ کی نسبت سے بات کرنے کی توفیق ارزانی بخشی، حالانکہ مجھ کو اپنی کم علمی اور بے سروسامانی کا احساس بھی ہے اور اس حقیقت کا ادراک بھی ہے کہ بحر شریعت کے شناوروں اور آسمان علم ومعرفت کے مہ وانجم کی موجودگی میں لب کشائی کی جسارت بیجا ہوگی؛ لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میں اس امت محمد یہ کا ایک فرد ہوں، جس کے کندھوں پر دعوت وتبلیغ کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے، اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ عائد کیا گیا ہے۔ اگر میں موقع وسعادت ملنے کے بعد بھی اپنی ذمہ داری کو ادا نہیں کروں گا تو گرفت ہوگی، دوسرے ہمت نہیں بڑھے گی، جرأت نہیں ہوگی جب کہ ہم کو تیز وطرار، فتنہ طراز باطل کو للکارنا ہے، طاغوتی طاقتوں سے پنجہ آزمائی کرنا ہے، طاغوتی قوتوں کے زور کو توڑنا اور فحاشی وبدکاری کے مغربی سیلاب کا رخ، اسلام کی طرف موڑنا ہے، مسلمانوں کے خلاف ہونے والی

سازشوں اور چلنے والی تحریکوں کو کچلنا ہے، اور حق پرستوں پر باطل پرستوں کا دندان شکن جواب دینا ہے۔ اور یہ اُسی صورت میں ہوسکتا ہے جب کہ ہمارے پاس علوم اسلامیہ کی فراوانی اور سرمایۂ فصاحت وبلاغت کی سحر آفرینی ہوگی، اوراسی کے ساتھ ساتھ بے باکی، حق گوئی کی ہمت وجرأت ہوگی، یہی آئینِ جواں مردی ہے اوراسی کے لیے میں آپ حضرات کے سامنے کھڑا ہوگیا ہوں۔

آئین جواں مردی حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

بزرگو اور دوستو!

دنیا اس وقت اپنی تاریخ کے بھیانک ترین دور سے گذر رہی ہے، وہی دورِ جاہلیت پھرلوٹ آیا ہے، جس کے بارے میں قرآن نے فرمایا:

﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ﴾ [نساء]

بحروبر، خشکی وتری میں فساد برپا تھالوگوں کے کرتوت وکردار کے سبب سے۔

آج دنیا ہلاکت وبربادی کے اسی دہانے پر کھڑی نظر آرہی ہے، جس کو صدیوں قبل قرآن نے بتایا تھا۔ ﴿وَكُنتُمْ عَلىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ﴾ تم جہنم کے کنارے پر کھڑے تھے۔ آج وہی نمرودی زمانہ لوٹ آیا ہے، جس نمرود نے ایک حق گو وبے باک رسول کو اعلان توحید کے جرم میں زندہ بھڑکتی آگ اور لپکتے دہکتے شعلوں میں جھونک دیا تھا، آج دنیا اسی چوراہے پر کھڑی ہے، جس پر قوم فرعون کھڑی تھی، اور فرعون ﴿أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ﴾ کا نعرہ بلند کررہا تھا۔ آج دنیا اسی عہد میں پہنچ گئی ہے جب کہ انسان نما درندے اپنی ماؤں سے بدکاری کرتے تھے، لڑکیوں کو زندہ درگور کردیتے تھے۔ آج دنیا اسی زمانہ میں پہنچ گئی ہے جب کہ ضلالت وجہالت اور شرک وکفر کی آندھیاں، ہدایت وسعادت کے چراغ کو غل کرچکی تھیں، اور شیطنت وابلیسیت کا ننگا ناچ ہورہا تھا۔ آج دنیا اسی ماحول میں سانس لے رہی ہے کہ ایمان وتوحید کے جرم میں بے گناہوں کو مکہ کی آگ اگلتی ریت پر ننگے

بدن پتھروں سے دبا دیا جاتا تھا اور اللہ کا نام لینے پر دہکتے شعلوں پر لٹا دیا جاتا تھا، اور رسول خدا ﷺ کی تصدیق کرنے پر کوڑے برسا کر لہولہان کر دیا جاتا تھا۔

حضرات گرامی!

فرق صرف اتنا ہے کہ تہذیب وتمدن اور علوم وفنون سے خالی وہ دور تھا، سائنس کے وسائل حیات میں ترقی نہیں تھی، لیکن آج علم وفن کا دور ہے، عروج ارتقا کا زمانہ ہے، فضا میں پرواز کرنے اور لمحوں میں ہزاروں میل اپنی تصویر اور بات پہنچا دینے کا دور ہے، عیش وعشرت کی فراوانی اور راحت وآرام کی بہتات کا دور ہے، آج کا انسان اپنے کو ترقی یافتہ اور متمدن کہتا ہے اور ہواؤں، فضاؤں، دریاؤں اور سمندروں پر حکومتیں کرتا ہے، کوئی مشکل ترین کام بھی اس کے جدید وسائل کے سامنے مشکل نہیں ہے۔ اگر نمرود خلیل، فرعون موسیٰ، قیصر روم اور کسرائے ایران بھی اپنی تمام تر قوت وطاقت، دولت وثروت، جاہ وحشمت کے ساتھ آج موجود ہوتے تو آج کے دور ترقی میں اپنے کو ناکام ترین، کمزور ترین، مجبور ترین، ذلیل ترین اور حقیر ترین تصور کرتے؛ کیوں کہ فرعون نے خدا سے لڑنے کے لیے ایک مینار بنانے کو کہا تھا: ﴿يَا هَامَانُ ابْنِ لِي صَرْحاً﴾ جب کہ آج کے سائنس دانوں نے انسان کو چاند پر پہنچا دیا ہے، بلکہ اس سے بھی لاکھوں میل اوپر مریخ پر پہنچا دیا ہے اور فرعون مصر بحر قلزم کو اپنی خدائی کے دعویٰ کے باوجود عبور نہ کر سکا اور غرق ہو گیا، جب کہ آج کا انسان ہزاروں فٹ گہرے سمندر میں اپنی عیش گاہ اور عشرت کدہ بنا چکا ہے۔

سامعین کرام!

لیکن ماضی وحال کے زمانہ میں جو چیز مشترک ہے، وہ ہے خدا فراموشی، خود فراموشی، سرکشی، ماضی کے سرکشوں نے اپنے محدود وفرسودہ وسائل پر فخر کیا اور خدائی کا دعویٰ کر بیٹھے، اور آج بھی مادیت پرستی نے علوم وفنون، ایجادات وانکشافات کی بلندیوں پر پہنچے انسان کو خدائی کا دعویٰ کرنے والا بنا دیا ہے۔

امریکہ کا صدر ﴿أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَىٰ﴾ کا اعلان کر رہا ہے، تو برطانیہ کا وزیر اعظم

بھی یہی اعلان کرر ہا ہے، فرانس کا صدر بھی یہی صدا بلند کرر ہا ہے۔ آسٹریلیا اور اسپین سب ﴿مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً﴾ کا نعرہ لگا رہے ہیں اور سب کا ہدف ونشانہ اسلام ہے، جس طرح نمرود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حق گوئی اور اعلان توحید سے خوف زدہ تھا تو آگ بھڑکا کر اس میں ڈال دیا، یہی خوف امریکہ کے صدر اور برطانیہ کے وزیر اعظم کو ہے، گجرات کے مودی اور مہاراشٹر کے ٹھاکرے اور دلی کے ایڈوانی کو ہے، سب اسی راہ پر گامزن ہیں، ہر ایک کو اسلام کا خوف ہے، مسلمانوں کی دینی بے داری کا خوف ہے، لہذا امریکہ نے عراق کو جہنم کدہ بنادیا اور لاکھوں بے گناہ، بے جرم مسلمانوں کو محض اپنے اقتدار کے لیے، اپنے دبدبہ کے لیے بموں کی آگ میں جلا کر خاکستر کر دیا۔ افغانستان کو بموں کے شعلوں سے خاکستر کر دیا، مودی نے گجرات کو آگ کی نذر کر دیا، ٹھاکرے نے مہاراشٹر کو آگ کی نذر کر دیا، ایڈوانی نے رتھ یاترا کی آگ سے پورے ملک میں آگ لگادی، سب وہی ہورہا ہے جو ہزاروں سال پہلے ہوتا تھا، فرعون مصر نے موسیٰ علیہ السلام کے وجود کو اپنے لیے خطرہ سمجھا، لہذا قتل عام شروع کر دیا، امریکہ کے فرعون نے بھی یہی کیا ہے، طالبان کا قتل، عراقیوں کا قتل، فلسطینیوں کا قتل، اجتماعی قتل عام کرر ہا ہے اور ہندوستان کے فرقہ پرست جنونی، اسلام کو بیخ وبن سے اکھاڑنے کے لیے گجرات، مہاراشٹر، بنگال وجھارکھنڈ میں یہی رول ادا کرر ہے ہیں اور فرقہ وارانہ فسادات کی خونی تاریخ لکھ رہے ہیں۔

دردمندان ملت!

دنیا کہتی ہے کہ یہ انسانیت کا عہد زریں ہے، تہذیب وارتقا کا دور ہے، سائنس وٹیکنالوجی کا دور ہے، یہ ایجادات وانکشافات اور تحقیقات واختراعات کا دور ہے، یہ علوم وفنون اور تمدن وثقافت کا دور ہے، یہ خلاؤں کو مسخر کرنے اور ہواؤں میں تیرنے کا دور ہے، سمندروں کی گہرائیوں میں اترنے اور قدرت کے خزانوں کو حاصل کرنے، زمین کی پاتال تک پہنچنے اور معدنیات کو نکالنے کا دور ہے، علم وفن اور سائنس وفلسفہ نے آج جن بلندیوں کو طے کرلیا ہے اور انسان نے جن کامیابیوں کو حاصل کرلیا ہے، اس کے بارے میں کبھی تصور

بھی نہیں تھا۔ ماضی کے اڑن کھٹولے، ماضی کے جادوئی قالین، کہانیوں کا خلائی سفر، قصوں کا سمندری سفر، سند باد، الف لیلہ کی داستانیں آج حقیقت بن چکی ہیں۔

حضرات گرامی!

یہ دعویٰ سچ ہے، لیکن انسانیت کا قتل ہو رہا ہے، شرافت کا قتل ہو رہا ہے، سچائی کا قتل ہو رہا ہے، روحانیت کا قتل ہو رہا ہے، کردار کشی ہو رہی ہے، عصمت دری ہو رہی ہے، فحاشی و بدکاری تہذیب بن گئی ہے، بے شرمی و بے حیائی تمدن بن گیا ہے، قتل و غارت گری فن بن گیا ہے، اگر عہد ماضی میں روم کے نیرو نے روم کو جلایا تھا اور پورے شہر کے بھڑکتے شعلوں، لوگوں کی چیخوں، تڑپتے انسانوں، بلکتی ماؤں کے درمیان کھڑا بانسری بجا رہا تھا تو گجرات کے مودی کو بھی ہندوستانی سپریم کورٹ نے گجرات کے فسادات اور آگ زنی پر وقت کا نیرو کہا تھا، جارج بش بھی عہد حاضر کا نیرو ہے جو عراق پر آگ و آہن کی بارش کر رہا ہے، گھر مکانات جل رہے ہیں، معصوم چیخ رہے ہیں، تڑپ رہے ہیں، جسمانی اعضا فضاؤں میں اڑ رہے ہیں، بکھر رہے ہیں اور اسرائیل فلسطینیوں پر قہر ڈھا رہا ہے، معصوم بچوں پر بمباری کر رہا ہے، بے گناہ شہریوں کو بموں، طیاروں اور مشین گنوں سے بھون رہا ہے، ہر طرف آگ لگا رہا ہے، پھر بھی دانش وران مغرب، آمران یورپ ان ظالموں اور سرکشوں کو متمدن اور مہذب قرار دیتے ہیں۔

حضرات گرامی!

اگر بوجہل وامیہ، عتبہ وشیبہ مظلومان مکہ، معصومان مکہ، سرفروشان اسلام، متبعین رسول کامل، غلامان نبی رحمت پر جور وستم کی انتہا کرتے ہیں اور انسانیت سوز مظالم وایذا رسانی کا ریکارڈ توڑتے ہیں، ظلم واستبداد، قہر وغضب اور بغض وعناد کی بھٹی میں جھونکتے ہیں، بلال وخباب، عمار و یاسر وسمیہ، زبیر وطلحہ، ابوبکر وعثمان پر مصائب وآلام کے دروازے کھول دیتے ہیں؛ اس لیے کہ یہ حق پرستوں، خدا پرستوں، ایمان داروں، دین داروں کی جماعت تھی، تو آج کا ترقی یافتہ بلکہ تہذیب جدید کا مرکز، امن وامان کا نام نہاد پیغامبر امریکہ، عراق

کی بوغریب جیل اور گوانتاناموبے جزیرہ میں مسلمانوں پر تعذیب وتکلیف کے ایسے ہولناک حربے استعمال کرتا ہے کہ انسانیت بھی بلبلانے لگتی ہے، بے گناہ قیدیوں کوٹارچر کیا جاتا ہے، ناقابل بیان وناقابل برداشت سزائیں دی جاتی ہیں، القاعدہ کا ممبر بتاکر بلااستحقاق قیدی بنائے گئے بے گناہوں کی تفاصیل جب منظر عام پر آئی تو حقوق انسانی کی تنظیم بھی چیخ پڑی، دنیائے انسانیت بھی لرزنے لگی۔

حضرات گرامی!

لیکن دنیا کے سب سے مہذب، سب سے کامیاب اور سب سے ترقی یافتہ ہونے کے دعوے دار امریکہ کی جیلوں میں ۲۲/لاکھ قیدی ہیں، حقوق انسانی کی عالمی تنظیم نے بتایا ہے کہ دنیا میں اتنے زیادہ قیدی کسی ملک میں نہیں ہیں۔ اب سوچئے، غور کیجئے اور بتایئے کہ یہ عہد، عہد جہالت ہے یا پندرہ صدی قبل، یا ہزاروں صدی قبل کی دنیا میں جہالت وسفاکیت، وحشت وبربریت زیادہ خطرناک تھی۔

سامعین کرام!

حق تو یہ ہے کہ قدیم جہالت، ماضی کی شیطنت، دور قدیم کی نمرودیت وشدادیت، فرعونیت وبولہبیت اور چنگیزیت نے نیا لباس پہن لیا ہے، اس کو ختم کرنا ہے، اس جہالت وفرعونیت کونیست ونابود کرنا ہے، اس طاغوت وعفریت کولگام دینا ہے۔ علامہ اقبال نے کہا ہے:

اگرچہ بت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذاں، لا الہ الا اللہ

اسلام کے جیالو، شاہ بطحا کے متوالو!

غور کیجئے اور موازنہ کیجئے، عصر حاضر اور عہد جاہلی کے مشرکین ونصاریٰ اور یہود ومجوس کی سازشوں، منصوبوں، ریشہ دوانیوں، تکلیف رسانیوں، الزام تراشیوں، اشتعال انگیزیوں، فریب کاریوں، بہتان طرازیوں میں کیا فرق ہے؟ صرف اور صرف زمانہ کا، انداز کا، اسلوب کا؛ بلکہ آج کے دشمنوں، معاندوں، طاغوتوں، فرعونوں، نمرودوں، ابلیسوں،

عفریتوں، چنگیزوں، درندوں اور وحشیوں نے ان ہی زمانۂ گذشتہ سے تمام ہتھیار لئے ہیں اوران کو نیا رنگ وروپ دیا ہے۔

برادران اسلام!

دیکھیے، مشرکین مکہ اور کفار قریش نے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا سماجی اور اقتصادی بائیکاٹ کیا تھا، شعب ابی طالب میں تین سال تک محصور رکھا تھا، ہر قسم کی سپلائی بند کردی تھی، تو اس دور جدید میں امریکہ واقوام متحدہ نے دس بارہ سال تک لیبیا کا اقتصادی بائیکاٹ کیا۔ صدام حسین کے زمانہ میں عراق کا دس سال تک بائیکاٹ کیا اور اقتصادی پابندی لگائی۔ طالبان کے زمانہ میں افغانستان پر اقتصادی وتجارتی پابندیاں لگائیں اور اس وقت ایران پر اقتصادی وتجارتی پابندیاں لاگو ہیں۔ اگر کفار مکہ نے اسلام کو دبانے، دین حنیف کو کچلنے اور قرآن مجید کے اثرات اور انقلاب آفرینی کو ختم کرنے کے لیے لوگوں سے کہا، جس کو اللہ تعالیٰ نے اس اسلوب میں بیان فرمایا ہے:

﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَاتَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ﴾ [سورہ حم سجدہ، آیت:۲۶]

اور کہا کافروں نے کہ مت سنو اس قرآن کو اور جب پڑھا جائے تو خوب شور شرابا کرو، ہوسکتا ہے تم غالب آجاؤ۔

تو آج کے دشمنان اسلام امریکہ اور یورپ، مسلم ممالک پر پابندیاں لگاتے ہیں کہ قرآن کی بہت سی آیات جن میں یہود ومشرکین کی مذمت ہے اور کافروں سے قتال وغیرہ کا حکم ہے اس کو مت پڑھاؤ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس سے دہشت گردی کا مزاج بنتا ہے، جہادی تیار ہوتے ہیں، اسی کے ساتھ ساتھ قرآن کے خلاف خوب پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے۔

اور اگر مشرکین وکفار اور یہود مدینہ رسول اللہ ﷺ اور اسلام کی شان میں گستاخانہ اشعار کہتے تھے تو اس دور میں اہانت رسول کی کتابیں تیار کی جاتی ہیں، تصاویر اور کارٹون بنا کر مسلمانوں کی دل آزاری کی جاتی ہے۔

اور اگر دور جاہلیت کے مشرکین کہتے تھے: ﴿إِئْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ﴾ کہ دوسرا قرآن لاؤ یا اس میں کتر بیونت کر دو، یہی مطالبہ آج کے معاندین بھی کرتے ہیں؛ بلکہ انھوں نے ''الفرقان المجید'' کے نام سے ایک نیا قرآن بھی پیش کر دیا ہے۔

اور اگر غزوہ احزاب وخندق میں مشرکین قریش وغطفان، بنو اسد، بنو سلیم، کنانہ اور بنو مرہ وغیرہ کا متحدہ فوجی محاذ تھا تو عراق پر، افغانستان پر دشمنوں نے امریکہ کی قیادت میں متحدہ محاذ بنایا اور چوطرفہ حملہ آور ہوئے۔

اسی طرح جائزہ لیتے جایئے، صرف عہد وزمانہ اور اسلوب وانداز میں فرق ملے گا، ورنہ فکر میں ایک ہیں، یعنی اسلام کی بیخ کنی، مسلمانوں کی ہزیمت اور بربادی کا پلان؛ اس لیے کہ اسلام ہی سب سے بڑا خطرہ ہے، اسلام ہی سے سب کو وحشت ہے؛ کیوں کہ خدائے واحد کی سپر پاور اور سپر قانون کا داعی وحامی ہے، وہ مادیت کے بدلے روحانیت، فحاشی کی جگہ پاک دامنی، عریانیت کی جگہ ستر پوشی، بغاوت کی جگہ اطاعت، بے دینی کی جگہ دین داری کا پرچار کرتا ہے، اپنا آفاقی نظام حیات اور دستور حکومت رکھتا ہے، جو کسی تغیر وتبدل اور ترمیم وتحریف کو قبول کرنے والا نہیں ہے اور فرعون ونمرود کے نمائندے چاہتے ہیں کہ دنیا ہماری اطاعت وعبادت کرے، ہمارے قدموں پر جھکے، ہماری پوجا کرے اور ہم سے مدد مانگے۔

سامعین کرام!

اس دور کی پرفریب جاہلیت اور انسانیت سوز تہذیب کا مقابلہ اسی انداز اور طریقہ پر ممکن ہے، جیسا کہ عہد رسول اور عہد صحابہ وتابعین میں کیا گیا کہ ہر حال میں اپنے ایمان ویقین پر استقامت ومداومت ہو، اسلام کے نظریہ حیات اور نظریہ عبادت پر ثابت قدمی سے جمے رہیں، اسلامی اتحاد واتفاق کو تازہ کیا جائے، اللہ تعالیٰ نے ان تمام سازشوں اور تحریکوں اور جدید قدیم دشمنوں کی نشان دہی اپنے ابدی کلام اور جاودانی دستور میں کر دی ہے، اور مسلمانوں کو ان سے راز دارانہ دوستی ومحبت سے منع فرمایا ہے، ان دشمنوں کے مقابلے میں فوجی ودفاعی تیاری کرنے کا حکم دیا ہے اور بہت واضح انداز میں فرمادیا ہے کہ تم صرف

اپنے احکام شریعت پر کار بند رہو:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾ [سورہ مائدہ، آیت:۱۰۵]

اے ایمان والو! ہر حال میں (اپنے ایمان وعقیدہ، دین ومذہب کے ساتھ) اپنی فکر کرتے رہو، گمراہ لوگ تم کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے، اگر تم ہدایت پر رہے۔

یعنی تم دین پر ثابت قدم رہو گے، تم ایمان پر جمے رہو گے، اگر تم رسول خدا سے تعلق ومحبت کو مضبوط بنائے رہو گے، اسلام کی تعلیمات پر چلتے رہو گے اور خدائے ذوالجلال پر پختہ ایمان رکھو گے، تو تم پر کسی کا کوئی خوف وغلبہ نہیں ہو سکتا۔ ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ [سورہ احقاف، آیت:۱۳] دنیا وآخرت میں فلاح ونجات کی یہی کنجی ہے۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين۔

○○○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام فوبیا کا سبب اور اس کا حل

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلیٰ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ، وَعَلیٰ آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ، إِلیٰ یَوْمِ الدِّیْنِ.

أما بعدُ:

فأعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

﴿وَلَنْ تَرْضیٰ عَنْکَ الْیَھُوْدُ وَلا النَّصَارٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَھُمْ﴾

[سورہ بقرہ، آیت: ۱۲۰]

اے رسول! آپ سے یہود ونصاریٰ ہرگز راضی نہیں ہوں گے یہاں تک کہ آپ ان کی ملت کی پیروی کریں۔

برادران ملت اسلامیہ!

میرے لیے مسرت وشادمانی کا لمحہ ہے کہ خداوند عالم نے آپ حضرات کے سامنے دین حنیف کی نسبت سے کھڑے ہونے اور کچھ باتیں عرض کرنے کی توفیق بخشی، اس مختصر لمحہ کو غنیمت شمار کرتے ہوئے، میں حالات حاضرہ کے تناظر میں مختصر کلام کروں گا، امید ہے کہ شوق وذوق سے میری معروضات کو سماعت فرمائیں گے، باتیں بہت اہم اور غور طلب ہیں۔

سامعین کرام!

آج کل بہت زور وشور سے اخبارات ورسائل میں ایک نئی اصطلاح استعمال کی

جاتی ہے،جس نے بحث ومباحثہ کا ایک نیا دروازہ کھول دیا ہے،ممکن ہے کہ آپ حضرات نے بھی اس نئی اصطلاح کو کسی مضمون میں پڑھا، یا کسی کی زبان سے سنا ہو، وہ ہے: ''اسلام فوبیا''

''فُوبِیا'' ایک بیماری ہوتی ہے، ڈر اور خوف کی بیماری، یہ طرح طرح کی ہوتی ہے، کسی کو برین فوبیا ہو جاتا ہے، اس کے ذہن میں ایک غیر شعوری خوف بیٹھ جاتا ہے، ہر جگہ اس کو وحشت ہوتی ہے، لوگوں سے ملتا ہے تو خوف زدہ رہتا ہے، مجمع دیکھتا ہے تو گھبراتا ہے۔ کسی کو واٹر فوبیا ہو جاتا ہے، جہاں زیادہ پانی یا دریا اور سمندر، جھیل یا تالاب دیکھتا ہے تو دہشت میں مبتلا ہو جاتا ہے، کسی کو ہارٹ فوبیا ہو جاتا ہے، وہ اختلاج قلب کا شکار ہو جاتا ہے، ہر دم گھبرایا اور خوف زدہ رہتا ہے۔

حضرات گرامی!

میں جو بات کہنا چاہتا ہوں، اس کے لیے یہ مختصر تعریف وتمہید ضروری تھی؛ کیوں کہ آج یورپ وامریکہ میں ''اسلام فوبیا'' عام ہے، یعنی یورپ وامریکہ کے ملکوں میں اسلام کی مقبولیت واشاعت نے وہاں کے حکمرانوں، مفکروں، پالیسی سازوں، سیاست دانوں اور اسکالروں کو ایک انجانے خوف میں مبتلا کر دیا ہے، ان کو اسلام اور مسلمانوں کے نام سے دہشت ہو رہی ہے، جس کی وجہ سے ان کو اسلام اور اس کی تمام علامتوں سے نفرت پیدا ہوگئی ہے، یورپ کے بہت سے ملکوں میں اسلام کی شناخت مٹانے اور مسلمانوں کو مغربی تہذیب اپنانے کی ترغیب دی جا رہی ہے، ایسے ایسے قوانین بنائے جا رہے ہیں کہ کسی طرح اسلام کے خصوصی امتیاز کو ختم کر دیا جائے۔ اسلام فوبیا نے پورے یورپ کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے،

فرانس نے قانون بنایا ہے کہ کسی اسکول یا کالج میں کوئی مسلمان عورت یا لڑکی نقاب لگا کر نہیں جا سکتی، اور اب وہاں کے صدر سرکوزی نکولس نے کہا ہے کہ بازاروں میں بھی کوئی مسلمان عورت نقاب لگا کر نہ جائے۔ سوئزرلینڈ میں ابھی گذشتہ سال نومبر کے آخر میں ایک قانون بنایا گیا ہے کہ سوئزرلینڈ میں مسجدوں کے بلند مینار، مغربی تہذیب اور عیسائیت کے لیے خطرہ ہیں، وہاں کی اپوزیشن پارٹی کو مساجد کے مینار، میزائل نظر آتے ہیں۔ جرمنی

کے دانش وروں کو خطرہ ہے کہ اگر اسی طرح مسلمانوں کی تعداد بڑھتی رہی تو ۲۰۲۵ء تک جرمنی ایک مسلم ریاست بن جائے گا؛لہذا مسلمانوں کی تعداد کو کم کرنے کا مطالبہ ہو رہا ہے۔

حضرات گرامی!

۲۰۰۱ء سے اس دس سال کے عرصے میں جتنی بھی اسلام مخالف تحریکیں یورپ وامریکہ سے چلائی گئی ہیں، یہ سب اسی اسلام فوبیا کا اثر ہے،افغانستان پرحملہ کرنا،عراق میں آگ اور خون کی ہولی کھیلنا اور ان اسلامی ملکوں پر حملہ کرنا صرف اس لیے تھا کہ ان سے اسلام کی لہر پیدا ہونے کا خطرہ تھا۔دوسری طرف ان ملکوں کے گیس اور پٹرول کے ذخیروں پر قبضہ کر کے امریکہ اپنی بالا دستی کو قائم رکھنے کا پلان بنائے ہوئے تھا۔

اسلامی دہشت کے نام پر پوری دنیا میں اسلام کو بدنام کرنے،مسلمانوں کو رسوا کرنے کی تحریک چلائی گئی، یورپ وامریکہ اور ہندوستان کی میڈیا نے جن پر یہودیوں اور فرقہ پرست تنظیموں کا قبضہ ہے،اسلام کو دہشت گردی پھیلانے والا مذہب ثابت کرنے میں سرگرم ہو گیا، بے گناہوں پر قہر ٹوٹ پڑا، ہزاروں مسلم نوجوانوں کو گرفتار کیا گیا،مسلمانوں کا نام دہشت گردوں کی لسٹ میں لکھا گیا،اس طرح مسلمانوں کے خلاف پوری دنیا میں نفرت وعداوت کی لہر پیدا کر دی گئی۔

حضرات سامعین!

یہ تمام حقائق آپ کے سامنے ہیں، ان پر غور کیجئے اور سوچئے کہ کتنے خطرناک طریقہ پر مسلمانوں اور اسلام کو بدنام کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے، یہ اسی فطری خوف کا نتیجہ ہے جو اِن اسلام دشمن عناصر کی نیند اڑائے ہے اور جب آپ تاریخ پر نظر ڈالیں گے تو پتہ چلے گا کہ یہ خوف نیا نہیں ہے؛ بلکہ اسلام کے خلاف جتنی بھی تحریکیں چلیں،جتنی بھی سازشیں تیار ہوئی، اسلام پر جتنے بھی حملے ہوئے یا مسلمانوں کو مٹانے کے لیے جو منصوبہ بھی بنایا گیا، وہ سب اسی اسلام فوبیا کا نتیجہ تھا، یہ سازشیں،تحریکیں،نفرتیں،عداوتیں اس لیے تھیں یا ہیں کہ ان فرقہ پرستوں نے اسلام کو ہمیشہ اپنے ناپاک وجود کے لیے خطرہ محسوس کیا۔اور یہ سچ بھی

ہے کہ تاریکی کے لیے اسلام کا نور خطرہ ہے، باطل کے لیے ایمان کی آواز خطرہ ہے، ضلالت کے لیے دین حق کا وجود خطرہ ہے، جہاں بھی اسلام پہنچے گا باطل اس سے ٹکرائے گا؛ اس لیے کہ باطل کو اپنا وجود باقی رکھنا ہے، وہ حق کی آواز کو دبائے گا، یہی ہر دور میں ہوا ہے، حق و باطل میں کبھی اتحاد نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقاً﴾ [بنی اسرائیل]

حق آیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

حضرات گرامی!

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین کے بارے میں بتا دیا ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ﴾

اے رسول! آپ سے یہود و نصاریٰ ہرگز راضی نہیں ہوں گے یہاں تک کہ آپ ان کی ملت کی پیروی کریں۔

غور کیجیے: مکہ کے مشرکوں نے کیا مطالبہ کیا تھا؟ وہ کہتے تھے کہ اپنے باپ دادا کے دین کو پھر سے اختیار کر و تو ہم مخالفت کرنا بند کر دیں گے، ستانا چھوڑ دیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ممکن نہیں، ﴿لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ﴾ تم اپنے دین پر رہو اور میرے لیے میرا دین ہے، صلح نہیں ہو سکتی، حق، باطل کے تابع نہیں ہوگا، اسلام کفر کی پیروی نہیں کرے گا۔

مدینہ میں یہودیوں نے کہا: یہودیت پر آ جاؤ، سب مخالفت بند کر دیں گے۔ نصاریٰ نے کہا: ہمارا مذہب اپناؤ، کوئی جھگڑا نہیں ہوگا۔ قرآن نے اس کو مختلف مقام پر اپنے اسلوب و انداز میں بیان کر دیا ہے اور آپ ﷺ سے فرما دیا گیا ہے کہ آپ یہود و نصاریٰ اور مشرکین کو سب سے بڑا دشمن پائیں گے: ﴿لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ آمَنُوا

الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا﴾ [سورہ مائدہ،آیت:۸۲]

حضرات گرامی!

بالکل یہی مطالبہ ہندوستان کے فرقہ پرست برسوں سے کررہے ہیں کہ مسلمان قومی دھارے میں شامل ہوجائیں، یکساں سول کوڈ اختیار کرلیں۔ یورپ کے متعصب عیسائی یہی کہتے ہیں کہ پردہ چھوڑ دو، داڑھی منڈاؤ، شراب پیو، مغربی تہذیب میں رنگ جاؤ، اپنا اسلامی نام بدل دو، داؤد کے بجائے ڈیوڈ کہلاؤ، یوسف کے بجائے جوزف نام رکھو، قرآن کو چھوڑ دو، یہ فساد کرنے والی کتاب ہے، قتل کرنے اور مارنے کا حکم دیتی ہے۔

حضرات گرامی!

''اسلام فوبیا'' کی سرسری تاریخ میں نے بتادی ہے، اس کا حل یہ نہیں ہے کہ ہم اپنے دشمنوں کو برا بھلا کہنے میں اپنا وقت ضائع کرتے رہیں اور سارا الزام ان کو دے کر اپنے کو مظلوم بتائیں، آپ غور کریں کہ جب اسلام کی مخالفت کرنے والوں، مسلمانوں سے عداوت رکھنے والوں کے بارے میں قرآن کریم نے صاف صاف چودہ سو سال پہلے بتادیا ہے اور ان کی تہذیب وشعار کو اختیار کرنے سے منع کردیا گیا ہے، ان کو اپنا دوست بنانے سے روکا گیا ہے، کیوں کہ وہ کسی بھی حال میں ہمارے سچے خیر خواہ نہیں ہوں گے، تو پھر کس کے لیے ان کی تہذیب پر مرتے ہیں، ان کا لباس اختیار کرتے ہیں، ان کی طرح بال رکھتے ہیں، داڑھی منڈواتے ہیں، ٹائی لگاتے ہیں، ان ہی پر بھروسہ کرتے ہیں، ان کی ہر چیز کو فخر کے ساتھ استعمال کرتے ہیں اور اپنا اسلامی شعار ترک کرتے ہیں، نمازیں چھوڑتے ہیں، شراب پیتے ہیں، سینما دیکھتے ہیں، ناچ کرتے ہیں اور ان ہی کے انداز میں رہن سہن کو ترقی جانتے ہیں۔

حضرات گرامی!

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ختم کرنے، اسلام کو مٹانے، قرآن کو بدلنے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ قتل کرنے کی بار بار کوشش کی گئی، لڑائیاں ہوئیں، صحابہ پر ظلم وستم

ہوا، آگ پر لٹایا گیا، سینوں پر پتھر کی سلیں رکھ دی گئیں، ذرا بلال حبشی اور خباب بن ارت، یاسر وعمار رضی اللہ عنہم پر ہونے والے انسانیت سوز مظالم کو یاد کریں، مدینہ میں یہودیوں کی فتنہ انگیزیوں اور منافقوں کی افترا پردازیوں پر نظر ڈالیں، غزوہ بدر واحد کی تاریخیں پڑھیں، کیا ان سب کے باوجود صحابہ کرام نے یہود ونصاریٰ اور مشرکین مکہ کی کسی سازش سے گھبرا کر اسلام کی دعوت وتبلیغ سے کنارہ کشی اختیار کی؟ کیا وہ کسی موقع پر بھی ان سے خوف زدہ ہوکر اسلام کی کسی تعلیم کو ترک کرنے پر آمادہ ہوئے؟ بلکہ جہاں گئے یا رہے، اسلام کا حیات آفریں پیغام ہر جگہ پہنچایا، اسلام کے خلاف دشمنوں نے جو فضا بنائی تھی صحابہ اور ہمارے اسلاف نے اپنے کردار وعمل اور اخلاق سے اس کو غلط ثابت کر دیا، انسانیت کا درس دیا، محبت کی فضا بنائی، ہمدردی ورواداری کا ثبوت دیا، ان کے اخلاق وکردار کو دیکھ کر، ان کے حسن سلوک اور سیرت سے متأثر ہوکر دنیا نے اسلام کو قبول کیا، دنیا والوں نے ان کو ہر معاملہ میں سچا، دیانت دار پایا، وعدہ پورا کرنے والا، عہد کی پابندی کرنے والا، محبت کو عام کرنے والا پایا، ان میں ہمدردی، غمگساری پائی، ان میں وفاداری اور عبادت گذاری پائی، ان کو دیانت دار تاجر پایا، عدل وانصاف کرنے والا حاکم پایا، بڑوں کا احترام کرنے والا، چھوٹوں پر شفقت اور رحم کرنے والا پایا، اللہ کا فرماں بردار اور مخلوق خدا کا خدمت گذار پایا، سچ کا شیدائی اور جھوٹ سے نفرت کرنے والا پایا، امن کا پیغامبر اور سلامتی کا پیکر پایا۔

اگر ہم بھی ان ہی اسلاف کی پیروی کرتے ہوئے اسلام کے سچے ترجمان بن جائیں، تو ہر جگہ سے اسلام کا خوف دور ہوجائے گا، ہر دل سے اسلام کی دہشت ختم ہوجائے گی۔ آج یورپ وامریکہ میں ایسے لاکھوں افراد ہیں جو اسلام کی حقیقت جاننے کو بے تاب ہیں، اور جو اسلام کی تعلیمات سے آگاہ ہیں وہ ایسے ہی مسلمانوں کو تلاش کر رہے ہیں، جیسا کہ اسلام نے مسلمانوں کا تعارف کرایا ہے، جہاں جہاں سے ان کو اسلام کی حقیقت کا علم ہوتا ہے، وہاں وہاں جاتے ہیں، سچے مسلمانوں کو تلاش کرتے ہیں، اللہ کے فضل سے آج بھی اسلام کی ابدی تعلیم پر عمل پیرا لوگ مل جاتے ہیں، جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اسلام کو

پھیلا رہا ہے، امریکہ میں اسلام ترقی کررہا ہے، فرانس میں، برطانیہ میں، جرمنی میں، اٹلی میں، ڈنمارک میں اگر اسلام کے خلاف تحریک چل رہی ہے تو وہیں اسلام لانے والوں کی رفتار بھی بڑھ رہی ہے۔

حضرات گرامی!

ہماری تمام دنیاوی پریشانیوں کا حل اور تمام مخالفتوں اور مشکلوں کا خاتمہ اس بات پر منحصر ہے کہ ہم نئے سرے سے سچے پکے، حق پسند، خدا پرست، متبع سنت مسلمان بن جائیں اور اللہ کا وعدہ ہمارے حق میں ثابت ہوجائے، جیسا کہ ہمارے اسلاف کے حق میں ثابت ہو چکا ہے اور انھوں نے تیرہ سو سال تک دنیا پر حکومت کی قیادت وامامت کی؛ لہذا میں بھی اسی پیغام پر اپنی بات ختم کرتا ہوں:

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام، دنیا کی امامت کا

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔

○○○

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یوم آزادی اور مسلمانان ہند

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلیٰ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ، وَعَلیٰ آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ أَجْمَعِیْنَ. **أَمَّا بَعْدُ:**

کھلتے چہروں پہ عجب نور نظر آتا ہے
جس کو دیکھو، وہی مسرور نظر آتا ہے

محبان وطن ودانش وران ملت!

''یوم آزادی'' کی مناسبت سے منعقد اس نشاط انگیز تقریب میں اس ناچیز کو انجمن اصلاح اللسان کے ذمہ داروں کی جانب سے ''یوم آزادی اور مسلمانانِ ہند'' کے موضوع پر تقریر کرنے کا حکم ملا ہے، جو میرے لیے اعزاز کی بات ہے کہ مختصر وقت میں تحریک آزادی وجہادِ حریت میں علمائے اسلام اور مسلمانان ہند کے تاریخی کردار پر کچھ گفتگو کرنے کا موقع مل رہا ہے اور اپنے اسلاف واکابر کی داستان اولوالعزمی، بے مثال قربانی، ان کے تاریخ ساز کردار، صبر واستقامت کی سچی کہانی مسلمانوں کو سنانے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے، جی ہاں! وہی علماء حق ومجاہدین صف شکن، مردان کارزار، قائدین بے لوث کے سرخ لہو کے پاکیزہ قطرات سے جہاد آزادی کا آغاز ہوتا ہے، جن کے ذکر جمیل کے بغیر تاریخ آزادی ناقص اور نامکمل ہے؛ لیکن آزاد ہندوستان کی متعصب صحافت، فرقہ پرست قیادت نے ہندوستان کے حقیقی جیالوں، اصلی سپوتوں کو جان بوجھ کر نظر انداز کیا ہے، ان کے روشن کارناموں پر جانب داری اور تعصب کی سیاہی پھیرنے کی ناپاک کوشش کی ہے، اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے؛ بلکہ آج جب کہ میں آپ سے محو کلام ہوں، ہندوستان جنت نشان پر ایسی

پارٹی حکمراں ہے، جس کے خمیر میں ہی مسلمانوں کی کردار کشی، علماء اسلام اور عربی مدارس سے بغض وعداوت اور حقائق سے انکار شامل ہے۔

مفکرین ملت بیضا!

تحریک آزادی و جہاد حریت کا آغاز ۱۷۵۷ء سے شروع ہوکر ۱۹۴۷ء پر ختم ہوتا ہے، اس ۲۰۰ رسال میں ایک ایک صدی تک آپ کو میدان جہاد میں اگر کوئی نظر آئے گا تو وہ صرف اور صرف مسلمانان ہند ہیں، جب انگریزوں نے کولکاتہ کی سرزمین پر قدم رکھا تھا تو بظاہر تاجر تھے؛ مگر ان کے دلوں میں ہندوستان پر قبضہ کرنے اور اس سونے کی چڑیا کو اپنے جال میں قید کرنے کی ہوس چھپی تھی؛ لہذا ایسٹ انڈیا کمپنی نے بہت جلد بنگال کی سرزمین پر قبضہ کرنا اور راجوں، مہاراجوں اور نوابوں کو لڑا کر ان کی جاگیروں کو ہڑپنا شروع کر دیا تھا، ان کے خطرناک عزائم کو مرشدآباد کے غیور وخوددار نواب سراج الدولہ نے بہت جلد بھانپ لیا، پھر ان کے مقابلے میں آ گیا۔ وطن عزیز کو لٹیروں سے بچانے، آبروئے ہند کی حفاظت اور باشندگان وطن کی عزت وحرمت کی نگہبانی کرنی تھی؛ لہذا کئی محاذوں پر چھوٹی چھوٹی لڑائیوں میں انگریزوں کو شکست سے دوچار کیا، آخرکار پلاسی کا میدان، جہاد آزادی اور مسلمانوں کی حب الوطنی کا پہلا گواہ بن گیا، پلاسی میں سراج الدولہ نے انگریزوں کو للکارا تھا، وہ کیا جانتا تھا کہ اس کا وزیر ''میر جعفر'' پہلا وطن فروش، ضمیر فروش غدار ہوگا، جو انگریزوں سے خفیہ طور پر مل چکا تھا، اس غدار وطن نے عین اس وقت غداری کی، جب نواب سراج الدولہ فتح کے قریب تھا، اگر وہ انگریزوں سے نہ ملا ہوتا تو ہندوستان کبھی غلام نہ ہوتا اور نہ مسلمانوں کی سلطنت کا چراغ گل ہوتا؛ مگر غداری کے سبب بنگال کا شیر، بھارت کا سپوت اور آزادئ ہند کا پہلا ہیرو، نواب سراج الدولہ جام شہادت نوش کرتا ہے۔

حضرات گرامی!

یہیں سے کاروان حریت سر سے کفن باندھ کر چلتا ہے، مجاہدین اسلام سامراجی طاقت سے نبرد آزما ہوتے ہیں، سراج الدولہ کے بعد شیر میسور، ہندوستان کا محافظ، غیرت

اسلامی کا پیکر، اپنے وقت کا صلاح الدین ایوبی، سلطان ٹیپو انگریزوں کا سب سے بڑا دشمن، ہر محاذ پر غاصب انگریزوں کو خاک وخون میں ملانے والا جب میدان میں اترتا ہے تو انگریزوں کی روح کانپ جاتی ہے اور اس کے خوف سے انگریز بھارت چھوڑنے کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔ اس کا اعتراف ایک انگریز جنرل نے خود کیا ہے؛ مگر یہاں بھی ضمیر فروش موجود تھے، ''میر صادق'' جو سپہ سالارِ فوج تھا، انگریزوں سے مل چکا تھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۷۹۹ء میں سلطان ٹیپو نے سرنگا پٹنم میں بے جگری سے لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

برادران ملت!

یہ سچی کہانیاں میں اس لیے سنا رہا ہوں کہ اس سے اپنے اسلاف سے محبت پیدا ہوتی ہے، ان کے کردار میں ڈھلنے کی تمنا جاگتی ہے اور عمل بیدار ہوتا ہے۔ کسی نے کہا ہے:

وہ قصے اور ہوں گے جن کو سن کر نیند آتی ہے
مگر سچی کہانی سے عمل بیدار ہوتا ہے

لہٰذا یہ سچی داستان آگے بڑھتی ہے، مسلمانوں کا دوسرا گروہ تیار ہوتا ہے، اب کی بار کوئی نواب یا امیر نہیں، بلکہ خانقاہوں کے صوفیا، مدارس کے علما، قلم وقرطاس کے حاملین، قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں بلند کرنے والے محدثین وفقہا، صالحین واولیا ہیں۔

۱۸۰۳ء میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ انگریزوں سے جہاد کرنے کا فتویٰ دیتے ہیں، پھر سید احمد شہید رائے بریلویؒ کی امارت وقیادت میں شاہ اسماعیل شہید، مولانا محمد یحییٰ بڈھانوی، مولانا جعفر تھانیسری جیسے لوگ جو اپنے علم وفضل میں یکتائے زمانہ تھے، سر سے کفن باندھ کر سامنے آتے ہیں، ۱۸۱۸ء سے ۱۸۳۱ء تک پے در پے لاکھوں مسلمانوں نے امیر المؤمنین سید احمد شہید کی قیادت میں انگریزوں اور ظالم حکمرانوں سے ٹکر لی؛ مگر بالاکوٹ میں یہ کارواں رک جاتا ہے، کیوں کہ قدرت الٰہی کو ابھی آزادی منظور نہیں تھی، سید احمد شہید اپنے رفقا کے ساتھ جام شہادت سے سیراب ہو جاتے ہیں۔

پھر بھی مسلمان وہ قوم ہے جو باطل کے سامنے سرنگوں ہونا گوارا نہیں کرتی، وہ اپنے

وطن سے غداری کا تصور نہیں کر سکتی، اور نہ ہی اس کو غلام دیکھ سکتی ہے؛ لہٰذا ایک بار پھر علماء حق کی قیادت آگے بڑھتی ہے، مولانا مملوک علی نانوتوی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، حافظ ضامن شہید، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، جیسے نوابغ زمانہ بزرگوں اور عالموں نے ۱۸۵۷ء کا عظیم الشان انقلاب برپا کیا، مگر یہ بھی سوئے قسمت سے ناکام ہو گیا۔ سلطنت مغلیہ کا تین سو سالہ روشن چراغ ٹمٹمارہا تھا، وہ ہمیشہ کے لیے بجھ گیا۔ اور اسی وقت سے انگریزوں کے ظلم وستم کی دل خراش، جگر پاش داستان شروع ہو جاتی ہے، علماء حق کی گرفتاریاں، ان کو پھانسیاں، سولیاں اس کہانی کا دردناک حصہ ہے۔ ۵۲ر ہزار علما کو چن چن کر پھانسی دی گئی، پورے ہندوستان میں داڑھی اور ٹوپی والے پکڑے جانے لگے، اور ہر درخت پر پھانسی کا پھندا لگا دیا گیا، جن پر علماء اسلام کی لاشیں لٹکتی تھیں، ان میں سے ہزاروں کو بوریوں میں بھر کر دریاؤں میں ڈالا گیا، ہاتھیوں سے کچلا گیا، زندہ آگ میں جلا دیا گیا، جلاوطن کیا گیا۔ وہ کون سا ظلم تھا جو نہیں ہوا، تفصیل دل کو لخت لخت کرنے والی ہے۔

شیدائیان حریت!

پھر دارالعلوم دیوبند کی بنیاد پڑی، جو تحریک آزادی کا تیسرا مرکز بنا، دارالعلوم محض ایک درس گاہ نہیں، بلکہ بقول حضرت شیخ الہند وہ ہندوستان کی آزادی کے لیے پہلی تربیت گاہ تھی، وہ مردم سازی کا کارخانہ تھا، وہ مجاہدین تیار کرنے کی فیکٹری تھی؛ تاکہ ہندوستان کو آزاد کرایا جائے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی اس فوج کے سپہ سالار تھے، یہاں سے تحریک آزادی کا آخری کامیاب دور شروع ہوا، ریشمی رومال تحریک چلی، پھر دارالعلوم کے سپوتوں نے جمعیۃ الانصار قائم کی، جس کے بانی شیخ الہند تھے، یہ ۱۹۱۴ء کی بات ہے، اس کے پانچ سال بعد جمعیۃ علماء ہند قائم ہوئی، اور پھر کئی ایک تنظیمیں سامنے آگئیں: خلافت تحریک، جمعیۃ الاحرار، خاکساران، مگر اصل قیادت جمعیۃ علماء ہند نے سنبھالی، مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا محمد علی جوہر، عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حسرت موہانی، حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر مختار انصاری

اور دیگر علما، خطبا، شعرا اور ادبا سب میدان میں تھے۔ دوسری طرف برادران وطن بھی بیدار ہو چکے تھے اور سب نے ہندو مسلم اتحاد قائم کرلیا اور گاندھی جی کی قیادت میں جو تحریک چلی، وہ ۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء کے دن اعلان آزادی پر ختم ہوئی۔

حضرات گرامی!

یہ طویل دو سو سالہ تاریخ آزادی کا خلاصہ آپ کے سامنے ہے۔ سوال یہ ہے کہ پھر مسلمانوں کو کیا ملا؟ اور کیا مل رہا ہے؟ تو میں کیف بھوپالی کا ایک شعر پڑھوں گا:

ہائے لوگوں کی کرم فرمائیاں
تہمتیں، بدنامیاں، رسوائیاں

یعنی دہشت گردی کی تہمت، بنیاد پرستی کی تہمت، غدار ہونے کا الزام، پھر تعصب ونفرت، جانب داری وحق تلفی، بے عزتی واشتعال انگیزی۔ اور اب تو یہ حال ہے کہ معمولی معمولی سڑک چھاپ سیاسی لیڈر اپنی سستی شہرت کے لیے مسلمانوں کے خلاف زہر اگلتے ہیں، میڈیا پر چھا جاتے ہیں اور بڑوں کی قطار میں شامل ہو کر ملک کو لوٹتے ہیں۔ جلد مشہور ہونے اور بڑا لیڈر بننے کا آسان نسخہ ہے کہ مسلمانوں کے خلاف زہر اگلو، گاؤ کشی کا الزام لگا کر مارو، پیٹو اور قتل کرو، دہشت گردی کے نام پر مسلم نوجوانوں کو گرفتار کرو، مدارس کے خلاف بکواس کرو۔ یہ سب ہو رہا ہے، جدید تاریخ آزادی میں آپ کو مسلم مجاہدین وقائدین کا کہیں نام ونشان نہیں ملے گا، اس تعصب ونفرت نے ایک شاعر کو یہ کہنے پر مجبور کر دیا ہے:

میرے لہو کی دھار سے وطن کی بیڑیاں کٹیں
مگر کتاب حریت میں مری ہی داستاں نہیں
ورق ورق الٹ چکا تلاش میں کمی نہ کی
مرے لہو کے رنگ کا کہیں کوئی نشاں نہیں

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یوم جمہوریت اور آزاد ہندوستان

اَلْحَمْدُ للّٰہ الَّذِيْ خَلَقَ الْإِنْسَانَ أَحْرَاراً، وَالصَّلاۃُ وَالسَّلامُ عَلیٰ مُحَمَّدٍ الَّذِيْ جَعَلَ النَّاسَ أَخْیَاراً وَّأَبْرَاراً، بِفَضْلِ اللّٰہِ الْجَبَّارِ، وَعَلیٰ آلِہٖ الْأَطْہَارِ، وَأَصْحَابِہٖ الْأَخْیَارِ، إِلیٰ یَوْمِ الْقَرَارِ.

أَمَّا بَعْدُ:

حضرات سامعین!

جلسے ہوتے رہتے ہیں، محفلیں سجتی ہیں، بزم آرائیاں ہوتی ہیں، شہنائیاں بجتی ہیں؛ لیکن آج کی محفل طرب ونشاط اپنی ایک تاریخ رکھتی ہے، آج کا دن آزاد ہندوستان کی تاریخ کا سب سے اہم اور روشن دن ہے، ایک ایسا دن جس میں تحریک آزادی کی تکمیل ہوتی ہے، مجاہدین آزادی کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوتا ہے، کروڑوں ہندوستانی باشندوں کو حقیقی آزادی کی فضا میں سانس لینے کا احساس ہوتا ہے، اس دن زبانوں پر لگے تالے اور گردنوں میں پڑی طوقِ غلامی سے انسانیت آزاد ہوتی ہے، اسی دن سے عوامی جمہوری حکومت کا آغاز ہوتا ہے اور ۲۰۰/ برس کی قربانیوں کا صلہ ملتا ہے، اسی دن ہندوستان کا اپنا آئین ودستور نافذ ہوتا ہے اور انگریزوں کا بنایا ہوا کالا قانون ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتا ہے۔

حضرات گرامی!

کہنے کو تو ہندوستان ۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء کو آزاد ہوا، غلامی کی زنجیریں ٹوٹیں، آزادی کا سورج طلوع ہوا، مظلومیت ومقہوریت کا طویل دور ختم ہوا، اور غاصب انگریز ہمیشہ کے لیے ہندوستان سے جانے پر مجبور ہوئے؛ لیکن یہ حقیقی آزادی نہیں تھی، اس لیے کہ ابھی

ہندوستان پر انگریزوں کا تھوپا ہوا ظالمانہ وحشیانہ آئین نافذ تھا۔ضرورت تھی کہ ایک آزاد ملک کا اپنا تیار کردہ آئین ودستور ہو، اور اس میں ہر شہری کو خود مختاری، آزادی اور برابری حاصل ہو،کسی کو کسی پر ظلم وستم کرنے، کسی کو کسی پر زیادتی کرنے کا حق حاصل نہ ہو، بلکہ ایسا سیکولر آئین جس میں ہندوستان کے ہر عام وخاص آدمی کے تمام شہری وملی، دینی وفکری حقوق کی حفاظت وضمانت حاصل ہو، ہر مذہب وملت اور فکر وعقیدہ کے لوگوں کو اپنے مذہب ومسلک پر عمل کرنے، اپنی بات بلاخوف وخطر کہنے اور حکومت کی غلط کاریوں، زیادتیوں پر نکیر کرنے اور اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کرنے اور جدو جہد کرنے کی گارنٹی دی گئی ہو، مذہبی مقامات، مساجد ومدارس، اسکول بنانے کی ضمانت دی گئی ہو۔

سامعین کرام!

اس آئین کے لیے ایک آئین ساز کمیٹی بنائی گئی، جس کے سر براہ ''ڈاکٹر امبیڈکر'' تھے، ڈاکٹر امبیڈکر اور کمیٹی کے تمام ارکان غیر متعصب، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور ماہرین قانون تھے، اس کمیٹی نے ۱۳؍ مہینے میں دنیا کے تمام جمہوری ممالک کے دستوروں کا گہرائی سے مطالعہ کیا اور ہندوستان کے ماحول ومزاج، یہاں کی ضرورت اور مختلف مذاہب وادیان اور افکار ونظریات کے لوگوں کی مذہبی، سماجی اور طبقاتی حالتوں اور ضرورتوں کو سامنے رکھ کر، دنیا کا سب سے جامع ومعتدل جمہوری سیکولر دستور تیار کیا، جس پر ہندوستان کی پارلیمنٹ میں ۲؍ سال تک بحث ہوئی، پھر منظور کیا گیا اور ۲۶؍ جنوری ۱۹۵۰ء کو بالاتفاق پاس کر دیا گیا۔

حضرات سامعین!

میں ایک بات اور بتادوں کہ آزاد ہندوستان میں کچھ فرقہ پرست ذہنیت کے ایسے افراد تھے، جو ہر حال میں ہندوستان کو خالص ہندو اسٹیٹ بنانے کے لیے سرگرم تھے، اور تحریک آزادی کی زبردست مخالفت کر رہے تھے، لہذا ۱۹۲۵ء میں ''ہندو مہا سبھا'' بنائی گئی اور ۱۹۲۸ء میں ''آر، ایس، ایس'' کا قیام ہوا۔ یہ دونوں تنظیمیں جمہوریت مخالف اور ہندو راشٹر کی حامی ہیں، ان میں آج آر، ایس، ایس اتنی مضبوط و مستحکم بن چکی ہے کہ اس نے

ہندو اکثریت کو فرقہ پرستی کے رنگ میں رنگ دیا ہے، اور بدقسمتی سے آج اسی کی ذیلی سیاسی جماعت ''بھارتیہ جنتا پارٹی'' غالب اکثریت کے ساتھ حکمراں جماعت بن چکی ہے۔

آپ سب جانتے ہیں کہ ڈھائی سالہ اقتدار کی مدت میں بھاجپا نے کیا کیا گل کھلائے ہیں اور تعمیر سے زیادہ تخریب، ملاپ سے زیادہ توڑ اور اتحاد سے زیادہ ہندو مسلم منافرت کو عام کیا ہے، خاص کر مسلمان اقلیت کو اپنا نشانہ بنایا ہے، سیکولر جمہوریت مخالفت جس پارٹی کا مشن اور خمیر ہے، وہی جمہوریت کی محافظ بنادی گئی ہے اور بلی کو دودھ کی نگرانی پر بیٹھا دیا گیا ہے۔ کسی نے کہا ہے:

ہر شاخ پہ قبضہ کوؤں کا ☆ انجام گلستاں کیا ہوگا

سامعین باتمکین!

آج جمہوری ہندوستان اپنی تاریخ کے کس بھیانک دور سے گذر رہا ہے؟ بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ملک کا کیا حال ہے؟ سنانے کی حاجت نہیں ہے۔ کیا اس سے بڑا ستم اور ہوسکتا ہے کہ کروڑوں ہندوستانیوں کا پیسہ اس کے قبضہ سے چھین لیا گیا اور سب کو قطار میں کھڑا کر کے چور، مجرم اور کالا دھن رکھنے والا ثابت کر دیا گیا ہے؟ اس لیے سوچئے اور غور کیجئے کہ آر، ایس، ایس نے کس راہ پر ملک کو ڈال دیا ہے۔

حضرات گرامی!

آگے بڑھتے ہیں اور ۲۶؍ جنوری کی بات کرتے ہیں۔ ۲۶؍ جنوری کے آتے ہی اس کی پوری تاریخ ہمارے ذہنوں میں آجاتی ہے اور ہر سال ہم ''یوم جمہوریہ'' کے نام پر جشن مناتے ہیں، عہد و پیمان کرتے ہیں، آئین ہند کی تعریف کرتے ہیں، حکومتیں تجدید عہد کرتی ہیں، ہندوستان کو بام عروج پر لے جانے اور ''سب کا ساتھ سب کا وکاس'' کی باتیں کرتی ہیں، جھوٹے وعدوں پر مبنی وزیر اعظم تقریر کرتے ہیں، سبز باغ دکھاتے ہیں، سب کے اکاؤنٹ میں پندرہ پندرہ لاکھ روپیہ جمع کرنے کا یقین دلاتے ہیں اور عملی طور پر یہ ہوتا ہے کہ سب کی کمائی، سب کا سرمایہ چھین لیا جاتا ہے، اقتصادی طور پر دیش کو ۵۰؍ سال پیچھے ڈھکیل

کر یقین دلایا جاتا ہے کہ ملک ترقی کر رہا ہے، کالا دھن واپس آ گیا ہے، عوام ان تقریروں پر تالیاں بجاتی ہے، نعرے لگاتی ہے اور جب اپنے گھر جاتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ امیر سے فقیر بن چکی ہے، آزاد سے غلام بن چکی ہے، اب اسی کا سرمایہ اس کا نہیں، حکومت طے کرے گی کب کتنا روپیہ بینک سے نکال سکتے ہیں؟ کیا اسی کا نام ہے آزادی اور جمہوریت؟

حضرات گرامی!

مجھے بتایئے: کیا اسی آزادی کا خواب مہاتما گاندھی اور شیخ الہند مولانا محمود حسن نے دیکھا تھا؟ کیا اسی آزادی کے لیے ڈاکٹر امبیڈکر نے جمہوری سیکولر آئین بنایا تھا؟ اسی ذلت کے لیے مجاہدین حریت نے اپنے لہو کا نذرانہ سرزمین ہند کو پیش کیا تھا؟ کیا پنڈت نہرو، مولانا آزاد، راجندر پرساد، ڈاکٹر مختار انصاری، موتی لال نہرو، حکیم اجمل خان، سبھاش چندر بوس، جنرل شاہ نواز نے یہی خواب دیکھا تھا؟ سالوں تک جیل میں چکی پیسی تھی، اپنے گھروں کو ویران کیا تھا، جبر وستم اور ظلم واستبداد کے دور سے گذرے تھے۔ شعرا نے کیا اسی آزادی وجمہوریت کے لیے آزادی کی نظمیں کہی تھیں اور نعرۂ آزادی بلند کر کے انگریزوں کو للکارا تھا؟

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

حضرات گرامی!

ہم آپ جشن جمہوریت منا رہے ہیں اور اسی دن لاکھوں گھروں میں چولہا تک نہیں جل رہا ہے، ہزاروں مسلم بے گناہ نوجوان جیلوں میں بند ہیں، ہزاروں مائیں اپنے سپوتوں کے لیے آنسو بہا رہی ہیں۔ دوسری طرف ساکشی مہراج جیسے فرقہ پرست ہیں جو مسلمانوں کے خلاف زہر افشانی میں سرگرم ہیں، بھاجپا کے لیڈران اتر پردیش میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو سبوتاژ کرنے کے درپے ہیں، لاکھوں گایوں کو گھر سے نکال کر سڑکوں پر چھوڑ کر گئو ماتا کی رکھشک بنے پھرتے ہیں اور غنڈہ گردی کرتے ہیں، اربوں، کھربوں کا مال ڈکار کر نیتا بننے والے کالا دھن واپس لانے کی باتیں کرتے ہیں، خود پچیس کروڑ رشوت

لینے والے نیتا جی ہمارے مالک بنے بیٹھے ہیں۔

حضرات گرامی!

یوم جمہوریت ہم سب سے فریاد کرتا ہے کہ تم نے کس کے ہاتھوں میں ملک کو سونپ دیا؟ کن بے ایمانوں، گھپلہ بازوں، لٹیروں کو اپنا پاسبان بنا دیا ہے؟ وہ پوچھ رہا ہے کہ اے ہندوستان کے ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی! کیا تم مجرم نہیں ہو؟ کیا تم بے حس اور غفلت شعار نہیں ہو؟ کہ جذباتی فقروں اور کھوکھلے وعدوں میں آکر اپنا مستقبل داؤ پر لگا دیتے ہو؟ جب اپنی طاقت دکھانے اور لیڈروں کو کرسئ اقتدار سے اتارنے کا موقع آتا ہے، الیکشن کا زمانہ آتا ہے تو بکھر جاتے ہو، جذباتی ہو جاتے ہو، دھوکا کھا کر بھی سبق نہیں لیتے اور حسین وعدوں کے چکر میں آجاتے ہو؟ فرقہ پرستوں کو سبق سکھانے کے بجائے بکھر کر ان کو کامیاب بنا دیتے ہو اور جوش میں کہتے ہو کہ ''اگر بھاجپا آجائے گی تو کیا کرے گی؟''، مستقبل کے بجائے ماضی کی باتوں پر جھگڑا ہوتا ہے، گڑے مردے اکھاڑے جاتے ہیں۔ اور تمہارے سامنے کھڑا شیطان، بے ایمان، لٹیرا تمہارا مسیحا بن جاتا ہے، مذہب کا کارڈ کھیلا جاتا ہے، مسلمانوں کے ہزاروں ہمدرد کیڑے مکوڑوں کی طرح سامنے آجاتے ہیں، اخبارات میں الزام در الزام کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور جب سب کچھ ہاتھ سے نکل جاتا ہے تو کف افسوس ملتے ہیں، چائے پی پی کر تبصرہ کرتے ہیں کہ ''دھوکا کھا گئے''۔

حضرات!

براہِ کرم ہم سب غور کریں، یوم جمہوریت کی اہمیت و عظمت کو محسوس کریں، اپنے اسلاف کی قربانیوں کو مزید رائیگاں جانے سے بچائیں، تحریک آزادی کی روح کو ختم ہونے سے بچائیں، ۱۵؍ دن بعد یوپی کا الیکشن ہے، آپ کو، ہم کو اور سب کو قدرت نے موقع دیا ہے ایک ظالم حکومت کو کمزور بنانے کا، یہ موقع ہاتھ سے ہرگز نہ جانے دیں۔

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔